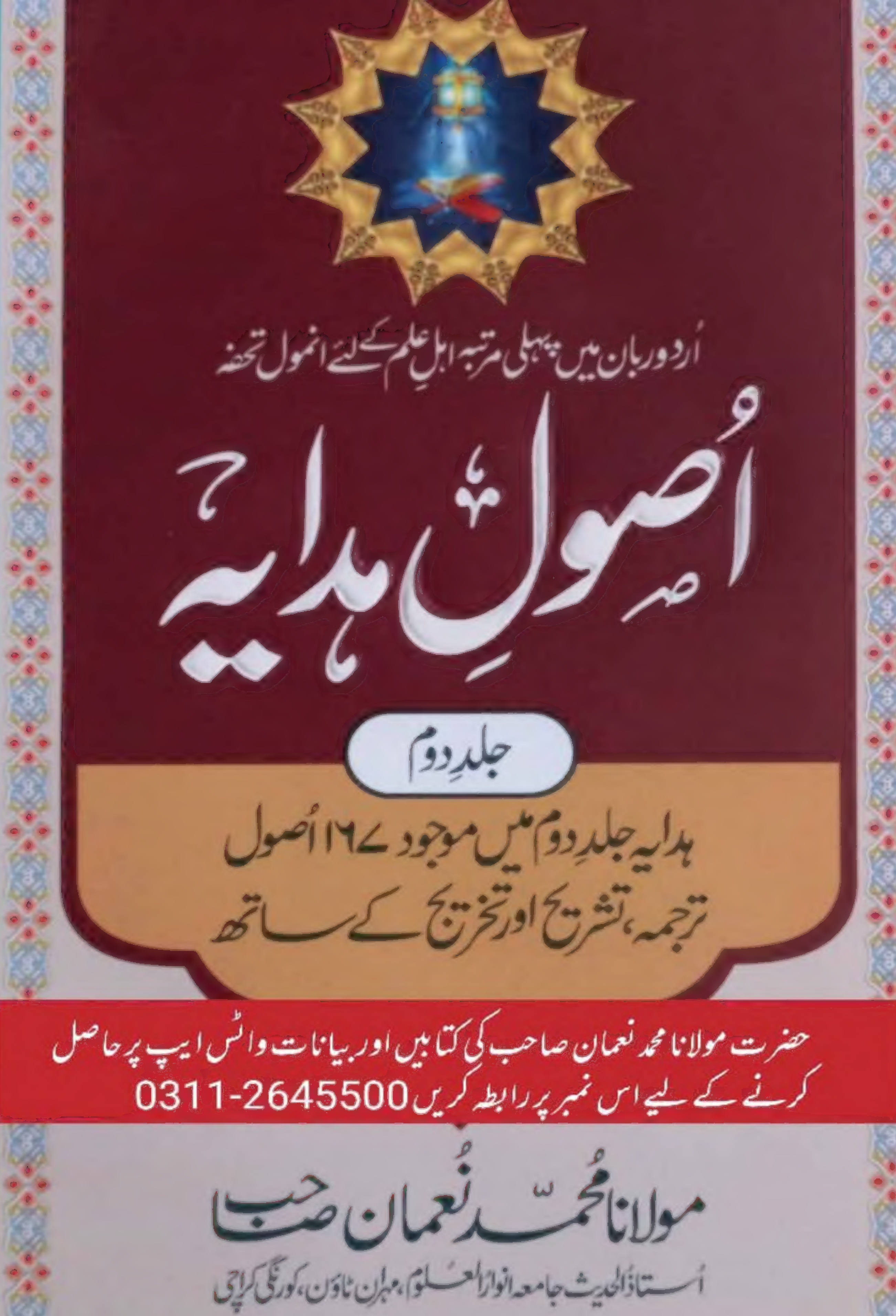


اِدارۃُ المعارف کراچی

﴿فہرستِ مضامین اصولِ ہدایہ جلد ثانی﴾

مضامین	صفحہ نمبر

كتاب النكاح

فصل فى بيان المحرمات

باب فى الأولياء والأكفاء

فصل فی الوكالة بالنكاح وغيرها

باب المهر

باب نكاح الرقيق

باب نكاح أهل الشرك

كتاب الرضاع

كتاب الطلاق

باب طلاق السنة

باب إيقاع الطلاق

فصل فی إضافة الطلاق إلی الزمان

فصل فی تشبیه الطلاق ووصفه

فصل فی الاستثناء

باب الرجعة

باب الإيلاء

باب الخلع

باب الظهار

فصل فى الكفارة

باب اللعان

باب العدة

باب حضانة الولد ومن أحق به

باب النفقة

كتاب العتاق

باب العبد يعتق بعضه

كتاب الأيمان

باب اليمين فى الخروج والإتيان والركوب وغير ذلك

باب اليمين فى الأكل والشرب

باب اليمين فى تقاضى الدراهم

كتاب الحدود

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

باب حد الشرب

باب حد القذف

فصل فی التعزیر

کتاب السرقة

باب ما يقطع فيه و ما لا يقطع

کتاب السير

باب كيفية القتال

باب الغنائم وقسمتها

فصل فى كيفية القسمة

باب العشر والخراج

باب الجزية

باب أحكام المرتدين

كتاب اللقيط

كتاب المفقود

كتاب الشركة

فصل في الشركة

کتاب النکاح

(۱) إِنَّ الْوَاحِدَ يَتَوَلَّى طَرَفَيِ النِّكَاحِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ. ❶

ترجمہ: شخص واحد نکاح کے دونوں جانب کا متولی بن سکتا ہے برخلاف بیع کے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی شخص نکاح میں جانبین سے یعنی مرد اور عورت دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے برخلاف بیع کے کہ بیع میں ایک ہی آدمی جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کی طرف سے وکیل نہیں بن سکتا ہے، اس لئے کہ بیع میں تمام حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں، مثلاً مبیع کو حوالہ کرنا، ثمن وصول کرنا وغیرہ، وکیل کی ذمہ داری ہوتی ہے، اب اگر ایک ہی آدمی بائع اور مشتری دونوں کی طرف سے وکیل بن جائے تو شخص واحد کا مُطَالِب اور مُطَالَب بننا لازم آئے گا اور شخص واحد کا مُطَالِب اور مُطَالَب بننا باطل ہے، لہذا بیع میں جانبین سے وکالت بھی باطل ہوگی، یا دوسرے لفظوں میں وکیل بالبیع خود مالک بننے والا بھی ہے اور مالک بنانے والا بھی ہے۔ لیکن نکاح میں ایسا نہیں ہے کیونکہ نکاح میں حقوق وکیل کی طرف نہیں لوٹتے، مثلاً مہر وغیرہ ادا کرنا وکیل کے ذمہ نہیں ہوتا، بلکہ عورت مہر کا مطالبہ اپنے شوہر سے خود کرے گی، لہذا نکاح میں اگر شخص واحد جانبین سے وکیل بن جائے تو شخص واحد کا مطالِب اور مطالَب بننا لازم نہیں آتا، لہذا نکاح میں جانبین سے وکالت درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے یہ کہا کہ "زَوِّجِينِي" کہ تو میرا نکاح کر دے، اس پر عورت نے خود سے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ مذکورہ صورت میں مرد نے عورت کو نکاح کا وکیل بنایا یعنی مرد نے گویا "زوجینی" کہہ کر اس عورت سے یہ کہا کہ تو اپنی طرف سے اصیل اور میری طرف سے وکیل بن کر میرا اپنے ساتھ نکاح کرا دے، تو یہ توکیل بالنکاح جانبین سے ہوئی، اور توکیل بالنکاح جانبین سے درست ہے، لہذا نکاح منعقد ہو جائے گا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، ج ۲ ص ۳۲۵، ط: رحمانيه

❷ والفرق بين النكاح والبيع أن الحقوق في البيع تتعلق بالوكيل، والوكيل بالنكاح ليس =

(۲) إِنَّ السَّبَبِيَّةَ طَرِيْقُ الْمَجَازِ. ❶

ترجمہ: سببیت مجاز کا راستہ ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ سبب بول کر مسبب مراد لینا از قبیل مجاز ہے اس لئے کہ سبب و مسبب کے درمیان مناسبت ہوتی ہے، بایں طور کہ مسبب اپنے وجود میں سبب کا محتاج ہوتا ہے، لہذا سبب بول کر مسبب مراد لینا درست ہے۔

صاحب ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ لفظ تملیک اور ہبہ کے الفاظ کے ساتھ احناف کے نزدیک نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اس لئے کہ تملیک ملکِ رقبہ کے واسطے سے ملکِ متعہ کا سبب ہے، مثلاً اگر کوئی شخص باندی کے ملکِ رقبہ کا مالک بن گیا تو اس کے ضمن میں ملکِ متعہ یعنی بضعہ کا مالک بھی بن جائے گا۔ ملکِ متعہ حقیقتاً تو نکاح سے حاصل ہوتا ہے، مگر باندی میں اس کا حصول تملیک سے ہو رہا ہے، تو گویا تملیک حصولِ ملکِ متعہ کا سبب ٹھہری اور بطریق مجاز اس سے وہ چیز حاصل ہوگئی (متعہ) جو نکاح سے اصلاً ثابت اور حاصل ہوتی ہے، لہٰذا جب تملیک حصولِ ملک متعہ کا سبب ٹھہری اور سببیت مجاز کا علاقہ ہے تو تملیک وغیرہ نکاح اور تزویج کے مجازی معنی ہوں گے، جس طرح حقیقی معنی ادا کرنے والے الفاظ یعنی نکاح اور تزویج سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اسی طرح نکاح کے مجازی معنی ادا کرنے والے الفاظ مثلاً تملیک اور ہبہ وغیرہ سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ ❷

= كذلك لأنه لا يطالب بتسليم المهر ولا غيره.

البناية: كتاب النكاح، ج۵ ص۷، ط: دار الكتب العلمية

أَوَّلُهَا أَنَّ الْحُقُوقَ فِي الْبَيْعِ تَتَعَلَّقُ بِالْوَكِيلِ فَلَوْ تَوَلَّى الْوَاحِدُ طَرَفَيْ الْبَيْعِ أَفْضَى إلَى التَّنَافِي، وَلَا كَذَلِكَ النِّكَاحُ، فَإِنَّ وَكِيلَ الزَّوْجِ لَا يُطَالَبُ بِتَسْلِيمِ الْمَهْرِ، وَلَا غَيْرِهِ مِنْ حُقُوقِهِ لِأَنَّهُ سَفِيرٌ فِيهِ، وَكَذَا وَكِيلُ الزَّوْجَةِ لَا يُطَالِبُ بِتَسْلِيمِهَا بَلْ هُوَ سَفِيرٌ وَمُعَبِّرٌ عَنْهَا كَذَا فِي الْغَايَةِ.

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: كتاب النكاح، ج۲ ص۹۶، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❶ الهداية: كتاب النكاح، ج۲ ص۳۲۵، ط: رحمانیہ

❷ التمليك سبب لملك المتعة (وهو الثابت) أي ملك الرقبة وهو الثابت (بالنكاح) =

(۳) مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ يَكُوْنُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ. ❶

ترجمہ: جوشخص اہل ولایت میں سے ہوتو وہ اہلِ شہادت میں سے بھی ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جوشخص ولایت کا اہل ہو یعنی جس کو اپنی ذات پر ولایت حاصل ہوتو اہل شہادت بھی ہوگا یعنی گواہ بننے کا اہل بھی ہوگا۔

صاحب ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کرر ہے ہیں کہ احناف کے نزدیک دو فاسق آدمیوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ فاسق کا فسق وفجور اس کی ذات تک محدود ہے، دیگر لوگ اس سے مستثنی ہیں، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اسے فسق کے باجود اہلِ ولایت میں سے مانا ہے یعنی وہ خود اپنا نکاح کرسکتا ہے اور اپنے غلام، باندی وغیرہ کا بھی نکاح کرسکتا ہے، تو جس طرح فاسق کے لئے ولایت ثابت ہے، اسی طرح شہادت بھی ثابت ہوگی، اور اہلِ ولایت میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اہلِ شہادت میں سے بھی ہوگا، جب شریعت نے فاسق کو اپنی ذات پر ولایت سے محروم نہیں کیا تو وہ غیر پر بھی ولایت سے محروم نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ غیر بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کا ہم جنس ہے، تو جب انسان اپنے اوپر ولایت کا مالک ہے تو اپنے ہم جنس پر بھی ولایت کا مالک ہوگا۔ ❷

= فكان بينهما اتصال باعتبار السبب (والسببية طريق المجاز) وإن لم يكن اتصالا من جهة المعنى. فصحت الاستعارة فيكون من باب إطلاق السبب على المسبب.

البناية: كتاب النكاح، ج٥ ص ١١، ط: دار الكتب العلمية

(قَوْلُهُ: وَالسَّبَبِيَّةُ) فَإِذَا ثَبَتَ أَنَّ تِلْكَ الْأَلْفَاظَ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَانِعِ الشَّرْعِيِّ فَإِطْلَاقُ السَّبَبِ، وَإِرَادَةُ الْمُسَبَّبِ مِنْ أَقْوَى طُرُقِ الْمَجَازِ.

حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: كتاب النكاح، ج٢ ص٩٧، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❶ الهداية: كتاب النكاح، ج٢ ص ٣٢٦، ط: رحمانیہ

❷ مسألة: ينعقد النكاح بحضور الشهود وإن كانوا غير عدول عند أبي حنيفة رحمه الله وعند الشافعي لا ينعقد بحضوة فاسقين.

حجة أبي حنيفة رحمه الله : إطلاق قوله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح إلا بشهود "من غير=

(۴) إِنَّ مَنْ صَلُحَ مُقَلِّدًا يَصْلُحُ مُقَلِّدًا وَكَذَا شَاهِدًا. ❶

ترجمہ: جو شخص قاضی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ خود قاضی بننے اور گواہ بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی دوسرے کو قاضی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ خود بھی قاضی بننے اور گواہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لئے کہ قاضی بنانا بنسبت قاضی بننے کے اعلی ہے، تو جب اعلی کی صلاحیت رکھتا ہے تو ادنی کی تو بدرجہ اولی صلاحیت رکھے گا۔

صاحب ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ عقد نکاح میں احناف کے نزدیک فاسق آدمی گواہ بن سکتا ہے، کیونکہ فاسق آدمی اگر حاکم ہو تو دوسرے کو قاضی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جو دوسرے کو قاضی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ خود بھی قاضی بن سکتا ہے، جب قاضی بن سکتا ہے تو شاہد (گواہ) بھی بن سکتا ہے، اس لئے کہ شہادت اور قضاء دونوں ایک ہی باب سے ہیں، اس لئے کہ دونوں میں "تنفيذ القول على الغير" کا معنی پایا جاتا ہے۔ ❷

= قيد ولأن الفاسق من أهل الولاية فيكون من أهل الشهادة ولأنه يصلح إماما وسلطانا فيصلح قاضيا وشاهدا بطريق أولى.

الغرة المنيفة: كتاب النكاح، ص ۱۳۳، ط: مؤسسة الكتب الثقافية

وَلَنَا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْوِلَايَةِ فَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَهَذَا لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ تَحْرُمْ الْوِلَايَةُ عَلَى نَفْسِهِ لَا تَحْرُمُ عَلَى غَيْرِهِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِهِ وَلِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْإِمَامَةِ الْكُبْرَى وَمِنْ ضَرُورَةِ كَوْنِهِ أَهْلًا لَهَا أَنْ يَكُونَ أَهْلًا لِلْقَضَاءِ وَيَلْزَمُ مِنْهُ أَنْ يَكُونَ أَهْلًا لِلشَّهَادَةِ.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، ج۲ ص ۹۹، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❶ الهداية: كتاب النكاح، ج۲ ص ۳۲۶، ط: رحمانیہ

❷ (ولأنه) أي ولأن الفاسق وهو الشاهد (صلح مقلدا) بكسر اللام، أي سلطانا وخليفة، فإن جمهور الأئمة بعد الخلفاء الأربعة قَلَّمَا يَخْلُو وَاحِدٌ مِنْهُمْ عَنْ ، أي المشهود عليه من جنس الفاسق من حيث إن كل واحد منهما مسلم. لأنه أي لأن الولاية على تأويل الحكم المذكور ونحوه فالقول بالخروج عن الإمامة بالفسق يفضي إلى فساد عظيم. فإذا كان كذلك =

(۵) إِنَّ الشَّهَادَةَ شُرِطَتْ فِي النِّكَاحِ عَلَى اِعْتِبَارَ إِثْبَاتِ الْمِلْكِ لَا عَلَى اِعْتِبَارِ وُجُوْبِ الْمَهْرِ. ❶

ترجمہ: نکاح میں شہادت شرط ہے ملک کو ثابت کرنے کے اعتبار سے نہ کہ مہر کو واجب کرنے کے اعتبار سے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے باب میں شہادت کی جو شرط لگائی ہے یہ اس اعتبار سے ہے کہ شوہر کے لئے عورت کے بضع پر ملک ثابت ہو جائے، اس اعتبار سے نہیں ہے کہ شوہر پر مہر واجب ہو جائے۔

صاحب ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مسلمان نے ذمیہ عورت سے دو ذمی آدمیوں کی موجودگی میں نکاح کیا تو شیخین کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، کیونکہ نکاح میں جو شہادت شرط ہے وہ اس وجہ سے ہے تاکہ عورت کے ملک بضع پر شوہر کی ملکیت ثابت ہو جائے، اس لئے کہ شہادت ایسی چیز کے لئے ہوتی ہے جو قابلِ احترام ہو اور بضع قابلِ احترام ہے، لزوم مال میں کوئی احترام وعظمت نہیں، اس لئے اگر نکاح کے وقت مال کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا، معلوم ہوا کہ نکاح میں گواہی ملکِ بضعہ علی الزوجہ کو شوہر کے واسطے ثابت کرنے کے لئے ہے نہ کہ شوہر پر مال کو واجب کرنے کے لئے، پس معلوم ہوا کہ یہ گواہی شوہر کے حق میں ہے ذمیہ عورت کے خلاف ہے اور کافر کی گواہی مسلمان کے حق میں قبول کر لی جاتی ہے اگرچہ خلاف قبول نہیں کی جاتی، لہٰذا دو ذمیوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا "لأن شهادة أهل الذمة على الذمية جائزة"

لیکن اگر عورت ذمیہ نہ ہو بلکہ وہ بھی مسلمان ہو تو پھر نکاح منعقد نہ ہوگا اس لئے کہ اس

= (فيصلح مقلدا) بفتح اللام، أي قاضيا، أو حاكما. (وكذا شاهدا) أي فكذا شاهدا، لأن الشهادة والقضاء من باب واحد.

البناية: كتاب النكاح، ج۵ ص۱۵، ط: دار الكتب العلمية

❶ الهداية: كتاب النكاح، ج۲ ص۳۲۶، ط: رحمانیہ

صورت میں مسلمان عورت کے خلاف ذمی گواہ ہوں گے۔ ❶

(٦) إِنَّ الْعَقْدَ الْوَاقِعَ مِنَ الْمَأْمُوْرِ حَقِيْقَةً كَالْوَاقِعِ مِنَ الْآمِرِ حُكْمًا. ❷

ترجمہ: وہ عقد جو مامور سے حقیقتاً واقع ہو وہ آمر سے حکماً ہونے کی مانند ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ وکیل مامور جو عقد کرتا ہے یہ حکماً آمر کی طرف سے شمار ہوتا، یعنی مامور کا عقد کرنا گویا کہ آمر کا عقد کرنا ہے۔

صاحب ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ آپ وکیل بن کر میری نابالغ بیٹی کا نکاح کرادیں، وکیل نے اس کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں کرادیا اور اس لڑکی کا باپ بھی حاضر تھا تو نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں لڑکی کا باپ مؤکل اور آمر ہے اور وکیل مامور ہے اور چونکہ مامور سے صادر ہونے والا عقد حکماً آمر سے صادر ہونے والا ہوتا ہے تو لہذا یہاں بھی مباشر یعنی عقد نکاح کرنے والا باپ ہی شمار ہوگا، اس لئے کہ عقد نکاح میں جملہ حقوق مؤکل کی طرف لوٹتے ہیں، وکیل محض سفیر اور ترجمان ہوتا ہے۔ جب عاقد باپ ہوا تو عاقد کے علاوہ ایک مامور (وکیل) اور ایک گواہ موجود تھا، تو گویا کہ دو گواہ موجود

---

❶ وَلَهُمَا أَنَّ الشَّهَادَةَ شُرِطَتْ فِي النِّكَاحِ عَلَى اعْتِبَارِ إِثْبَاتِ الْمِلْكِ لِوُرُوْدِهِ عَلَى مَحَلٍّ ذِي خَطَرٍ لَا عَلَى اعْتِبَارِ وُجُوبِ الْمَهْرِ إِذْ لَا شَهَادَةَ تُشْتَرَطُ فِي لُزُومِ الْمَالِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، ج٣ ص٩٧، ط: دار الكتاب الإسلامي

(أن الشهادة شرطت في النكاح على اعتبار إثبات الملك) مطلق المتعة (لوروده) أي لورود الملك (على محل ذي خطر) فيشترط الشهادة تعظيما للأبضاع، فيكون الرجل هو المخاطب بالشهادة لأجل أنه يملك البضع، ألا ترى أنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان مخصوصا بالنكاح بغير شهود (لا على اعتبار) أي لا يشترط الإشهاد على اعتبار (وجوب المهر) لها عليه (إذ لا شهادة تشترط في لزوم المال) لأن إيجاب المال يصح بلا شهود كالبيع وغيره (وهما شاهدان عليها) أي الذميان شاهدان عليها أي على الذمية، فشهادة أهل الذمة على الذمية جائزة.

البناية: كتاب النكاح، ج٥ ص١٨، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب النكاح، ج٢ ص٣٢٧، ط: رحمانيه

ہیں اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ ❶

فصل فی بیان المحرمات

(۷) إِنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. ❷

ترجمہ: رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوتے ہیں، یہ اصول در حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. ❸

صاحب ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ رضاعی ماں، رضاعی بہن وغیرہ سے نکاح جائز نہیں، اس لئے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں رضاعت سے بھی وہ حرام ہوتے ہیں اور چونکہ نسبی ماں، بہن سے نکاح جائز نہیں تو رضاعی ماں بہن سے بھی نکاح جائز نہیں۔ ❹

---

❶(وَمَنْ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ الصَّغِيرَةَ فَزَوَّجَهَا) بِحَضْرَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَكُونَ الْأَبُ حَاضِرًا أَوْ غَائِبًا، فَإِنْ كَانَ حَاضِرًا (جَازَ النِّكَاحُ لِأَنَّ الْأَبَ يُجْعَلُ مُبَاشِرًا لِلْعَقْدِ وَيَكُونُ الْوَكِيلُ) شَاهِدًا لِأَنَّ الْمَجْلِسَ مُتَّحِدٌ، فَجَازَ أَنْ يَكُونَ الْعَقْدُ الْوَاقِعُ مِنَ الْمَأْمُورِ حَقِيقَةً كَالْوَاقِعِ مِنَ الْآمِرِ حُكْمًا لِكَوْنِ الْوَكِيلِ فِي بَابِ النِّكَاحِ (سَفِيرًا وَمُعَبِّرًا.

العناية: كتاب النكاح، ج۳ ص۲۰۶، ط: دار الفكر

وَمَنْ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ الصَّغِيرَةَ فَزَوَّجَهَا وَالْأَبُ حَاضِرٌ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ سِوَاهُمَا جَازَ النِّكَاحُ لِأَنَّ الْأَبَ يُجْعَلُ مُبَاشِرًا لِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ وَيَكُونُ الْوَكِيلُ سَفِيرًا وَمُعَبِّرًا فَيَبْقَى الْمُزَوِّجُ شَاهِدًا.

الجوهرة النيرة: كتاب النكاح، ج۲ ص۳، ط: المطبعة الخيرية

❷الهداية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص۳۲۷، ط: رحمانیہ

❸صحيح مسلم: كتاب الرضاع، باب ما يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة، رقم الحديث: ۱۴۴۵

❹يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ وَذَكَرَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا هَذَا =

(۸) إِنَّ الْمَنْكُوحَةَ مَوْطُوءَةٌ حُكْمًا. ❶

ترجمہ: منکوحہ حکماً موطوءہ ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت منکوحہ بن جائے تو یہ حکم کے اعتبار سے موطوءہ ہوتی ہے یعنی گویا کہ اس کی ساتھ وطی ہو چکی ہے، اب اس پر موطوءہ کا حکم لاگو ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی موطوءہ باندی کی بہن سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح تو درست ہے کیوں کہ یہ اپنے اہل یعنی عاقل اور بالغ کی طرف سے صادر ہو کر اپنے محل یعنی محلِ نکاح میں واقع ہوا ہے، اس لئے نکاح تو صحیح ہے لیکن یہ شخص نہ تو مملوکہ باندی سے وطی کر سکتا ہے اور نہ ہی اُس کی منکوحہ بہن سے۔ مملوکہ باندی سے تو وطی اس لئے جائز نہیں کہ منکوحہ اس کی بہن ہے اور وہ حکماً موطوءہ کے درجے میں ہے، اب اگر وہ مملوکہ سے وطی کرے تو ''جمع بين الأختين وطئاً'' لازم آ رہا ہے۔ البتہ اگر یہ شخص اپنی مملوکہ باندی کو بیع، تزویج یا ہبہ مع التسلیم جیسے اسباب میں سے کسی سبب سے اپنے اوپر حرام کر دے تو منکوحہ باندی سے

= الْحَدِيثُ قَالَ: يَحْرُمُ بِالرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ بِالْوِلَادَةِ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الرَّضَاعَ مِنْ أَسْبَابِ التَّحْرِيمِ، وَأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ فِي ثُبُوتِ الْحُرْمَةِ؛ لِأَنَّ ثُبُوتَ الْحُرْمَةِ بِالنَّسَبِ لِحَقِيقَةِ الْبَعْضِيَّةِ أَوْ شُبْهَةِ الْبَعْضِيَّةِ، وَفِي الرَّضَاعِ شُبْهَةُ الْبَعْضِيَّةِ بِمَا يَحْصُلُ بِاللَّبَنِ الَّذِي هُوَ جُزْءُ الْآدَمِيَّةِ فِي إِنْبَاتِ اللَّحْمِ وَإِنْشَازِ الْعَظْمِ وَإِلَيْهِ أَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: الرَّضَاعُ مَا أَنْبَتَ اللَّحْمَ وَأَنْشَزَ الْعَظْمَ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْحُرْمَةَ بِالرَّضَاعِ كَمَا تَثْبُتُ مِنْ جَانِبِ الْأُمَّهَاتِ تَثْبُتُ مِنْ جَانِبِ الْآبَاءِ وَهُوَ الزَّوْجُ الَّذِي نَزَلَ لَبَنُهَا بِوَطْئِهِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَّهَهُ بِالنَّسَبِ فِي التَّحْرِيمِ، وَالْحُرْمَةُ بِالنَّسَبِ تَثْبُتُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَكَذَلِكَ بِالرَّضَاعِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الرضاع، ج۵ ص۱۳۳، ط: دار المعرفة

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْحُرْمَةَ بِسَبَبِ الرَّضَاعِ تُعْتَبَرُ بِحُرْمَةِ النَّسَبِ فَشَمِلَ حَلِيلَةَ الِابْنِ، وَالْأَبِ مِنَ الرَّضَاعِ لِأَنَّهَا حَرَامٌ بِسَبَبِ النَّسَبِ فَكَذَا بِسَبَبِ الرَّضَاعِ وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ كَذَا فِي الْمَبْسُوطِ.

البحر الرائق: كتاب الرضاع، ج۳ ص۲۳۸، ط: دار الكتاب الإسلامي

❶ الهداية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص۳۲۸، ط: رحمانيه

وطی کرسکتا ہے اس لئے کہ مانع زائل ہوگیا۔ ❶

(۹) إِنَّ الاِسْتِمْتَاعَ بِالْجُزْءِ حَرَامٌ. ❷

ترجمہ: اپنے جزء سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے اجزاء میں سے کسی جزء سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ حرمت مصاہرہ سے چار قسم کے رشتے حرام ہوجاتے ہیں، یعنی اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب واطی پر موطوءہ عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہیں، اور مزنیہ عورت پر واطی زانی کا باپ اور بیٹا حرام ہے، مذکورہ اشخاص سے نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ وطی یہ ولد کے واسطے سے جزئیت کا سبب ہے یعنی مرد اور عورت میں جزئیت اور بعضیت پیدا کرتا ہے، گویا کہ مرد کا قبیلہ عورت کا قبیلہ ہے اور عورت کا قبیلہ مرد کا قبیلہ ہے اور یہ مزنیہ عورت اس کی جزء بن گئی، اسی طرح اس عورت کے اصول یعنی ماں دادی وغیرہ اور فروع یعنی بیٹی پوتی وغیرہ مرد کے جزء بن گئے ہیں، اب اگر واطی موطوءہ کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرے گا تو استمتاع بالجزء یعنی جزء سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا اور جزء سے فائدہ اٹھانا حرام

❶ وَلَا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ نِكَاحًا، وَلَا بِمِلْكِ يَمِينٍ وَطْئًا؛ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلا مَا قَدْ سَلَفَ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْمَعَنَّ مَاءَهُ فِي رَحِمِ أُخْتَيْنِ وَيَجُوزُ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا فِي الْمِلْكِ دُونَ الْوَطْءِ، لِأَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّصِّ حُرْمَةُ الْوَطْءِ إِجْمَاعًا. فَإِنْ كَانَ لَهُ أَمَةٌ قَدْ وَطِئَهَا، فَتَزَوَّجَ أُخْتَهَا جَازَ النِّكَاحُ؛ لِصُدُورِهِ مِنْ أَهْلِهِ وَإِضَافَتِهِ إِلَى مَحَلِّهِ. وَلَا يَطَأُ الْأَمَةَ؛ لِأَنَّ الْمَنْكُوحَةَ مَوْطُوءَةٌ حُكْمًا. وَلَا يَطَأُ الْمَنْكُوحَةَ حَتَّى يُحَرِّمَ الْأَمَةَ عَلَيْهِ، فَإِذَا حَرَّمَهَا وَطِئَ الْمَنْكُوحَةَ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ وَطِئَ الْمَمْلُوكَةَ وَطِئَ الْمَنْكُوحَةَ، وَحُرِّمَتِ الْمَمْلُوكَةُ حَتَّى يُفَارِقَ الْمَنْكُوحَةَ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب النكاح، فصل فى محرمات النكاح، ج٣ ص ٨٦، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷ الهداية: كتاب النكاح، ج ٢ ص ٣٢٩، ط: رحمانيه

ہے، لہٰذا واطی کے لئے موطوءہ کی ماں اور بیٹی سے نکاح حرام ہوگا۔ ❶

(۱۰) إِنَّ الْمَمْلُوْكِيَّةَ تُنَافِي الْمَالِكِيَّةَ. ❷

ترجمہ: مملوک ہونا مالک ہونے کے منافی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ مملوک ہونا اور مالک ہونا دو متضاد چیزیں ہیں، ایک شخص مملوک اور مالک نہیں ہوسکتا، کیونکہ جو مالک ہوگا وہ مملوک نہیں ہوسکتا اور جو مملوک ہوگا وہ مالک نہیں ہوسکتا، لہٰذا شخص واحد بیک وقت دو متضاد صفات سے متصف نہیں ہوسکتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ آقا اپنی باندی سے اور غلام اپنی مالکہ سے نکاح نہیں کرسکتا، اس لئے باندی اور غلام مملوک ہیں، اب اگر باندی بیوی بن جائے اور غلام اپنی مالکہ کا شوہر بن جائے تو مالک بن جائیں جبکہ مملوکیت مالکیت کی منافی ہے، لہٰذا شخص واحد کا مملوک ہونا اور مالک ہونا لازم آئے گا اور شخص واحد کا مملوک اور مالک ہونا جائز نہیں ہے، لہٰذا

---

❶ وَإِذَا ثَبَتَ هَذَا الْحُكْمُ فِي مَوْطُوءَةِ الْأَبِ ثَبَتَ فِي مَوْطُوءَةِ الِابْنِ، وَفِي وَطْءِ أُمِّ امْرَأَتِهِ، وَسَائِرِ مَا يَثْبُتُ بِحُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ بِالنِّكَاحِ؛ لِأَنَّ أَحَدًا لَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُمَا. وَلِأَنَّ الْوَطْءَ سَبَبٌ لِلْجُزْئِيَّةِ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ، وَلِهَذَا يُضَافُ إِلَيْهَا كَمَا يُضَافُ إِلَيْهِ، وَالِاسْتِمْتَاعُ بِالْجُزْءِ حَرَامٌ. وَالْمَسُّ وَالنَّظَرُ دَاعٍ إِلَى الْوَطْءِ، فَيُقَامُ مَقَامَهُ احْتِيَاطًا لِلْحُرْمَةِ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب النكاح، فصل محرمات النكاح، ج۳ ص۸۸، ط: مطبعة المجلس القاهرة

(قَوْلُهُ وَالزِّنَا وَاللَّمْسُ وَالنَّظَرُ بِشَهْوَةٍ يُوجِبُ حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ الزِّنَا لَا يُوجِبُ حُرْمَةَ الْمُصَاهَرَةِ؛ لِأَنَّهَا نِعْمَةٌ فَلَا تُنَالُ بِالْمَحْظُورِ، وَلَنَا: أَنَّ الْوَطْءَ سَبَبُ الْجُزْئِيَّةِ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ حَتَّى يُضَافَ إِلَى كُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَلًا فَيَصِيرُ أُصُولُهَا وَفُرُوعُهَا كَأُصُولِهِ وَفُرُوعِهِ، وَكَذَلِكَ عَلَى الْعَكْسِ وَالِاسْتِمْتَاعُ بِالْجُزْءِ حَرَامٌ إِلَّا فِي مَوْضِعِ الضَّرُورَةِ وَهِيَ الْمَوْطُوءَةُ وَالْوَطْءُ مُحَرِّمٌ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ سَبَبُ الْوَلَدِ لَا مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ زِنًا وَاللَّمْسُ وَالنَّظَرُ سَبَبٌ دَاعٍ إِلَى الْوَطْءِ فَيُقَامُ مَقَامَهُ فِي مَوْضِعِ الِاحْتِيَاطِ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، فصل فى بيان المحرمات، ج۳ ص۱۰۵، ط: دار الكتاب الإسلامى

❷ الهداية: كتاب النكاح، ج۲ ص۳۳۰، ط: رحمانیہ

مذکورہ اشخاص سے نکاح بھی درست نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ نکاح ایسے فوائد وثمرات پر مشتمل ہے جو میاں بیوی کے درمیان مشترک اور منقسم ہیں، چنانچہ نکاح سے ایک طرف شوہر کو قدرت علی الوطی، منع عن الخروج، حصولِ ولد اور تربیت ورضاعت وغیرہ کے منافع حاصل ہوتے ہیں، تو دوسری طرف بیوی کو مہر، نفقہ، کسوہ اور شوہر کے مجبوب یا عنین ہونے کی صورت میں خیارِ فسخ جیسے اہم منافع حاصل ہوتے ہیں، اس لئے اشتراکِ منافع کے پیش نظر میاں بیوی میں سے ہر ایک مالک بھی ہے اور مملوک بھی۔ اور مالکیت مملوکیت کے منافع ہے اس لئے ان کا عقد درست نہیں۔ ❶

(۱۱) إِنَّ لِلرِّقِّ اَثَرًا فِي تَنْصِيفِ النِّعْمَةِ. ❷

---

❶(وَأَمَتِهِ وَسَيِّدَتِهِ) أَيْ حَرُمَ عَلَيْهِ نِكَاحُ أَمَتِهِ وَحَرُمَ عَلَى الْعَبْدِ نِكَاحُ سَيِّدَتِهِ لِلْإِجْمَاعِ عَلَى بُطْلَانِهِ وَلِأَنَّ النِّكَاحَ لَمْ يُشْرَعْ إِلَّا مُثْمِرًا ثَمَرَاتٍ مُشْتَرَكَةً بَيْنَ الْمُتَنَاكِحَيْنِ يُوجِبُ لَهُ عَلَيْهَا التَّمْكِينَ مِنْ نَفْسِهَا وَقَرَارَهَا فِي بَيْتِهِ وَخِدْمَةً دَاخِلَ الْبَيْتِ وَيُوجِبُ لَهَا عَلَيْهِ الْمَهْرَ وَالنَّفَقَةَ وَالسُّكْنَى وَالْكِسْوَةَ وَالْقَسْمَ، وَالْمَمْلُوكِيَّةُ تُنَافِي الْمَالِكِيَّةَ فَيَمْتَنِعُ وُقُوعُ الثَّمَرَةِ عَلَى الشَّرِكَةِ فَلَا يُشْرَعُ لِمَا عُرِفَ أَنَّ كُلَّ تَصَرُّفٍ لَا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ مَقْصُودُهُ لَا يَكُونُ مَشْرُوعًا وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ النِّكَاحِ التَّوَادُّ وَالْإِحْسَانُ، وَمَقْصُودُ الرِّقِّ الِامْتِهَانُ وَالْقَهْرُ بِسَبَبِ مَا سَبَقَ مِنْهُ مِنَ الْكُفْرِ فَلَا يَجْتَمِعَانِ لِلتَّضَادِّ.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، فصل في المحرمات في النكاح، ج۳ ص ۱۰۹، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

(قَوْلُهُ: لِأَنَّ الْمَمْلُوكِيَّةَ إلَخ) عِلَّةُ الْمَسْأَلَتَيْنِ. قَالَ فِي الْفَتْحِ: لِأَنَّ النِّكَاحَ مَا شُرِعَ إلَّا مُثْمِرًا ثَمَرَاتٍ فِي الْمِلْكِ بَيْنَ الْمُتَنَاكِحَيْنِ، مِنْهَا: مَا تَخْتَصُّ هِيَ بِمِلْكِهِ كَالنَّفَقَةِ وَالسُّكْنَى وَالْقَسْمِ وَالْمَنْعِ مِنَ الْعَزْلِ إلَّا بِإِذْنٍ، وَمِنْهَا: مَا يَخْتَصُّ هُوَ بِمِلْكِهِ كَوُجُوبِ التَّمْكِينِ، وَالْقَرَارِ فِي الْمَنْزِلِ وَالتَّحَصُّنِ عَنْ غَيْرِهِ، وَمِنْهَا: مَا يَكُونُ الْمِلْكُ فِي كُلٍّ مِنْهَا مُشْتَرَكًا كَالِاسْتِمْتَاعِ مُجَامَعَةً، وَمُبَاشَرَةً وَالْوَلَدُ فِي حَقِّ الْإِضَافَةِ، وَالْمَمْلُوكِيَّةُ تُنَافِي الْمَالِكِيَّةَ فَقَدْ نَافَتْ لَازِمَ عَقْدِ النِّكَاحِ، وَمُنَافِي اللَّازِمِ مُنَافٍ لِلْمَلْزُومِ.

رد المحتار: كتاب النكاح، فصل في المحرمات في النكاح، ج۳ ص ۴۴، ط: دار الفكر

❷الهداية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص ۳۳۱، ط: رحمانیہ

ترجمہ: رقیت تصیفِ نعمت میں مؤثر ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح رقیت کی وجہ سے عقوبات میں تنصیف اور کمی ہوجاتی ہے کہ غلام یا باندی کوآزاد کے بالمقابل نصف سزادی جاتی ہے، اسی طرح انعامات میں بھی کمی ہوتی ہے کہ آزاد کوچار نکاح کرنے کی اجازت ہے جبکہ غلام دو نکاح کرسکتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص کے نکاح میں آزاد عورت ہے تو اس کے لئے آزاد پر باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے یعنی آزاد عورت کی موجودگی میں باندی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا، کیونکہ رقیت یہ نعمت کی تنصیف میں مؤثر ہے اور اسی وجہ سے یہ محل کے حلال ہونے میں بھی نصف ہوگی اور یہ تنصیف اس وقت ہوگی جب باندی سے حالت انفراد میں شادی کرے نہ کہ حالتِ انضمام میں یعنی آزاد کے ساتھ جمع کرنے کی صورت میں تنصیف ثابت نہ ہوگی، لہذا آزاد کی موجودگی میں باندی کے ساتھ نکاح نہیں کرے گا، جبکہ اس کے بالمقابل آزاد عورت سے بحالت انفراد بھی نکاح کرسکتا ہے اور باندی کے نکاح میں ہوتے ہوئے یعنی حالتِ انضمام میں بھی نکاح کرسکتا ہے، تو باندی کے ساتھ صرف حالتِ انفراد میں نکاح درست ہے، تو معلوم ہوا کہ عقوبات کی طرح انعامات میں بھی تنصیف ہے۔ [1]

---

[1] فَيَظْهَرُ أَنَّ حُكْمَ هَذَا الْحَدِيثِ لِإِرَادَةِ تَنْصِيفِ الْأَحْوَالِ جَرْيًا عَلَى مَا اسْتَقَرَّ مَنُوطًا بِالرِّقِّ، وَذَلِكَ أَنَّ لِنِكَاحِهَا حَالَتَيْ انْضِمَامٍ إلَى نِكَاحِ حُرَّةٍ سَابِقَةٍ وَانْفِرَادٍ عَنْهُ، فَالتَّنْصِيفُ إذَا كَانَ إمْكَانُ الْحَالَتَيْنِ قَائِمًا بِتَصْحِيحِ نِكَاحِهَا فِي حَالَةٍ دُونَ حَالَةٍ، وَتَصْحِيحُ نِكَاحِ الْحُرَّةِ فِي الْحَالَتَيْنِ حَالَةُ الِانْفِرَادِ وَالِانْضِمَامِ إلَى أَمَةٍ سَابِقَةٍ ثُمَّ عَيَّنَ الشَّرْعُ لِلْمَنْعِ حَالَةَ الِانْضِمَامِ إلَى الْحُرَّةِ لِمَا فِي اعْتِبَارِ نَقْصِهَا عَنْ الْحُرَّةِ فِي كَثِيرٍ مِنْ الْأَحْكَامِ مِنْ مُنَاسَبَةِ ذَلِكَ.

فتح القدير: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۳ ص۳۲۸، ط: دار الفكر

(حل المحلية في الانفراد) وهي إذا تزوج الأمة ولم يكن تحته حرة (دون حالة الانضمام) وهي إما الجمع بين الحرة والأمة في عقد النكاح، أو تزوج الأمة على الحرة تقدير هذا أن في الحقيقة حالتين: حالة الانضمام مع الحرة. وحالة الانفراد عنها، فيثبت الحل في حالة الانفراد دون حالة الانضمام، وهو تزوجها على الحرة أو مع الحرة، والتزوج على الحرة انضمام، لأن كل فعل يقبل الامتداد يعطى لبقائه حكم الابتداء. وحكم النكاح من ذلك، فيجعل الانضمام على هذا الطريق.

البناية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۵ ص۵۲، ط: دار الكتب العلمية

(۱۲) إِنَّ التَّنْصِيصَ عَلَى الْعَدَدِ يَمْنَعُ الزِّيَادَةَ عَلَيْهِ. ❶

ترجمہ: عدد کی صراحت اس پر زیادتی سے مانع ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی متعین عدد پر صراحت کی جاتی ہے، تو یہ صریح اس معلوم عدد پر اضافہ کرنے کو روکتی ہے یعنی اس پر اضافہ درست نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ آزاد آدمی چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے چاہے وہ چار آزاد ہوں یا باندیاں ہوں یا بعض آزاد اور بعض باندیاں ہوں، لیکن ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا، کیونکہ قرآن کریم میں چار کے عدد کی صراحت ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ. (النساء: ۳)

آیت کریمہ میں لفظ ''رباع'' سے چار کے عدد کی صراحت کر دی گئی ہے، اس لئے بیک وقت چار عورتوں سے زائد کو نکاح میں رکھنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ عدد کی صراحت اس پر زیادتی سے مانع ہوتی ہے۔ ❷

(۱۳) إِنَّ الْعِبْرَةَ فِي الْعُقُوْدِ لِلْمَعَانِيْ. ❸

ترجمہ: عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عقود مثلاً عقد بیع، عقد نکاح وغیرہ میں الفاظ کا اعتبار

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص ۳۳۲، ط: رحمانیہ

❷ (وَأَرْبَعٍ مِنَ الْحَرَائِرِ وَالْإِمَاءِ) أَيْ حَلَّ تَزَوُّجُ أَرْبَعٍ مِنَ الْحَرَائِرِ وَالْإِمَاءِ وَلَا يَجُوزُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ) وَالنَّصُّ عَلَى الْعَدَدِ يَمْنَعُ الزِّيَادَةَ عَلَيْهِ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ مِنَ الْإِمَاءِ إِلَّا وَاحِدَةٌ؛ لِأَنَّ جَوَازَهُ ضَرُورِيٌّ عِنْدَهُ وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِوَاحِدَةٍ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا تَلَوْنَا؛ إِذْ لَفْظُ النِّسَاءِ يَنْتَظِمُ الْحَرَائِرَ وَالْإِمَاءَ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ) (وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ).

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص ۱۱۲، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❸ الهداية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص ۳۳۴، ط: رحمانیہ

نہیں بلکہ معانی کا اعتبار ہوتا ہے یعنی حکم معانی پر مرتب ہوتا ہے، کیونکہ مقصود اصلی معانی ہوتے ہیں الفاظ بمنزلہ سانچے کے ہوتے ہیں، اور "**العبرة في العقود للمعاني لا للمباني**"

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ نکاح مؤقت باطل ہے (نکاح مؤقت یہ ہے کہ انسان عورت سے یوں کہے "**أتزوجک بشهادة شاهدين عشرة أيام**" میں دو گواہوں کی موجودگی میں دس دن کے لئے تم سے نکاح کرتا ہوں، اور نکاحِ متعہ کہا جاتا ہے کہ مرد کسی عورت سے یہ کہے کہ میں اتنے مال کے عوض اتنے دنوں تک تم سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں "**أتمتع بک كذا مدة بكذا من المال**" ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نکاحِ مؤقت میں لفظ نکاح یا تزویج ہوتا ہے جبکہ متعہ میں تمتع اور استمتاع کے الفاظ ہوتے ہیں، نیز نکاحِ مؤقت میں شہادۃ شاہدین شرط ہے، جبکہ متعہ بغیر شہادت کے بھی منعقد ہو جاتا ہے) نکاح مؤقت اور متعہ معنی کے اعتبار سے متحد ہیں کیونکہ دونوں میں مدت کی تعیین ہوتی ہے، تو جو حکم متعہ کا ہوگا وہی حکم نکاحِ مؤقت کا بھی ہوگا، متعہ چونکہ بالا جماع حرام ہے تو نکاحِ مؤقت بھی حرام ہوگا، کیونکہ یہ دونوں عقود ہیں اور عقود میں اعتبار معانی کا ہے نہ کہ الفاظ کا۔ [1]

---

[1] (ولنا أنه) أى النكاح بالتوقيت (أتى بلفظ المتعة) يعنى أتى بمعنى المتعة بلفظ النكاح؛ لأن معنى المتعة هو الاستمتاع بالمرأة لا لقصد مقاصد النكاح، وهو موجود فيما نحن فيه، لأنها لا تحصل فى مدة قليلة (والعبرة فى العقود للمعانى) لا للألفاظ ألا ترى أن الكفالة بشرط براءة الأصيل حوالة، والحوالة بشرط مطالبة الأصيل كفالة.

(قَوْلُهُ وَلَنَا أَنَّهُ أَتَى بِمَعْنَى الْمُتْعَةِ وَالْعِبْرَةِ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي) وَلِذَا لَوْ قَالَ جَعَلْتُكَ وَكِيلًا بَعْدَ مَوْتِي انْعَقَدَ وَصِيَّةً، أَوْ جَعَلْتُكَ وَصِيًّا فِي حَيَاتِي انْعَقَدَ وَكَالَةً، وَلَوْ أَعْطَى الْمَالَ مُضَارَبَةً وَشَرَطَ الرِّبْحَ لِلْمُضَارِبِ كَانَ قَرْضًا أَوْ لِرَبِّ الْمَالِ كَانَ بِضَاعَةً.

البناية: كتاب النكاح، فصل فى بيان المحرمات، ج۵ ص۶۵، ط: دار الكتب العلمية

(قَوْلُهُ وَلَنَا أَنَّهُ أَتَى بِمَعْنَى الْمُتْعَةِ وَالْعِبْرَةِ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي) وَلِذَا لَوْ قَالَ جَعَلْتُكَ وَكِيلًا بَعْدَ مَوْتِي انْعَقَدَ وَصِيَّةً، أَوْ جَعَلْتُكَ وَصِيًّا فِي حَيَاتِي انْعَقَدَ وَكَالَةً، وَلَوْ أَعْطَى الْمَالَ مُضَارَبَةً وَشَرَطَ الرِّبْحَ لِلْمُضَارِبِ كَانَ قَرْضًا أَوْ لِرَبِّ الْمَالِ كَانَ بِضَاعَةً.

فتح القدير: كتاب النكاح، فصل فى بيان المحرمات، ج۳ ص۲۴۹، ط: دار الفكر

(۱۴) إِنَّ الْبُطْلَانَ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمُبْطِلِ. ❶

ترجمہ: بطلان مبطل کے بقدر ثابت ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں بطلان مبطل کے بقدر ثابت ہوگا یعنی جس میں مبطل پایا جائے گا بطلان بھی اسی کے لئے ثابت ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک ہی عقد کے تحت دو عورتوں سے نکاح کیا، ان میں سے ایک عورت محل نکاح تھی اور دوسری نہیں تھی نسبی قرابت یا رضاعت وغیرہ کی وجہ سے، تو اس صورت میں جس عورت کے ساتھ نکاح حلال تھا اس کے ساتھ نکاح درست ہو جائے گا اور دوسری عورت کے ساتھ نکاح باطل ہوگا، کیونکہ یہاں مبطل ایک میں پایا جاتا ہے اور بطلان بقدرِ مبطل ثابت ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی بطلان بقدر مبطل ثابت ہوگا، اور ایک کے ساتھ نکاح درست ہوگا اور دوسری کے ساتھ نکاح باطل ہوگا۔ ❷

(۱۵) إِنَّ الدَّفْعَ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى الْقَضَاءِ بِخِلَافِ الْإِلْزَامِ. ❸

ترجمہ: دفع قضاء کا محتاج نہیں ہوتا برخلاف الزام کے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز دفع کرنے کے قبیل سے ہو یعنی اپنے آپ سے کسی ضرر کو دفع کرنا تو اس میں قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہوتی، برخلاف دوسرے پر الزام قائم کرنا ہو تو اس میں قضاء قاضی کی ضرورت ہوگی۔

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص ۳۳۴، ط: رحمانیہ

❷ وَصُورَتُهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَتَيْنِ إِحْدَاهُمَا لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا بِأَنْ كَانَتْ مَحْرَمًا لَهُ أَوْ ذَاتَ زَوْجٍ أَوْ وَثَنِيَّةً وَالْأُخْرَى يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا صَحَّ نِكَاحُ مَنْ تَحِلُّ وَبَطَلَ نِكَاحُ الْأُخْرَى، لِأَنَّ الْمُبْطِلَ فِي إِحْدَاهُمَا فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهُ يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَقَبُولُ الْعَقْدِ فِيمَا لَا يَجُوزُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْعَقْدِ فِيمَا يَجُوزُ، وَالنِّكَاحُ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ فَافْتَرَقَا.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، ج۲ ص ۱۱۴، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❸ الهداية: كتاب النكاح، ج۲ ص ۳۳۹، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ خیارِ بلوغ میں قضاء قاضی شرط ہے، باپ دادا کے علاوہ اگر کسی نے بچپن میں نکاح کیا ہو تو بلوغت کے بعد خیارِ بلوغ حاصل ہوگا، چاہے تو وہ اپنے نکاح کو باقی رکھیں اور چاہے تو فسخ کر دیں، لیکن فسخ نکاح قاضی کے فیصلے سے ہوگا، اس لئے کہ جب وہ نکاح کو فسخ کر رہیں تو گویا وہ دوسرے پر جس نے ولی بن کر نکاح کیا تھا اس پر الزام لگا رہے ہیں کہ میرا نکاح مناسب جگہ نہیں ہوا، تو یہ الزام علی الغیر ہوا، اور دفع الزام قاضی کا منصب ہے، لہٰذا خیارِ بلوغ کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار قاضی کو ہوگا۔ برخلاف خیارِ عتق کہ اس میں قضاء قاضی شرط نہیں ہے، اس لئے کہ باندی جب تک آزاد نہیں ہوئی تھی تو اس کا شوہر دو طلاقوں کا مالک تھا اور جب آزاد ہوگئی تو اب تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا، تو گویا معتقہ پر آزادی کی وجہ سے ملک میں اضافہ ہوگیا، اور چونکہ زیادتی ملک باندی پر ہوئی غلام پر نہیں، اس لئے خیارِ عتق باندی کو حاصل ہوگا غلام کو نہیں، اور جب خیارِ عتق کی وجہ سے فسخ نکاح میں صرف دفع ضرر ہے الزام علی الغیر نہیں ہے تو فسخ نکاح میں قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ [1]

---

[1] قَوْلـه حَتَّـى يـنقضه القَاضِي على قَول من يَجْعَل لَهُ الْخِيَار بِخِلَاف خِيَار الْمخيرة والمعتقة فَإِن ثـمَّة يـرتفع النِّكَاح بِالرَّدِّ لِأَن النَّقْض بِخِيَار الْبلُوغ كَانَ للدَّفْع عَن ضَرَر خَفِي وَهُوَ قُصُور شَفَقَة الْوَلِيّ فَجعل إلزاماً فِي حق الْخصم الآخر والإلزام يفْتَقر إِلَى الْقَضَاء وَأما خِيَار الْعتْق كَانَ لدفع ضَرَر ظَاهر وَهُوَ زِيَادَة الملك عَلَيْهَا فَكَانَ دفعا وَالدَّفْع لَا يفْتَقر إِلَى الْقَضَاء .

النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير: كتاب النكاح، باب تزويج البكر والصغيرين، ص۱۷۳، ط: عالم الكتب

باب فی الأولیاء والأکفاء

(۱۶) إِنَّ وِلَايَةَ النِّكَاحِ تَبْتَنِيُ عَلَى النَّظْرِ. ❶

ترجمہ: نکاح کی ولایت شفقت پرمبنی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کرانے کی ولایت اوراختیار کی بنیادشفقت پر ہے،یعنی جس شخص سے بھی شفقت متحقق ہوگی اس کے لئے ولایت نکاح بھی ثابت ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عصبہ کے علاوہ دوسرا اقریبی رشتہ دار بھی نکاح کرا سکتا ہے، کیونکہ ولایت نکاح شفقت پرمبنی ہے اور شفقت اس شخص کے سپرد کردینے سے متحقق ہوسکتی ہے جوایسی رشتہ داری کے ساتھ خاص ہو جوشفقت کا تقاضا کرنے والی ہو،لہذا جب ولایت تزویج کی بنیادنظر وشفقت پر ہے تو یہ شفقت غیرعصبات سے بھی متحقق ہوسکتی ہے،لہذا ولایت تزویج بھی غیرعصبات کو حاصل ہوگی۔ چونکہ ماموں اور خالہ وغیرہ میں قرابت بھی ہے اور شفقت بھی ہے اس لئے عصبات کی عدم موجودگی میں یہ لوگ ولایتِ نکاح کے مالک ہوں گے اور اِن کا نکاح کرنا درست ہوگا۔ ❷

فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها

(۱۷) إِنَّ الْوَاحِدَ لَا يَصْلُحُ فُضُوْلِيًّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ أَوْ فُضُوْلِيًّا مِنْ جَانِبٍ وَأَصِيْلًا مِنْ جَانِبٍ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ. ❸

ترجمہ: طرفین کے نزدیک شخص واحد جانبین سے فضولی یا ایک جانب سے فضولی اور ایک جانب سے اصیل نہیں ہوسکتا۔

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، ج ۲ ص ۳۴۰، ط: رحمانیہ

❷ (التَّزْوِيجُ عِنْدَ الْإِمَامِ) وَهُوَ اسْتِحْسَانٌ؛ لِأَنَّ الْوِلَايَةَ نَظَرِيَّةٌ، وَالنَّظْرُ يَتَحَقَّقُ بِالتَّفْوِيضِ إِلَى مَنْ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِالْقَرَابَةِ الْبَاعِثَةِ عَلَى الشَّفَقَةِ.

مجمع الأنهر: كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، ج ۱ ص ۳۳۸، ط: دار إحياء التراث العربي

❸ الهداية: كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها، ج ۲ ص ۳۴۴، ط: رحمانیہ

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی آدمی جانبین سے فضولی بن کر یا ایک جانب سے فضولی اور ایک جانب سے اصیل بن کر نکاح نہیں کرا سکتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اے لوگو! تم گواہ بن جاؤ فلانی عورت سے میں نے نکاح کر لیا ہے، لیکن اس مجلس میں عورت کی جانب سے کسی نے قبول نہیں کیا، اس کے بعد عورت کو خبر ملی اور اس نے اجازت دیدی تو طرفین کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، طرفین کے ہاں عدم جواز کی وجہ یہ اصول ہے کہ ایک شخص ایک جانب سے اصیل اور دوسری جانب سے فضولی یا دونوں جانب سے فضولی نہیں ہوسکتا۔ [1]

---

[1] قَوْلُه وَقَالَ أَبُو يُوسُف إِلَخ وعَلى هَذَا الْخلاف إِذا قَالَ الْفُضُولِيّ أشهدوا أَنِّي قد زوجت فُلَانَة من فَلَان فبلغها الْخَبَر فَأجَاز لم يجز عِنْد أبي حنيفَة وَمُحَمّد خلَافًا لأبي يُوسُف وَالْحَاصِل أَن الْوَاحِد يصلح وَكيلا وَأَصِيلا من الْجَانِبَيْنِ أَو أصيلاً من جَانب ووكيلاً من جَانب حَتَّى نفذ العقد وَأما الْوَاحِد هَل يصلح فضولياً من الْجَانِبَيْنِ أَو أصيلاً من جَانب فضولياً من جَانب أَو وَكيلا من جَانب فضو اليا من جَانب حَتَّى يتَوَقَّف العقد وَرَاء الْمجْلس على إجَازَته فَعِنْدَ أبي حنيفَة وَمُحَمّد (رحمهمَا الله) لَا يصلح وَعند أبي يُوسُف يصلح لأبي يُوسُف ان الْوَاحِد يتَوَلَّى العقد من الْجَانِبَيْنِ فِي بَاب النِّكَاح فَإِذا كَانَ فضولياً وَجب أَن يتَوَقَّف فَصَارَ هَذَا كتالخلع وَالطَّلَاق على مَال حَتَّى يتَوَقَّف على قبلهَا فِي غير الْمجْلس فَكَذَا هَذَا وَلَهُمَا أَن هَذَا شطر العقد وَشطر العقد لَا يتَوَقَّف على غير الْمجْلس كَالْبيع فَإِذا كَانَ غَائِبا كَانَ شطراً وَشطر العقد لَا يتَوَقَّف مَا وَرَاء الْمجْلس كَالْبيع إِلَّا إِذا صَار كل العقد مَوْجُودا حكما بِحكم الْولَايَة أَو الْأَمر لِأَن كَلَامه بِحكم الْولَايَة وَالْأَمر صَار بِمَنْزِلَة الْكَلَامَيْنِ فَصَارَ هُوَ الشحصين فَإِذا انعدمت الْولَايَة الْأَمر غاد الْأَمر إِلَى حَقِيقَته وَهُوَ كَلَام فَرد حَقِيقَة.

النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير: كتاب النكاح، باب في الإكفاء، ص ۱۷۵، ط: عالم الكتب

باب المهر

(۱۸) إِنَّ الْمَفْرُوْضَ بَعْدَ الْعَقْدِ كَالْمَفْرُوْضِ فِي الْعَقْدِ عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ. ❶

ترجمہ: امام ابو یوسف کے نزدیک عقد کے بعد مہر مقرر کرنا عقد میں مقرر کرنے کی طرح ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مہر میں جو اضافہ عقد نکاح کے بعد مقرر کیا جاتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عقد نکاح کے وقت مقرر کیا جائے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بات بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے عقد نکاح کے بعد مہر میں اضافہ کر دیا مثلاً عورت کا مہر پانچ سو درہم تھا شوہر نے سات سو درہم کر دیا اور عورت نے مجلس میں قبول کر لیا تو شوہر پر اصل مہر کے ساتھ اضافہ بھی لازم ہوگا، اب اگر طلاق قبل الدخول ہوگئی تو طرفین کے نزدیک مفروض فی العقد کی تنصیف ہوگی اور مفروض بعد العقد کی تنصیف نہیں ہوگی، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مہر مسمی اور اضافہ دونوں کی تنصیف ہوگی، ان کے ہاں مفروض فی العقد اور مفروض بعد العقد دونوں برابر ہیں، جب مفروض فی العقد کی تنصیف ہوگی تو مفروض بعد العقد کی بھی تنصیف ہوگی، اس لئے کہ قرآن کریم میں "فنصف ما فرضتم" اور "ولا فصل فيه بين المفروض في العقد وبين المفروض بعد العقد فينصف هذا كما ينتصف ذلك" آیت میں تنصیف فی العقد اور بعد العقد کی کوئی صراحت نہیں ہے، لہذا یہ اطلاق دونوں پر جاری ہوگا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۳۴۷، ط: رحمانيه

❷ (وَالْمُتْعَةُ إِنْ طَلَّقَ قَبْلَ الدُّخُولِ) وَلَا يَتَنَصَّفُ؛ لِأَنَّ السَّبَبَ مَخْصُوصٌ بِالْمَفْرُوضِ فِي الْعَقْدِ بِالنَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ) وَالْمَفْرُوضُ بَعْدَهُ لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ (وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ) لَهَا فِي قَوْلِهِ الْأَوَّلِ كَمَا صُرِّحَ بِهِ فِي أَكْثَرِ الْمُعْتَبَرَاتِ فَالْأَوْلَى أَنْ يَقُولَ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ كَمَا لَا يَخْفَى (نِصْفُ مَا فَرَضَ) بَعْدَ الْعَقْدِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ؛ لِأَنَّهُ صَارَ مَفْرُوضًا فَيَتَنَاوَلُهُ النَّصُّ.

مجمع الأنهر: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۱ ص ۳۴۹، ط: دار إحياء التراث العربي

وقال أبو يوسف: تتنصف مع الأصل؛ لأنها تلتحق بأصل العقد.

اللباب في شرح الكتاب: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۳ ص ۱۶، ط: المكتبة العلمية

(۱۹) إِنَّهُ لَا يُبَالَىٰ اِخْتِلَافُ السَّبَبِ عِنْدَ حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ. ❶

ترجمہ: مقصود کے حصول کے وقت سبب کے مختلف ہونے کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب مقصود حاصل ہو جائے اس وقت اگر چہ سبب بدل جائے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، کیونکہ اصل تو مقصود کا حصول ہے سبب تو ایک ذریعہ اور موصل ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر عورت نے ابھی تک مہر پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس نے اس مہر مسمّٰی کو اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا، پھر شوہر نے اس عورت کو دخول سے پہلے طلاق دیدی، ان میں کوئی ایک بھی دوسرے پر کسی چیز کا رجوع نہیں کر سکتا، یعنی ابھی نہ شوہر عورت سے نصف مہر مانگ سکتا ہے اور نہ عورت، اس لئے کہ طلاق قبل الدخول کی صورت میں عورت ''فنصف ما فرضتم'' کی مستحق ہوتی ہے اور نصفِ آخر شوہر کو ملتا ہے، اب شوہر جس چیز کا طلاق قبل الدخول کی صورت میں مستحق تھا بعینہ وہی شے مستحقہ ہبہ کی صورت میں اس تک پہنچ چکی ہے اور مقصود بھی شے مستحق کا بعینہ پہنچنا تھا اور جب مقصود حاصل ہو جائے تو سبب کے اختلاف کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، یہاں شوہر کو اس کا نصف حصہ تو مل ہی گیا مزید نصف اور بھی ہبہ کی صورت میں مل گیا، اور اصول ہے ''لا يبالى باختلاف السبب عند حصول المقصود'' یہ اس طرح ہے جیسے زید کے بکر پر سو (۱۰۰) روپے قرض ہے، پھر بکر نے زید سے دوسو (۲۰۰) روپے قرض لیا، اب خواہ بکر زید کو دوسو روپے دے کر اپنا سو روپیہ واپس لے یا پھر سو روپے دے کر اپنا سو روپے وضع کرا دے دونوں صورتیں برابر ہیں، اس لئے کہ حصولِ مقصود کے وقت اختلافِ سبب کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اس کی مثال یہ مسئلہ بھی ہے کہ مشتری نے بیع فاسد کی صورت میں مبیع پر قبضہ کیا پھر مشتری نے وہی مبیع بائع کو ہبہ کر دی تو قیمت کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ مقصود حاصل ہو گیا اور اختلافِ سبب کا اعتبار نہیں ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۳۵۰، ط: رحمانيه

❷ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ وَصَلَ إِلَيْهِ عَيْنُ مَا يَسْتَحِقُّهُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ وَهُوَ بَرَاءَةُ ذِمَّتِهِ مِنْ نِصْفِ الْمَهْرِ فَلَا يُبَالَى بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ عِنْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ نَظِيرُهُ بَاعَ بَيْعًا فَاسِدًا وَقَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ، ثُمَّ وَهَبَهُ لِلْبَائِعِ لَا يَضْمَنُ قِيمَتَهُ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَلَا اعْتِبَارَ بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۱۴۷، ط: المطبعة الكبرى الأميرية =

(۲۰) إِنَّ الْبَيْعَ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَايَقَةِ وَالْمُمَاكَسَةِ بِخِلَافِ النِّكَاحِ فَإِنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُسَامَحَةِ. ❶

ترجمہ: بیع کی بنیاد تنگی اور ٹال مٹول پر ہے برخلاف نکاح کے اس کا مدار چشم پوشی اور آسانی پر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بیع کی بنیاد مشقت، تنگی اور ٹال مٹول پر ہے، جبکہ نکاح کی بنیاد یسر اور سہولت پر ہے، یعنی بعض چیزیں ایسی ہیں جو بیع میں تو قابل برداشت نہیں ہوتیں لیکن نکاح میں برداشت ہوتی ہیں اس لئے کہ نکاح کی بنیاد آسانی پر ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا حیوان پر یعنی مہر میں حیوان مقرر کیا لیکن وصف نہیں بیان کیا، مثلاً اعلیٰ ہونا، متوسط ہونا، ردی ہونا وغیرہ، البتہ جنس حیوان بیان کیا مثلاً بکری یا گائے وغیرہ، تو یہ نکاح درست ہوگا، اب شوہر پر متوسط درجے کا حیوان دینا لازم ہوگا، کیونکہ اگرچہ شوہر نے حیوان کی صفت بیان نہیں کی لیکن چونکہ نکاح کی بنیاد سہولت پر ہے اسی وجہ سے وصف میں جہالت برداشت کی جائے گی لیکن اگر بیع میں وصف بیان نہ کیا گیا ہو تو بیع درست نہیں ہوگی، یہاں تک کہ معمولی عیب کی وجہ سے بھی مبیع کو لوٹا دیا جائے گا اس لئے کہ بیع کی بنیاد تنگی پر ہے اور نکاح کی بنیاد نرمی اور آسانی پر ہے اس لئے جہالت برداشت کی جاتی ہے جیسے مہر مثل میں جہالت۔ یاد رہے کہ نکاح میں بیانِ جنس ضروری ہے اگر جنس بھی بیان نہ کی تو نکاح نہیں ہوگا اس لئے کہ جب جنس معلوم نہ ہو تو وصف بھی معلوم نہیں ہو سکتا، البتہ بیانِ وصف ضروری نہیں ہے، برخلاف بیع کہ اس میں جنس اور وصف دونوں کی وضاحت ضروری ہے۔ ❷

= وَوَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ وَصَلَ إِلَيْهِ عَيْنُ مَا يَسْتَحِقُّهُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ وَهُوَ بَرَاءَةُ ذِمَّتِهِ عَنْ نِصْفِ الْمَهْرِ وَلَا يُبَالَى بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ عِنْدَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ وَلَهُ نَظَائِرُ مِنْهَا مَا فِي مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ الْغَاصِبُ إِذَا وَهَبَ الْمَغْصُوبَ لِلْمَغْصُوبِ مِنْهُ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص ۱۶۹ ط: دار الكتاب الإسلامی

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص ۳۵۲، ط: رحمانیہ

❷ وَلِأَنَّ جَهَالَةَ الْوَسَطِ مِنْ هَذِهِ الْأَصْنَافِ مِثْلُ جَهَالَةِ مَهْرِ الْمِثْلِ أَوْ أَقَلُّ فَتِلْكَ الْجَهَالَةُ لَمَّا لَمْ تَمْنَعْ صِحَّةَ تَسْمِيَةِ الْبَدَلِ، فَكَذَا هَذِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا تَصِحُّ تَسْمِيَتُهُ ثَمَنًا فِي الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ =

(۲۱) إِنَّ النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ. ❶

ترجمہ: نکاح شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا برخلاف بیع کے (وہ شروطِ فاسدہ سے باطل ہو جاتی ہے)

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نکاح میں اگر ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو یعنی شرطِ فاسد تو اس سے نکاح باطل نہ ہوگا بلکہ وہ شرطِ فاسد خود باطل ہوگی برخلاف بیع کے کہ بیع شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع میں مقصود مال ہوتا ہے جبکہ نکاح میں مقصود مال نہیں ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مسلمان نے شراب یا خنزیر کو مہر بنا کر کسی عورت سے نکاح کیا تو یہ نکاح تو درست ہوگا لیکن اس عورت کو شراب یا خنزیر کی جگہ مہرِ مثل ملے گا، اس لئے کہ شراب اور خنزیر کی شرط لگانا شرطِ فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا لہٰذا نکاح بدستور باقی رہے گا، مسلمان کے حق میں شراب یا خنزیر کا تملک اور تملیک محال ہے، اس لئے اس کا تسمیہ فاسد ہوگا اور فسادِ تسمیہ کی صورت میں مہرِ مثل لازم ہوتا ہے، اس لئے یہاں بھی مہر

= لَا يَحْتَمِلُ جَهَالَةَ الْبَدَلِ أَصْلًا قَلَّتْ أَوْ كَثُرَتْ، وَالنِّكَاحُ يَحْتَمِلُ الْجَهَالَةَ الْيَسِيرَةَ مِثْلَ جَهَالَةِ مَهْرِ الْمِثْلِ، وَإِنَّمَا كَانَ كَذَلِكَ؛ لِأَنَّ مَبْنَى الْبَيْعِ عَلَى الْمُضَايَقَةِ وَالْمُمَاكَسَةِ، فَالْجَهَالَةُ فِيهِ وَإِنْ قَلَّتْ تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَمَبْنَى النِّكَاحِ عَلَى الْمُسَامَحَةِ وَالْمُرُوءَةِ، فَجَهَالَةُ مَهْرِ الْمِثْلِ فِيهِ لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَهُوَ الْفَرْقُ.

بدائع الصنائع: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۲۸۳، ط: دار الكتب العلمية

وَإِنَّمَا صَحَّتُ التَّسْمِيَةُ مَعَ هَذِهِ الْجَهَالَةِ؛ لِأَنَّ النِّكَاحَ مُعَاوَضَةُ مَالٍ بِغَيْرِ مَالٍ فَجَعَلْنَا الْتِزَامَ الْمَالِ ابْتِدَاءً حَتَّى لَا يَفْسُدَ بِأَصْلِ الْجَهَالَةِ كَالدِّيَةِ وَالْأَقَارِيرِ وَشَرَطْنَا أَنْ يَكُونَ الْمُسَمَّى مَالًا وَسَطُهُ مَعْلُومٌ رِعَايَةً لِلْجَانِبَيْنِ وَذَلِكَ عِنْدَ إِعْلَامِ الْجِنْسِ، لِأَنَّهُ يَشْتَمِلُ عَلَى الْجَيِّدِ وَالرَّدِيءِ وَالْوَسَطُ ذُو حَظٍّ مِنْهُمَا بِخِلَافِ جَهَالَةِ الْجِنْسِ؛ لِأَنَّهُ وَاسِطَةٌ لِاخْتِلَافِ مَعَانِي الْأَجْنَاسِ وَبِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ مَبْنَاهُ عَلَى الْمُضَايَقَةِ وَالْمُمَاكَسَةِ أَمَّا النِّكَاحُ فَمَبْنَاهُ عَلَى الْمُسَامَحَةِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص۱۷۵ ط: دار الكتاب الإسلامي

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۳۵۲، ط: رحمانيه

مثل لازم ہوگا، برخلاف بیع کے وہ شروطِ فاسدہ سے فاسد ہو جاتی ہے، چنانچہ اگر کسی شخص نے بیع میں خمر یا خنزیر کو ثمن بنایا تو بیع فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ بیع کا مدار تنگی اور مشقت پر ہے، جبکہ نکاح کا دار و مدار مساحت اور نرمی پر ہے۔ بیع شرطِ فاسد سے فاسد اس لئے ہوتی ہے کہ شرط میں ربا کا معنی ہوتا ہے جو اُسے فاسد کر دیتا ہے۔ بیع میں مال کا مبادلہ مال کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ نکاح میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ نکاح میں تو حقیقتاً مبادلہ ہی نہیں ہے، نکاح تو اُس وقت بھی درست ہوتا ہے جبکہ اس میں مہر نہ ہونے کی شرط لگائی جائے، ایسی صورت میں مہر مثل لازم ہوتا ہے۔ ❶

(۲۲) إِذَا اجْتَمَعَتِ الْإِشَارَةُ وَالتَّسْمِيَّةُ تُعْتَبَرُ الْإِشَارَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. ❷

ترجمہ: جب اشارہ اور تسمیہ دونوں جمع ہو جائیں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اشارہ کا اعتبار ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک چیز کے بارے میں اشارہ اور تسمیہ جمع ہو جائیں تو امام صاحب کے نزدیک اشارہ معتبر ہوگا نہ کہ تسمیہ، یعنی حکم اشارے کی بناء پر مرتب ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور کہا اس مٹکے میں جو سرکہ ہے اس پر میں آپ سے نکاح کرتا ہوں اور مٹکے کی طرف اشارہ کیا، جب اس مٹکے کو دیکھا گیا تو اس میں سرکہ نہیں تھا بلکہ شراب تھی، تو اس صورت میں شوہر پر مہر مثل لازم

---

❶ وَلَكِنَّا نَقُولُ: هُمَا شَرَطَا قَبُولَ الْخَمْرِ، وَهُوَ شَرْطٌ فَاسِدٌ إِلَّا أَنَّ النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَشَرْطُ صِحَّةِ التَّسْمِيَةِ أَنْ يَكُونَ الْمُسَمَّى مَالًا فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَطَلَتْ التَّسْمِيَةُ فَكَأَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ لَهَا عِوَضًا فَلِهَذَا كَانَ لَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا وَهَكَذَا نَقُولُ فِي الْبَيْعِ: إِنَّهُ يَصِيرُ كَأَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ ثَمَنًا، وَالْبَيْعُ يَفْسُدُ عِنْدَ عَدَمِ تَسْمِيَةِ الثَّمَنِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب النكاح، باب المهر، ج۵ ص۸۹، ط: دار المعرفة

وَهُوَ مَا إِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ فَإِنَّ الْمُسَمَّى لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ فَكَانَ شَرْطُ قَبُولِهِ شَرْطًا فَاسِدًا غَيْرَ أَنَّ النِّكَاحَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ فَيَصِحُّ النِّكَاحُ وَيَلْغُو الشَّرْطُ وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ بِخِلَافِ الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يَفْسُدُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۱۵۱، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۳۵۲، ط: رحمانیہ

ہوگا کیونکہ یہاں اشارہ اور تسمیہ دونوں جمع ہوگئے اور جب اشارہ اور تسمیہ جمع ہو جائیں تو امام صاحب کے نزدیک اشارہ کا اعتبار ہوتا ہے، یہاں اشارے اور تسمیہ کا اجتماع ہے اور تعارف اور شناخت کے اعتبار سے اشارہ تسمیہ پر غالب ہوتا ہے، اس لئے کہ اشارہ کرنا ایسا ہے گویا اُس چیز پر ہاتھ رکھنا ہے اور ہاتھ رکھنے سے شے دوسرے سے ممتاز ہو جاتی ہے اور اس میں غیر کا احتمال نہیں رہتا، برخلاف نام لینے کے اس لئے کہ بسا اوقات لفظ کا استعمال ہوتا ہے اور اُس سے مراد غیر ما وضع لہ ہوتا ہے۔ ❶

(۲۳) إِنَّ وُجُوبَ الْمُسَمَّى وَإِنْ قَلَّ يَمْنَعُ وُجُوبَ مَهْرِ الْمِثْلِ. ❷

ترجمہ: مہر مسمی کا وجوب اگرچہ کم ہو مہر مثل کے وجوب سے مانع ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب عقد کے وقت جتنا مہر مقرر کر دیا جائے اگرچہ یہ مقرر کردہ مہر کم ہو لیکن یہ مہر مثل کے وجوب کو روکتا ہے یعنی مہر مثل لازم نہیں ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے دو متعین غلام پر عقد نکاح کیا یعنی یہ کہا کہ میں آپ سے ان دو غلاموں پر نکاح کرتا ہوں جبکہ ان میں سے ایک آزاد تھا، تو اس صورت میں اس عورت کے لئے صرف وہ ایک غلام ہی ہوگا جبکہ اس غلام کی قیمت دس دراہم کے برابر ہو، اس لئے کہ اس شخص نے مہر مقرر کیا تھا اور مہر مسمی مہر مثل کے وجوب کے لئے مانع ہے، لہذا یہاں بھی یہ مہر مسمی یعنی غلام مہر مثل کے وجوب کے لئے مانع ہوگا، مہر مثل مسمی کا بدل ہوتا ہے اور بدل اور مبدل ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے، اس لئے دوسرا غلام اقلِ مہر یعنی دس درہم کی مالیت کا ہے تو وہی مسمی واجب ہوگا۔ دوسرا غلام چونکہ آزاد ہے اور آزاد مہر نہیں بن سکتا،

---

❶ (أَبْلَغَ فِي الْمَقْصُودِ وَهُوَ التَّعْرِيفُ) لِأَنَّ الْإِشَارَةَ بِمَنْزِلَةِ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الشَّيْءِ، وَيَحْصُلُ بِهَا كَمَالُ التَّمْيِيزِ لِأَنَّ الْإِشَارَةَ إِلَى الشَّيْءِ وَارِدَةٌ غَيْرُ مُمْتَنِعَةٍ، وَأَمَّا التَّسْمِيَةُ فَمِنْ بَابِ اسْتِعْمَالِ اللَّفْظِ، وَيَجُوزُ إِطْلَاقُ اللَّفْظِ وَإِرَادَةُ غَيْرِ مَا وُضِعَ لَهُ.

العناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص ۳۵۹، ط: دار الفكر

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْإِشَارَةَ قَدْ اجْتَمَعَتْ مَعَ التَّسْمِيَةِ فَتُعْتَبَرُ الْإِشَارَةُ لِكَوْنِهَا أَبْلَغَ فِي الْمَقْصُودِ وَهُوَ التَّعْرِيفُ.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص ۱۵۱، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص ۳۵۳، ط: رحمانیہ

اس لئے کہ وہ مال نہیں ہے، تو اس کا ذکر کرنا لغو ہوگا، گویا نکاح ہوا مگر دوسرے غلام کے بدلے، لہذا یہی لازم ہوگا، مہر مثل لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ مسمی کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ ❶

(۲۴) إِنَّ النَّسَبَ يُحْتَاطُ فِيْ إِثْبَاتِهِ إِحْيَاءً لِلْوَلَدِ. ❷

ترجمہ: بچے کی افزائش زندگی کے لئے ثبوتِ نسب میں احتیاط برتی جاتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ولد کے نسب ثابت کرنے میں احتیاط برتی جاتی ہے، بچے کو زندگی دینے اور اس کے مستقبل کو سنوارنے اور تابناک بنانے کے لئے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ نکاح فاسد میں بچے کا نسب ثابت ہوگا، یعنی اگر کسی شخص نے نکاح فاسد کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب اس واطی سے ثابت ہوگا اور نسب کے ثبوت کی مدت کا اعتبار دخول کے وقت سے ہوگا، اسی وقت سے مدتِ نسب کا اعتبار ہوگا، اسی شوہر سے اس عورت کے بچے کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ یہ نکاح اگرچہ فاسد ہے مگر اس میں ایجاب وقبول موجود ہے، اس لئے اس میں نکاح صحیح کا بھی شبہ ہے، لہذا اس شبہ کو بنیاد بنا کر اس پر نسب کا ترتب ہوگا۔ اگر نسب کو ثابت نہ مانا جائے تو بچے کے لئے کوئی مربی نہیں ہوگا،

---

❶ (قَوْلُهُ وَإِذَا أَمْهَرَ عَبْدَيْنِ وَأَحَدُهُمَا حُرٌّ فَمَهْرُهَا الْعَبْدُ) يَعْنِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِذَا سَاوَى عَشَرَةَ دَرَاهِمَ وَإِلَّا كَمُلَ لَهَا الْعَشَرَةُ، لِأَنَّهُ مُسَمًّى وَوُجُوبُ الْمُسَمَّى وَإِنْ قَلَّ يَمْنَعُ وُجُوبَ مَهْرِ الْمِثْلِ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَهَا الْعَبْدُ وَقِيمَةُ الْحُرِّ لَوْ كَانَ عَبْدًا؛ لِأَنَّهُ أَطْمَعَهَا سَلَامَةَ الْعَبْدَيْنِ وَعَجَزَ عَنْ تَسْلِيمِ أَحَدِهِمَا فَتَجِبُ قِيمَتُهُ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص ۱۸۰ ط: دار الكتاب الإسلامی

لأن المسمى ومهر المثل لا يجتمعان، بيان هذه أن أبا حنيفة يعتبر الإشارة، والإشارة إلى البحر تخرجه عن العقد، فكانت تسمية العبد الباقي لغواً، فكأنه تزوجها على عبد، وليس لها إلا ذلك، ولا يجب مهر المثل لأنهما لا يجتمعان.

البناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۵ ص ۱۷۹، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۳۵۳، ط: رحمانیہ

بچہ ضائع ہو جائے گا اور اس کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ ❶

(۲۵) إِنَّ الْإِنْسَانَ مِنْ جِنْسِ قَوْمِ أَبِيهِ. ❷

ترجمہ: انسان اپنے باپ کی قوم کی جنس سے ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کی قوم کی جنس میں سے ہوتا ہے، یعنی جنسیت میں باپ کا اعتبار ہوتا ہے اور نسبت بھی باپ کی طرف ہوتی ہے، بایں وجہ مہر مثل میں بھی باپ کے قبیلے کی عورتوں کا اعتبار ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ عورت کے مہر مثل کا اعتبار اس کی بہنوں اور پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کے ساتھ ہوگا، یعنی باپ کی طرف جو قبیلہ ہے اس کی عورتوں کے ساتھ مہر مثل کا اعتبار ہوگا اور ماں کی طرف سے جو قبیلہ ہے اس کی عورتوں کا اعتبار نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ماں بھی باپ کے قبیلے میں سے ہو جیسے ماں باپ کی چچا زاد ہو تو اس صورت میں ماں کے مہر مثل کا بھی اعتبار ہوگا ورنہ نہیں، کیونکہ ہر انسان اپنے باپ کی قوم کا ہم جنس ہوتا ہے اور ہر شے کی قیمت اس کی ہم جنس چیز میں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے، اس لئے والد کی قرابت دار

---

❶ (وَيَثْبُتُ النَّسَبُ) أَيْ نَسَبُ الْوَلَدِ الْمَوْلُودِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ لِأَنَّ النَّسَبَ يُحْتَاطُ فِي إِثْبَاتِهِ إِحْيَاءً لِلْوَلَدِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَى الثَّابِتِ مِنْ وَجْهٍ وَيُعْتَبَرُ مُدَّةُ النَّسَبِ مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۱۵۳، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

(قَوْلُهُ وَيَثْبُتُ النَّسَبُ) أَيْ نَسَبُ الْمَوْلُودِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ، لِأَنَّ النَّسَبَ مِمَّا يُحْتَاطُ فِي إِثْبَاتِهِ إِحْيَاءً لِلْوَلَدِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَى الثَّابِتِ مِنْ وَجْهٍ أَطْلَقَهُ فَأَفَادَ أَنَّهُ يَثْبُتُ بِغَيْرِ دَعْوَةٍ كَمَا فِي الْقُنْيَةِ وَتُعْتَبَرُ مُدَّةُ النَّسَبِ وَهِيَ سِتَّةُ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى؛ لِأَنَّ النِّكَاحَ الْفَاسِدَ لَيْسَ بِدَاعٍ إِلَيْهِ وَالْإِقَامَةُ بِاعْتِبَارِهِ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ ابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِنْ وَقْتِ الْعَقْدِ قِيَاسًا عَلَى الصَّحِيحِ وَالْمَشَايِخُ أَفْتَوْا بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ لِبُعْدِ قَوْلِهِمَا لِعَدَمِ صِحَّةِ الْقِيَاسِ الْمَذْكُورِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۳ ص ۱۸۴ ط: دار الكتاب الإسلامي

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۳۵۴، ط: رحمانیہ

عورتوں کے مہر کو دلیل بنا کر اور اسے سامنے رکھ کر مہر مثل کا فیصلہ ہوگا۔ بسا اوقات ماں باندی ہوتی ہے اور بیٹی قرشی ہوتی ہے والد کے تابع ہو کر۔ ❶

(۲۶) إِنَّ الْقَوْلَ فِي الدَّعَاوَى قَوْلُ مَنْ يَشْهَدُ لَهُ الظَّاهِرُ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ. ❷

ترجمہ: طرفین کے نزدیک دعووں میں اُس شخص کا قول معتبر ہوتا ہے جس کے حق میں ظاہر حال شاہد ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ دعووں میں اس شخص کے قول کا اعتبار ہوگا جس کے لئے ظاہر حال شاہد ہو یعنی جس کا قول ظاہر کے موافق ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر میاں بیوی کا مہر میں اختلاف ہو گیا یعنی عورت زیادہ مہر کا دعوی کرتی ہے اور شوہر اس زیادتی کا انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں مہر مثل کے مکمل ہونے کی حد تک عورت کا قول معتبر ہوگا اور مہر مثل سے زیادہ کی صورت میں شوہر

---

❶ وَلَكِنَّا نَقُولُ: قِيمَةُ الشَّيْءِ إِنَّمَا تُعْرَفُ بِالرُّجُوعِ إِلَى قِيمَةِ جِنْسِهِ، وَالْإِنْسَانُ مِنْ جِنْسِ قَوْمِ أَبِيهِ لَا مِنْ جِنْسِ قَوْمِ أُمِّهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ الْأُمَّ قَدْ تَكُونُ أَمَةً، وَالْبِنْتُ تَكُونُ قُرَشِيَّةً تَبَعًا لِأَبِيهَا فَلِهَذَا اُعْتُبِرَ عَشِيرَتُهَا مِنْ قِبَلِ أَبِيهَا، وَلَا يُعْتَبَرُ مَهْرُهَا بِمَهْرِ أُمِّهَا إِلَّا أَنْ تَكُونَ أُمُّهَا مِنْ قَوْمِ أَبِيهَا بِأَنْ كَانَتْ بِنْتَ عَمِّهِ، فَحِينَئِذٍ يُعْتَبَرُ مَهْرُهَا لَا، لِأَنَّهَا أُمُّهَا بَلْ؛ لِأَنَّهَا بِنْتُ عَمِّ أَبِيهَا، وَإِنَّمَا يُعْتَبَرُ مِنْ عَشِيرَتِهَا امْرَأَةٌ هِيَ مِثْلُهَا فِي الْحُسْنِ، وَالْجَمَالِ وَالسِّنِّ، وَالْمَالِ وَالْبَكَارَةِ؛ لِأَنَّ الْمُهُورَ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ هَذِهِ الْأَوْصَافِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب النكاح، باب المهر، ج۵ ص ۶۴، ط: دار المعرفة

وَإِنَّمَا يُضَافُ إِلَى أَقَارِبِ الْأَبِ لِأَنَّ النَّسَبَ إِلَيْهِ، وَلِأَنَّ قِيمَةَ الشَّيْءِ إِنَّمَا تُعْرَفُ بِالرُّجُوعِ إِلَى قِيمَةِ جِنْسِهِ وَالْإِنْسَانُ مِنْ جِنْسِ قَوْمِ أَبِيهِ لَا مِنْ جِنْسِ قَوْمِ أُمِّهِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْأُمَّ قَدْ تَكُونُ أَمَةً وَالِابْنَةَ تَكُونُ قُرَشِيَّةً تَبَعًا لِأَبِيهَا (وَلَا يُعْتَبَرُ بِأُمِّهَا وَخَالَتِهَا إِذَا لَمْ تَكُونَا مِنْ قَبِيلَتِهَا) بِأَنْ يَكُونَ أَبُوهَا تَزَوَّجَ بِنْتَ عَمِّهِ فَإِنَّ أُمَّهَا وَخَالَتَهَا تَكُونُ مِنْ قَبِيلَتِهَا. وَقَوْلُهُ (لِمَا بَيَّنَّا) إِشَارَةٌ إِلَى قَوْلِهِ وَقِيمَةُ الشَّيْءِ إِنَّمَا تُعْرَفُ بِالنَّظَرِ فِي قِيمَةِ جِنْسِهِ.

العناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص۳۶۸، ط: دار الفكر

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۳۵۶، ط: رحمانیہ

کے قول کا اعتبار ہوگا، کیونکہ مہر مثل کے تمام ہونے تک عورت کا قول ظاہر کے موافق ہے اور ظاہر حال اس کے لئے شاہد ہے اس لئے کہ نکاح کے باب میں مہر مثل ہی موجبِ اصلی ہے، اور جس کے لئے ظاہر حال شاہد ہو اسی کا قول معتبر ہوتا ہے، لہذا مہر مثل کی تکمیل تک عورت کا قول معتبر ہوگا اور مہر مثل سے زیادہ کی صورت میں شوہر کا قول ظاہر حال کے موافق ہے اور جس کا قول ظاہر کے موافق ہو اسی کا قول معتبر ہوتا ہے، لہذا مہر مثل پر زیادتی کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ ❶

(۲۷) إِنَّ الْقَوْلَ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ الْيَمِيْنِ عِنْدَ اَبِیْ يُوْسُفَ. ❷

ترجمہ: امام ابو یوسف کے نزدیک منکر کا قول اُس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جب مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس صورت میں منکر کی بات کی تصدیق مع الیمین ہوگی، یعنی منکر کے حق میں فیصلہ یمین کے ساتھ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چاہے یہ اختلاف طلاق قبل الدخول کی صورت میں ہو یا طلاق بعد الدخول کی صورت میں، شوہر ہی کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ عورت زیادتی کا دعوی کرتی ہے اور شوہر اس زیادتی کا منکر ہے، اور منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی شوہر کا قول مع الیمین معتبر ہوگا۔ ❸

---

❶ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ مُدَّعِيَةٌ لِلزِّيَادَةِ وَهُوَ يُنْكِرُهَا وَلَهُمَا أَنَّ الْقَوْلَ فِي الدَّعَاوَى قَوْلُ مَنْ يَشْهَدُ لَهُ الظَّاهِرُ. وَالظَّاهِرُ شَاهِدٌ لِمَنْ يَشْهَدُ لَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُوجِبُ الْأَصْلِيُّ فِي بَابِ النِّكَاحِ وَصَارَ كَالصَّبَّاغِ مَعَ رَبِّ الثَّوْبِ إِذَا اخْتَلَفَا فِي مِقْدَارِ الْأَجْرِ تُحَكَّمُ قِيمَةُ الصَّبْغِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص ۱۹۳ ط: دار الكتاب الإسلامی

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج ۲ ص ۳۵۶، ط: رحمانیہ

❸ (لأبی یوسف أن المرأة قد تدعی الزيادة، والزوج ينكر، والقول قول المنكر مع يمينه، إلا أن يأتی بشیء يكذبه الظاهر فيه) بأن ذكر أقل من عشرة دراهم؛ لأن ظاهر الشرع ينكره، وظاهر الحال يكذبه.

البناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۵ ص ۱۹۲، ط: دار الكتب العلمية

(۲۸) مَنْ كَانَتْ بَيِّنَةُ خِلَافِ الظَّاهِرِ تُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ. ❶

ترجمہ: جس کے گواہ ظاہر کے خلاف ہوں تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کے گواہ ظاہر کے خلاف ہوں تو اُن کی گواہی قبول کی جائے گی، اس لئے جس کے گواہ خلاف ظاہر ہوں گے وہ مدعی ہوگا اور مدعی کا بینہ قبول ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ بالا مسئلہ کی پہلی صورت میں یعنی جب مہر مثل ایک ہزار ہو یا ایک ہزار سے کم ہو اور بیوی دو ہزار کا دعوی کرتی ہو، اور دونوں میاں بیوی نے گواہ بھی پیش کر دیئے تو عورت کے گواہ قبول کئے جائیں گے، کیونکہ جب مہر مثل ایک ہزار یا اس سے کم ہو اور گواہ دو ہزار کی گواہی دیں تو یہ خلافِ ظاہر کی گواہی دے رہے ہیں اور جس کے گواہ ظاہر کے خلاف ہوں وہ مقبول ہوتے ہیں، لہٰذا پہلی صورت میں عورت کے گواہ مقبول ہوں گے اور دوسری صورت میں یعنی جب مہر مثل دو ہزار یا زیادہ ہو اور شوہر ہزار کا دعوی کرتا ہو تو شوہر کے گواہ مقبول ہوں گے، وجہ وہی ہے جو ابھی گزری ہے۔ ❷

(۲۹) إِنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ هُوَ الْمُوْجِبُ الْأَصْلِيُّ فِي بَابِ النِّكَاحِ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ خِلَافًا لِأَبِيْ يُوْسُفَ. ❸

ترجمہ: نکاح کے باب میں طرفین کے نزدیک مہر مثل ہی موجبِ اصلی ہے، امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۳۵۶، ۳۵۷، ط: رحمانيه

❷ (وَأَيُّهُمَا أَقَامَ الْبَيِّنَةَ فِي الْوَجْهَيْنِ) أَيْ فِيمَا إِذَا شَهِدَ مَهْرُ الْمِثْلِ لِلزَّوْجِ وَفِيمَا إِذَا شَهِدَ مَهْرُ الْمِثْلِ لِلْمَرْأَةِ (تُقْبَلُ، وَإِنْ أَقَامَا الْبَيِّنَةَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ) وَهُوَ مَا إِذَا كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ شَاهِدًا لِلزَّوْجِ (تُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا لِأَنَّهَا تُثْبِتُ الزِّيَادَةَ وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي) وَهُوَ مَا إِذَا كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ شَاهِدًا لِلْمَرْأَةِ تُقْبَلُ (بَيِّنَتُهُ لِأَنَّهَا تُثْبِتُ الْحَطَّ) وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ الْبَيِّنَةَ تُثْبِتُ مَا لَيْسَ بِثَابِتٍ ظَاهِرًا.
العناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص۳۷۶، ط: دار الفكر

❸ الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۳۵۶، ط: رحمانيه

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک نکاح کے باب میں موجبِ اصلی مہر مثل ہے یعنی جب مہر مثل پر فیصلہ متعذر ہو اس وقت مہر مسمی واجب ہوتا ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مہر مسمی موجب اصلی ہے یعنی جب مہر مسمی متعذر ہو جائے اس وقت مہر مثل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر میاں بیوی کا اصل مسمی میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں بالاجماع مہر مثل واجب ہوگا، کیونکہ طرفین کے نزدیک تو اس لئے مہر مثل واجب ہوگا کہ ان کے نزدیک بابِ نکاح میں موجبِ اصلی مہر مثل ہی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس لئے مہر مثل واجب ہوگا کہ ان کے نزدیک جب مہر مسمی متعذر ہو جائے تو مہر مثل واجب ہوتا ہے اور یہاں بھی چونکہ مہر مسمی پر فیصلہ کرنا متعذر ہے لہذا مہر مثل ہی واجب ہوگا۔[1]

(۳۰) إِنَّهُ لَا حُكْمَ لِمَهْرِ الْمِثْلِ عِنْدَهُ بَعْدَ مَوْتِهِمَا خِلَافًا لَهُمَا.[2]

ترجمہ: مہر مثل کا کوئی حکم نہیں ہے زوجین کے مرنے کے بعد امام صاحب کے نزدیک، صاحبین کا اختلاف ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب میاں بیوی مر جائیں تو ان کی وفات کے بعد امام صاحب کے نزدیک مہر مثل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، جبکہ صاحبین کے نزدیک بعد الوفاۃ بھی مہر مثل کا اعتبار ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر میاں بیوی مر جائیں جبکہ اس

---

[1] (وَلَوْ كَانَ الِاخْتِلَافُ فِي أَصْلِ الْمُسَمَّى) بِأَنْ ادَّعَى أَحَدُهُمَا التَّسْمِيَةَ وَأَنْكَرَ الْآخَرُ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَ مَنْ يُنْكِرُ التَّسْمِيَةَ (وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ بِالْإِجْمَاعِ) الْمُرَكَّبِ، أَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّهُ الْأَصْلُ فِي التَّحْكِيمِ، وَأَمَّا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ فَلِأَنَّهُ تَعَذَّرَ الْقَضَاءُ بِالْمُسَمَّى لِعَدَمِ ثُبُوتِ التَّسْمِيَةِ لِلِاخْتِلَافِ فَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ كَمَا لَوْ تَزَوَّجَهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا.

العناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص۳۷۷، ط: دار الفكر

[2] الهداية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۲ ص۳۵۷، ط: رحمانیہ

عورت کے لئے مہر مقرر کیا تھا تو اس صورت میں عورت کے ورثاء کو یہ اختیار ہے کہ وہ شوہر کی میراث میں سے اس عورت کا مہر وصول کریں اور اگر عورت کے لئے مہر مقرر نہیں کیا تھا تو اس صورت میں عورت کے ورثاء کے لئے امام صاحب کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک اس صورت میں مہر مثل ہوگا، کیونکہ امام صاحب کے نزدیک زوجین کی وفات کے بعد مہر مثل کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، لہذا یہاں بھی بعد الوفاۃ مہر مثل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور صاحبین کے نزدیک چونکہ بعد وفاۃ الزوجین مہر مثل کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی مہر مثل کا اعتبار ہوگا اور عورت کے ورثہ شوہر کے ترکہ سے اس عورت کا مہر مثل وصول کریں گے۔ ❶

---

❶(وَإِذَا مَاتَ الزَّوْجَانِ وَقَدْ سَمَّى لَهَا مَهْرًا فَلِوَرَثَتِهَا أَنْ يَأْخُذُوا ذَلِكَ مِنْ مِيرَاثِ الزَّوْجِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ سَمَّى لَهَا مَهْرًا فَلَا شَيْءَ لِوَرَثَتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: لِوَرَثَتِهَا الْمَهْرُ فِي الْوَجْهَيْنِ مَعْنَاهُ) أَيْ مَعْنَى قَوْلِهِ لِوَرَثَتِهَا الْمَهْرُ فِي الْوَجْهَيْنِ (الْمُسَمَّى فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ) وَهُوَ مَا إِذَا سَمَّى (وَمَهْرُ الْمِثْلِ فِي الْوَجْهِ الثَّانِي) وَهُوَ مَا إِذَا لَمْ يُسَمِّ (أَمَّا الْأَوَّلُ) وَهُوَ وُجُوبُ الْمُسَمَّى (فَلِأَنَّ الْمُسَمَّى دَيْنٌ فِي ذِمَّتِهِ) إِمَّا بِثُبُوتِهِ بِالْبَيِّنَةِ أَوْ بِالتَّصَادُقِ (وَقَدْ تَأَكَّدَ بِالْمَوْتِ فَيُقْضَى مِنْ تَرِكَتِهِ) إِذَا عُلِمَ أَنَّهُمَا مَاتَا مَعًا أَوْ لَمْ يُعْلَمْ أَيُّهُمَا مَاتَ أَوَّلًا أَوْ عُلِمَ أَنَّ الزَّوْجَ مَاتَ أَوَّلًا، وَأَمَّا إِذَا عُلِمَ أَنَّهَا مَاتَتْ أَوَّلًا فَيَسْقُطُ نَصِيبُهُ مِنْ ذَلِكَ (وَأَمَّا الثَّانِي فَوَجْهُ قَوْلِهِمَا أَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ صَارَ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ كَالْمُسَمَّى فَلَا يَسْقُطُ بِالْمَوْتِ كَمَا إِذَا مَاتَ أَحَدُهُمَا) وَهُوَ قِيَاسُ قَوْلِهِ لَكِنْ اسْتَحْسَنَ.

العناية: كتاب النكاح، باب المهر، ج۳ ص۳۷۹، ط: دار الفكر

باب نكاح الرقيق

(۱۳۱) إِنَّ الْإِذْنَ فِي النِّكَاحِ يَنْتَظِمُ الْفَاسِدَ وَالْجَائِزَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا. ❶

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح میں اجازت نکاحِ فاسد اور جائز دونوں کو شامل ہوتی ہے، صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب آقا اپنے غلام کو نکاح کی اجازت دیدے تو اجازت مطلق ہوتی ہے یہ نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہوتی ہے، جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اجازت صرف نکاح صحیح کی ہوتی ہے نہ کہ نکاحِ فاسد کی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ اس باندی سے نکاح کرلو، پس اس غلام نے اس باندی سے نکاح فاسد کرلیا تو امام صاحب کے نزدیک مہر میں اس غلام کو بیچا جائے گا جبکہ صاحبین کے نزدیک جب غلام آزاد ہو جائے گا تو اس سے مہر لیا جائے گا۔

امام صاحب کے نزدیک غلام مہر میں اس لئے بیچا جائے گا کہ اس کو آقا نے اجازت دی ہے اور چونکہ یہ اجازت نکاحِ صحیح کے ساتھ نکاحِ فاسد کو بھی شامل ہے، اس لئے کہ لفظ تزوج مطلق ہے جو دونوں کو شامل ہے، جب غلام آقا کی اجازت سے نکاح کرے تو غلام کو مہر میں بیچا جاتا ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی غلام کو بیچا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ یہ اجازت صرف نکاح صحیح کی ہوتی ہے تو جب غلام نے نکاح فاسد کیا تو گویا کہ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اور غلام جب آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو اس صورت میں مہر غلام کی آزادی کے بعد لیا جاتا ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی مہر جب غلام آزاد ہو جائے گا تو اس سے لیا جائے گا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج ۲ ص ۳۶۰، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: وَالْإِذْنُ فِي النِّكَاحِ يَتَنَاوَلُ الْفَاسِدَ أَيْضًا) أَيْ كَمَا يَتَنَاوَلُ الصَّحِيحَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا لَا يَتَنَاوَلُ إِلَّا الصَّحِيحَ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ النِّكَاحِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ الْإِعْفَافُ، وَالتَّحْصِينُ وَذَلِكَ بِالْجَائِزِ وَلَهُ أَنَّ اللَّفْظَ مُطْلَقٌ فَيَجْرِي عَلَى إِطْلَاقِهِ، وَبَعْضُ الْمَقَاصِدِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ =

(۳۲) إِنَّ النَّفَقَةَ تُقَابِلُ الْإِحْتِبَاسَ. ❶

❶الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۲ ص ۳۶۱، ط: رحمانيه

ترجمہ: خرچہ روکے رکھنے کے مقابلے میں ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کا جو نان نفقہ واجب ہوتا ہے یہ اس بیوی کو گھر میں روکے رکھنے کے عوض اور مقابلے میں ہوتا ہے، صرف عقدِ نکاح سے نفقہ واجب نہیں ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر آقا اپنی باندی کا کسی شخص سے نکاح کر دے اور باندی کو اپنی خدمت کے لئے روکے رکھے تو اس وقت باندی کا نان نفقہ اور سکنیٰ کا انتظام آقا پر ہوگا، لیکن اگر آقا باندی کو شوہر کے ساتھ ایک مکان میں الگ کر دے اور اپنا حقِ استخدام چھوڑ دے تو اس وقت باندی کا نان نفقہ اور سکنیٰ وغیرہ شوہر پر لازم ہوگا، اس لئے کہ نفقہ احتباس کی وجہ سے ہوتا ہے، پس جس کی طرف سے احتباس پایا جائے گا نفقہ اُسی پر لازم ہوگا چاہے آقا ہو یا شوہر۔ ❷

(۳۳) إِنَّ الْقَتْلَ فِيْ أَحْكَامِ الدُّنْيَا جُعِلَ إِتْلَافًا. ❸

ترجمہ: قتل کو دنیاوی احکام میں اِتلاف شمار کیا گیا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو قتل کرنا اس کو دنیاوی احکامات میں اتلاف شمار کر کے قتل عمد میں قاتل پر قصاص اور قتل خطا میں اس پر دیت واجب کی جاتی ہے۔ جس طرح قتل قصاص وغیرہ کے سلسلے میں اتلاف ہے اسی طرح مہر کے متعلق بھی وہ اتلاف ہوگا اور مہر کا اتلاف

= حَاصِلٌ كَالنَّسَبِ وَوُجُوبِ الْمَهْرِ، وَالْعِدَّةِ عَلَى اعْتِبَارِ وُجُودِ الْوَطْءِ وَفَائِدَةُ الْخِلَافِ تَظْهَرُ فِي حَقِّ لُزُومِ الْمَهْرِ فِيمَا إِذَا تَزَوَّجَ امْرَأَةً نِكَاحًا فَاسِدًا وَدَخَلَ بِهَا لِأَنَّهُ يُبَاعُ فِي الْمَهْرِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا لَا يُطَالَبُ إِلَّا بَعْدَ الْعِتْقِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۳ ص۲۰۸ ط: دار الكتاب الإسلامي

❷فَإِنْ بَوَّأَهَا مَعَهُ مَنْزِلًا فَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنَى؛ لِأَنَّ النَّفَقَةَ تُقَابِلُ الِاحْتِبَاسَ، وَلَوْ بَدَا لَهُ أَنْ يَسْتَخْدِمَهَا بَعْدَ التَّبْوِئَةِ فَلَهُ ذَلِكَ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ لَا يَسْقُطُ بِهَا كَمَا لَا يَسْقُطُ بِالنِّكَاحِ.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۲ ص ۱۶۴، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❸الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۲ ص ۳۶۱، ط: رحمانيه

یہی ہے کہ قاتل کو کچھ بھی مہر نہ ملے اور جو کچھ نکاح سے ثابت اور واجب ہوا تھا وہ ساقط ہو جائے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر آقا نے اپنی باندی کی کسی سے شادی کرادی پھر اس باندی کے ساتھ ابھی تک اس کے شوہر نے دخول نہیں کیا تھا کہ آقا نے اس باندی کو قتل کر ڈالا تو اب امام صاحب کے نزدیک اس قاتل آقا کے لئے اس باندی کا مہر نہیں ہوگا یعنی یہ اس کے مہر سے محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ قتل احکام دنیا میں تلف کرنا ہے اور جب آقا نے قبل الدخول اس باندی کو قتل کر دیا تو گویا کہ اس نے معوض عنہ یعنی ملک بضع کو شوہر کے سپرد کرنے سے پہلے ہلاک کر دیا، جب مبدل اور معوض یعنی ملکِ بضع ہلاک ہو گیا تو اُس کا بدل یعنی مہر بھی ساقط ہو جائے گا اور آقا مہر سے محروم ہوگا، جس طرح مسلمان عورت نکاح کے بعد خلوت اور صحبت سے پہلے مرتد ہو جائے تو منع مبدل کی وجہ سے اُسے بھی بدل یعنی مہر سے محروم کیا جائے گا، اسی طرح یہاں بھی آقا مہر سے محروم ہوگا، جبکہ صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح طبعی موت مرنے سے مہر ساقط نہیں ہوتا اسی طرح قتل سے بھی مہر ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اپنے وقتِ مقرر پر مری ہے، اس لئے شوہر پر مہر لازم ہوگا اور وہ مہر آقا کو ملے گا، صاحبین کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ قتل کو دنیاوی احکامات میں اِتلاف شمار کیا گیا ہے، جس طرح قتلِ عمد میں قاتل پر قصاص اور قتلِ خطاء میں دیت لازم ہوتی ہے، اسی طرح مہر کے سلسلے میں بھی یہ اتلاف شمار ہوگا اور قاتل کو کچھ مہر نہ ملے گا۔ ❶

(۳۴) إِنَّ جِنَايَةَ الْمَرْءِ عَلَى نَفْسِهِ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِيْ حَقِّ أَحْكَامِ الدُّنْيَا. ❷

---

❶ (قَوْلُهُ: وَيَسْقُطُ الْمَهْرُ بِقَتْلِ السَّيِّدِ أَمَتَهُ قَبْلَ الْوَطْءِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا عَلَيْهِ الْمَهْرُ لِمَوْلَاهَا اعْتِبَارًا بِمَوْتِهَا حَتْفَ أَنْفِهَا، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَقْتُولَ مَيِّتٌ بِأَجَلِهِ وَلَهُ أَنَّهُ مَنَعَ الْمُبْدَلَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَيُجَازَى بِمَنْعِ الْبَدَلِ كَمَا إِذَا ارْتَدَّتْ الْحُرَّةُ وَكَمَا إِذَا قَتَلَ الْبَائِعُ الْمَبِيعَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، وَالْقَتْلُ فِي حَقِّ أَحْكَامِ الدُّنْيَا جُعِلَ إِتْلَافًا حَتَّى وَجَبَ الْقِصَاصُ، وَالدِّيَةُ فَكَذَا فِي حَقِّ الْمَهْرِ أَفَادَ بِسُقُوطِهِ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَقْبُوضًا سَقَطَ عَنْ ذِمَّةِ الزَّوْجِ، وَإِنْ كَانَ مَقْبُوضًا لَزِمَهُ رَدُّ جَمِيعِهِ عَلَى الزَّوْجِ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۳ ص ۲۱۳، ط: دار الكتاب الإسلامی

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۲ ص ۳۶۱، ط: رحمانیہ

ترجمہ: انسان کا اپنی ذات پر جنایت کرنا دنیاوی احکام کے حق میں معتبر نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب اپنی ذات پر جنایت کر بیٹھے مثلاً اپنے آپ کو قتل کر دے تو دنیاوی احکام میں اس جنایت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، یعنی اس پر قتل کے احکام جاری نہیں ہوتے گو کہ آخرت میں اس کی باز پرس ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر آزاد عورت کے شوہر نے اس کے ساتھ دخول سے پہلے اپنے آپ کو قتل کر دیا تو اس صورت میں اس عورت کے لئے مہر ہوگا یعنی اس عورت کے ورثاء کو اس کا مہر ملے گا کیونکہ اس عورت نے اپنی ذات پر جنایت کی ہے اور انسان کا اپنی ذات پر جنایت کرنا دنیاوی احکام کے حق میں معتبر نہیں ہے، اس لئے خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جاتا ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، خودکشی کرنا طبعی موت مرنے کے مشابہ ہے اور عورت کے طبعی موت مرنے کی صورت میں مہر ساقط نہیں ہوتا، لہذا خودکشی کرنے کی صورت میں بھی مہر ساقط نہیں ہوگا اور اس کا ولی اس کی جانب سے اس پر قبضہ کرے گا۔ ❶

(۳۵) إِنَّ حَاجَةَ الْمَرْءِ إِلَى إِبْقَاءِ نَسْلِهِ دُوْنَ إِلَى إِبْقَاءِ نَفْسِهِ. ❷

ترجمہ: ابقائے نسل کی حاجت ابقائے نفس کی حاجت سے کم درجے کی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی نفس کی بقاء کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے بنسبت اپنی نسل کو باقی رکھنے کی ضرورت سے کیونکہ پہلے جان کی بقاء ہے یعنی خود باقی رہے گا تو نسل بھی باقی رہے گی۔

---

❶ (لَا بِقَتْلِ الْحُرَّةِ نَفْسَهَا قَبْلَهُ) أَيْ لَا يَسْقُطُ الْمَهْرُ بِقَتْلِ الْحُرَّةِ نَفْسَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا وَفِيهِ خِلَافُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ يَقُولُ إِنَّهَا فَوَّتَتْ الْمُبْدَلَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَيَفُوتُ الْبَدَلُ كَقَتْلِ الْمَوْلَى أَمَتَهُ وَتَقْبِيلِهَا ابْنَ زَوْجِهَا وَلَنَا أَنَّ جِنَايَةَ الْمَرْءِ عَلَى نَفْسِهِ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ أَصْلًا وَلِهَذَا إِذَا قَتَلَ نَفْسَهُ يُغَسَّلُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ. وَوَجْهٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ قَتْلَ الْحُرَّةِ نَفْسَهَا لَوْ اُعْتُبِرَ تَفْوِيتًا لِلْمَهْرِ إِنَّمَا يَكُونُ تَفْوِيتًا بَعْدَ مَوْتِهَا وَبِالْمَوْتِ يَنْتَقِلُ الْمَهْرُ إِلَى وَرَثَتِهَا فَلَا يَسْقُطُ؛ لِأَنَّهُ لِلْوَرَثَةِ لَا لَهَا.

تبيين الحقائق: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۲ ص۱۶۵، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۲ ص۳۶۲، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی تو باپ اس باندی کا مالک بن جائے گا لیکن قیمت کے ساتھ یعنی بیٹے کو اس باندی کی قیمت دے گا، اور اگر باپ نے اپنے آپ کو بچانے اور زندہ رکھنے کے لئے بیٹے کا کھانا کھالیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی قیمت وغیرہ، کیونکہ کھانے کی طرف ضرورت اپنے نفس کو باقی رکھنے کے لئے ہوتی ہے اور باندی کے ساتھ مباشرت کی ضرورت اپنی نسل کو باقی رکھنے کے لئے ہے، اور اپنے نفس کو باقی رکھنے کی ضرورت زیادہ ہے، اس لئے باپ پر کھانے کی صورت میں قیمت وغیرہ واجب نہ ہوگی اور باندی کے ساتھ وطی کی صورت میں قیمت واجب ہوگی۔ [1]

---

[1] لِأَنَّ لَهُ وَلَايَةَ تَمَلُّكِ مَالِ ابْنِهِ ابْتِدَاءً عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى إِبْقَاءِ نَفْسِهِ فَكَذَا لَهُ أَنْ يَتَمَلَّكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى إِبْقَاءِ نَسْلِهِ لَكِنَّ الْحَاجَةَ إِلَى إِبْقَاءِ النَّفْسِ أَشَدُّ مِنْ الْحَاجَةِ إِلَى إِبْقَاءِ النَّسْلِ وَلِهَذَا يَتَمَلَّكُ الطَّعَامَ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَالْجَارِيَةَ بِالْقِيمَةِ وَيَحِلُّ لَهُ تَنَاوُلُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَلَا يَحِلُّ لَهُ الْوَطْءُ وَيُجْبَرُ عَلَى إِنْفَاقِهِ عَلَيْهِ وَلَا يُجْبَرُ عَلَى دَفْعِ الْجَارِيَةِ إِلَيْهِ لِيَتَسَرَّى بِهَا الْأَبُ فَلِأَجْلِ الْحَاجَةِ جَازَ لَهُ التَّمَلُّكُ وَلِقُصُورِهَا وَعَدَمِ الضَّرُورَةِ إِلَيْهَا أَوْجَبْنَا عَلَيْهِ الْقِيمَةَ صِيَانَةً لِمَالِ الْوَلَدِ مَعَ حُصُولِ مَقْصُودِ الْأَبِ إِذْ مِلْكُهُ مُحْتَرَمٌ وَزَوَالُهُ بِبَدَلٍ كَلَا زَوَالٍ فَرَاعَيْنَا فِيهَا الْحَقَّيْنِ.

البحر الرائق: کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، ج۲ ص ۱۶۹ ط: دار الکتاب الإسلامی

باب نكاح أهل الشرك

(۳٦) إِنَّ الشَّهَادَةَ لَيْسَتْ شَرْطًا فِيْ حَالَةِ الْبَقَاءِ وَلَا الْعِدَّةُ تُنَافِيْهَا. ❶

ترجمہ: شہادت حالتِ بقاء میں شرط نہیں ہے اور نہ ہی عدت حالت بقاء کی منافی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے باب میں شہادت صرف صحت کے لئے شرط ہے اور نکاح کی بقاء کے لئے شرط نہیں ہے یعنی بعد میں اگر گواہ مر بھی جائیں تب بھی نکاح برقرار رہے گا اور اسی طرح عدت گزارنا یہ بھی نکاح کے بقاء کی منافی نہیں ہے یعنی دونوں جمع ہو سکتے ہیں، جیسے شبہ سے وطی کی صورت میں عورت معتدہ بھی ہوتی ہے اور اس کا نکاح بھی باقی ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کافر مرد نے کافرہ عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا، یا وہ عورت کسی کافر کی معتدہ تھی جبکہ ایسا کرنا ان کے دین میں جائز تھا، پھر وہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تو امام صاحب کے نزدیک وہ اپنے نکاح پر برقرار ہوں گے اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شہادت اور معتدہ ہونا نکاح کے بقاء کے لئے شرط نہیں ہے، جب معاملہ ایسا ہے تو یہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے۔ معتدۃ الغیر کے نکاح کو حرام قرار دینے کی دو صورتیں ہیں، (۱) شریعت کا حق بنا کر اسے حرام قرار دیا جائے۔ (۲) حق زوج کے طور پر اسے حرام قرار دیا جائے اور صورتِ مسئلہ میں مذکورہ دونوں صورتیں ممکن نہیں ہیں، حقِ شرع کے طور پر اسے حرام قرار دینا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ کفار حقوقِ شرع کے مخاطب ہی نہیں ہیں اور حقِ زوج والی صورت اس لئے ممکن نہیں ہے کہ شوہر معتدۃ الغیر سے نکاح کی حرمت کا معتقد نہیں ہے، لہذا جب تحریم کے دونوں دروازے بند ہیں تو حرمت کا کوئی نیا دروازہ یا عدم جواز کی کوئی نئی راہ تلاش نہیں کی جائے گی اور کفار کے حق میں اِن کا مذکورہ نکاح درست سمجھا جائے گا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، ج ۲ ص ۳٦۴، ط: رحمانیہ

❷ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ حُرْمَةَ النِّكَاحِ إِنَّمَا هِيَ لِلْعِدَّةِ لِكَوْنِهِ نِكَاحَ الْمَنْكُوحَةِ مِنْ وَجْهٍ. وَثُبُوتُ الْعِدَّةِ إِمَّا أَنْ يَكُونَ لِلشَّرْعِ أَوْ لِلزَّوْجِ لَا سَبِيلَ إِلَى الْأَوَّلِ (لِأَنَّهُمْ لَا يُخَاطَبُونَ بِحُقُوقِهِ) وَلِهَذَا لَا يُتَعَرَّضُ لَهُمْ فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ، وَلَا إِلَى الثَّانِي (لِأَنَّهُ لَا يَعْتَقِدُهُ) لِأَنَّ هَذَا الْوَضْعَ عَلَى ذَلِكَ =

(۳۷) إِنَّ الْمَحْرَمِيَّةَ تُنَافِيْ بَقَاءَ النِّكَاحِ. ❶

ترجمہ: ذی رحم محرم ہونا نکاح کے بقاء کے منافی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ محرمیت یعنی وہ رشتے جو انسان پر حرام ہیں نہ ان سے ابتداءً نکاح ہوسکتا ہے اور نہ بقاءً۔ محرمیت نکاح کے منافی ہے، محرمیت اور نکاح آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں، دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، جب محرمیت ہوگی تو نکاح نہیں ہوگا اور جب نکاح باقی ہوگا تو محرمیت نہ ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مجوسی نے اپنی ماں یا بہن سے نکاح کرلیا پھر دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو فوراً دونوں کے مابین تفریق کی جائے گی، کیونکہ ماں، بہن ذی رحم محرم ہیں اور محرمیت نکاح کے بقاء کی منافی ہے، دونوں جمع نہیں ہوسکتے، لہذا دونوں کے درمیان فرقت کی جائے گی۔ جس طرح اگر کسی کا نکاح صغیرہ سے ہوا، پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے تو نکاح باطل ہوگا اس لئے کہ محرمیت بقاءِ نکاح کے منافی ہے۔ ❷

= الْفَرْضِ وَكَتأَنَّ النِّكَاحَ وَقَعَ ابْتِدَاءً صَحِيحًا لِلْوُجُودِ الْمُقْتَضِي وَهُوَ صُدُورُ الرُّكْنِ مِنْ أَهْلِهِ مُضَافًا إِلَى مَحَلِّهِ وَانْتِفَاءِ الْمَانِعِ (وَالشَّهَادَةُ لَيْسَتْ شَرْطًا فِيهَا) وَلِهَذَا لَوْ مَاتَ الشُّهُودُ لَمْ يَبْطُلْ النِّكَاحُ. (وَكَذَا الْعِدَّةُ لَا تُنَافِي حَالَةَ الْبَقَاءِ كَالْمَنْكُوحَةِ إِذَا وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ) يَجِبُ عَلَيْهَا الْعِدَّةُ صِيَانَةً لِحَقِّ الْوَاطِءِ وَلَا يَبْطُلُ النِّكَاحُ الْقَائِمُ.

العناية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۳ ص ۴۱۴، ۴۱۵، ط: دار الفكر

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، ج ۲ ص ۳۶۵، ط: رحمانيه

❷ (قَوْلُهُ: وَلَوْ كَانَتْ مَحْرَمُهُ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا) أَيْ لَوْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مَحْرَمًا لِلْكَافِرِ فَإِنَّ الْقَاضِيَ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا إِذَا أَسْلَمَا أَوْ أَحَدُهُمَا اتِّفَاقًا لِأَنَّ نِكَاحَ الْمَحَارِمِ لَهُ حُكْمُ الْبُطْلَانِ فِيمَا بَيْنَهُمْ عِنْدَهُمَا كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْعِدَّةِ وَوَجَبَ التَّعَرُّضُ بِالْإِسْلَامِ فَيُفَرَّقُ وَعِنْدَهُ لَهُ حُكْمُ الصِّحَّةِ فِي الصَّحِيحِ إِلَّا أَنَّ الْمَحْرَمِيَّةَ تُنَافِي بَقَاءَ النِّكَاحِ فَيُفَرَّقُ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۳ ص ۲۲۳ ط: دار الكتاب الإسلامي

(۳۸) إِنَّ الْإِسْلَامَ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلَى. ❶

ترجمہ: اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور کفر مغلوب رہے گا یعنی کوئی ایسا فعل سرانجام دینا جس سے اسلام کی مغلوبیت آئے جائز نہ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک نے اسلام قبول کرلیا تب بھی دونوں میں تفریق کی جائے گی، کیونکہ دونوں میں سے ایک کے اسلام لانے سے اگر تفریق نہ کی جائے تو اس صورت میں اسلام کی مغلوبیت آئے گی جبکہ اسلام ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا، لہذا اسلام کے غلبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے دونوں میں تفریق کی جائے گی۔ ❷

(۳۹) إِنَّ النِّكَاحَ مَا شُرِعَ لِعَيْنِهِ بَلْ لِمَصَالِحِهِ. ❸

ترجمہ: نکاح اپنے عین کے لئے مشروع نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ تو اپنے مصالح کی غرض سے مشروع کیا گیا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے نکاح صرف خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے مشروع نہیں کیا بلکہ نکاح مصالح نکاح کے لئے مشروع کیا گیا ہے، نکاح کے

---

❶ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، ج۲ ص ۳۶۵، ط: رحمانيه

❷ (أما اعتقاد المصر) على دينه الباطل (لا يعارض إسلام المسلم، لأن الإسلام يعلو) على كل شيء (ولا يعلى) أى لا يعلى (عليه) شيء، فلا يعارضه إصرار الآخر على دينه. (ولو ترافعا) يعني ترافع كلاهما إلى الحاكم (يفرق بينهما بالإجماع؛ لأن مرافعتهما كتحكيمهما) يعني إذا حكما رجلا وطلبا منه حكم الإسلام له أن يفرق بينهما، فالقاضي أولى بذلك لعموم ولايته.

البناية: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۵ ص ۲۳۶، ۲۳۷، ط: دار الكتب العلمية

❸ الهداية: كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، ج۲ ص ۳۶۵، ط: رحمانيه

مصالح سکنی، ازدواج، توالد وتناسل وغیرہ ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ مرتدہ عورت نہ کسی مسلمان مرد سے نکاح کرسکتی ہے اور نہ کسی کافر سے، کیونکہ ان کے ساتھ نکاح مصالح نکاح کو شامل نہیں ہے یعنی ان کے مابین جو نکاح کے مصالح ہیں وہ حاصل نہیں ہوسکتے اور چونکہ نکاح ذات نکاح کی حیثیت سے مشروع نہیں ہے بلکہ مصالح نکاح کے لئے مشروع ہے، مرتدہ کو محبوس کیا جائے گا تاکہ وہ غور وفکر کرکے اپنے شبہات دور کرے، اور شوہر کی خدمت اس کو غور وفکر کرنے سے غافل کردے گی، اس لئے اس کے حق میں نکاح مشروع نہیں ہے، نیز مصالح نکاح زوجین کے درمیان حاصل نہیں ہوسکتا، نکاح لذاتہ مشروع نہیں ہے، بلکہ نکاح مصالح کے لئے مشروع ہے، اور نکاح کے مصالح سکنی، توالد وتناسل وغیرہ ہے۔ (1)

---

(1) وَأَمَّا الْمُرْتَدَّةُ فَلِأَنَّهَا مَحْبُوسَةٌ لِلتَّأَمُّلِ وَخِدْمَةُ الزَّوْجِ تَشْغَلُهَا عَنْهُ وَلِأَنَّهُ لَا يَنْتَظِمُ بَيْنَهُمَا الْمَصَالِحُ، وَالنِّكَاحُ مَا شُرِعَ لِعَيْنِهِ بَلْ لِمَصَالِحِهِ وَعَبَّرَ بِأَحَدٍ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ لِيُفِيدَ الْعُمُومَ فَلَا يَتَزَوَّجُ الْمُرْتَدُّ مُسْلِمَةً وَلَا كِتَابِيَّةً وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا يَتَزَوَّجُ الْمُرْتَدَّةَ مُسْلِمٌ وَلَا كَافِرٌ وَلَا مُرْتَدٌّ.

البحر الرائق: كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، ج۳ ص ۲۲۴ ط: دار الكتاب الإسلامی

کتاب الرضاع

(۴۰) إِنَّ الْمَغْلُوْبَ غَيْرُ مَوْجُوْدٍ حُكْمًا. ❶

ترجمہ: مغلوب حکماً غیر موجود ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک اگر غالب ہو اور دوسری مغلوب ہو تو یہ شے مغلوب حکم کے اعتبار سے معدوم شمار ہوگی یعنی حکم کا تعلق شے غالب سے ہوگا اور شے مغلوب پر حکم دائر نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر عورت کا دودھ پانی کے ساتھ مل جائے اور پھر بچے کو پلایا جائے اور حال یہ کہ دودھ غالب ہو یعنی دودھ زیادہ ہو بنسبت پانی کے تو اس صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی، کیونکہ جب دودھ غالب ہے اور پانی مغلوب ہے اور شے مغلوب حکم کے اعتبار سے موجود نہیں ہوتی تو مذکورہ صورت میں بھی گویا پانی موجود نہیں ہے بلکہ سارا کا سارا دودھ ہے، تو ایسی صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، اور اگر معاملہ برعکس ہو جائے یعنی پانی غالب ہو اور دودھ مغلوب ہو تو حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ مغلوب اگرچہ حقیقتاً موجود ہوتا ہے، مگر حکماً وہ معدوم اور غیر موجود ہوتا ہے، جبکہ ثبوتِ حرمت کے لئے حقیقت اور حکم دونوں اعتبار سے اس کا وجود ضروری ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الرضاع، ج۲ ص ۳۷۱، ط: رحمانيه

❷ (ونحن نقول: المغلوب غير موجود حكمًا، حيث لا يظهر لمقابلة الغالب، كما في اليمين) بأن حلف لا يشرب اللبن، فشرب لبنًا مغلوبًا بماء لا يحنث. لكن للخصم أن يجيب عنه ويقول: إن الأيمان مبنية على العرف، فلا يحنث، لأنه في العرف لا يسمى المغلوب لبنًا، أما الحرمة فمبنية على وجود اللبن، ولكن الأولى أن نقول: إن الحرمة لا تتعلق بصورة الإرضاع، ووجود اللبن كما في "الكبير "بالإجماع، بل يتعلق باعتبار إنشاز العظم، وإنبات اللحم، والمغلوب لا يحصل الإنشاز والإنبات، لأنه لا يحصل التغذى به.

البناية: كتاب الرضاع، ج۵ ص ۲۷۰، ط: دار الكتب العلمية

(۴۱) إِنَّ التَّابِعَ كَالْمَغْلُوبِ. ❶

ترجمہ: تابع مغلوب کی مانند ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شے تابع ہو یعنی مقصود نہ ہو بلکہ تبعاً حاصل ہو جائے تو مغلوب کی مانند ہے امام صاحب کے نزدیک، اور مغلوب حکماً معدوم ہوتا ہے لہذا تابع بھی حکماً معدوم ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر دودھ کھانے کے ساتھ مختلط ہو جائے تو اس صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی اگر چہ امام صاحب کے نزدیک دودھ غالب ہو، اس لئے کہ حرمت کا دار و مدار نشو ونما پر موقوف ہے، اور نشو ونما کا تعلق غذا سے ہے، اور یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ غذا کے سلسلے میں کھانا اصل ہے اور دودھ فرع اور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں ہوتا۔ غذائیت اور نشو ونما میں اصل کھانا ہے، دودھ تابع ہے پس یہ مغلوب کی مانند ہوا۔ نشو ونما کا تعلق چونکہ دودھ سے نہیں ہے اس لئے اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ دودھ کھانے کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے تابع ہو گیا اور تابع کے متعلق اصول ہے کہ "لا اعتبار بالتوابع" یعنی اثباتِ احکام میں توابع کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ❷

(۴۲) إِنَّ الْجِنْسَ لَا يَغْلِبُ الْجِنْسَ. ❸

ترجمہ: جنس جنس پر غالب نہیں ہوتی۔

---

❶ الهداية: كتاب الرضاع، ج۲ ص ۳۷۱، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: وَاللَّبَنُ الْمَخْلُوطُ بِالطَّعَامِ لَا يُحَرِّمُ) أَطْلَقَهُ فَأَفَادَ أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ كَوْنِ اللَّبَنِ غَالِبًا بِحَيْثُ يَتَقَاطَرُ عِنْدَ رَفْعِ اللُّقْمَةِ أَوْ لَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الصَّحِيحُ مَطْبُوخًا أَوْ لَا لِأَنَّ الطَّعَامَ أَصْلٌ، وَاللَّبَنَ تَابِعٌ فِيمَا هُوَ الْمَقْصُودُ وَهُوَ التَّغَذِّي وَهُوَ مَنَاطُ التَّحْرِيمِ وَلِأَنَّ الْغَلَبَةَ إِنَّمَا تُعْتَبَرُ حَالَةَ الْوُصُولِ إِلَى الْمَعِدَةِ، وَفِي تِلْكَ الْحَالَةِ الطَّعَامُ هُوَ الْغَالِبُ وَقَالَا إِنْ كَانَ اللَّبَنُ غَالِبًا تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيمُ نَظَرًا لِلْغَالِبِ، وَالْخِلَافُ فِيمَا إِذَا لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ أَمَّا الْمَطْبُوخُ فَلَا اتِّفَاقًا.

البحر الرائق: كتاب الرضاع، ج۳ ص ۲۴۵ ط: دار الكتاب الإسلامي

❸ الهداية: كتاب الرضاع، ج۲ ص ۳۷۱، ط: رحمانیہ

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام محمد اور امام زفر کے نزدیک جنس اپنی ہم جنس شے پر غالب نہیں آتی یعنی ایک جنس سے دوسری ہلاک اور ختم نہیں ہوتی کیونکہ دونوں مقصود میں متحد ہوتی ہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر دو عورتوں کا دودھ آپس میں مل جائے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تحریم ان میں سے جو غالب ہوگا اس کے ساتھ متعلق ہوگی، یعنی جس عورت کا دودھ غالب ہوگا حرمت اسی سے متعلق ہوگی۔ جبکہ امام احمد اور امام زفر رحمہما اللہ کے نزدیک تحریم دونوں سے متعلق ہوگی یعنی دونوں عورتوں سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی، کیونکہ دودھ آپس میں ہم جنس ہے، اور جنس جنس پر غالب نہیں آتی، بلکہ شے اپنی ہم جنس چیز کے ساتھ مل کر مؤکد اور مستحکم ہوتی ہے، مغلوب اور معدوم نہیں ہوتی، لہٰذا دونوں دودھ جب باہم مل گئے تو ان میں مزید تقویت پیدا ہوگی، اس لئے حرمت دونوں سے متعلق ہوگی اور کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں ہوگی۔ ❶

(۴۳) إِنَّ الْمُحَرِّمَ فِي الرَّضَاعِ مَعْنَى النُّشُوءِ. ❷

ترجمہ: رضاعت میں حرمت کا تعلق نشو ونما سے ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حرمتِ رضاعت کی جو علت ہے وہ نشو ونما ہے یعنی جس غذا سے نشو ونما اور بڑھوتری ہوگی اُس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، جس غذا سے نشو ونما نہ ہو اُس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

---

❶ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَثْبُتُ الْحُرْمَةُ مِنْهُمَا جَمِيعًا وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ أَنَّ اللَّبَنَيْنِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَالْجِنْسُ لَا يَغْلِبُ الْجِنْسَ فَلَا يَكُونُ خَلْطُ الْجِنْسِ بِالْجِنْسِ اسْتِهْلَاكًا فَلَا يَصِيرُ الْقَلِيلُ مُسْتَهْلَكًا فِي الْكَثِيرِ فَيُغَذِّي الصَّبِيَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقَدْرِهِ بِإِنْبَاتِ اللَّحْمِ وَإِنْشَازِ الْعَظْمِ أَوْ سَدِّ الْجُوعِ؛ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا لَا يَسْلُبُ قُوَّةَ الْآخَرِ، وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ خَلْطَ الْجِنْسِ بِالْجِنْسِ لَا يَكُونُ اسْتِهْلَاكًا لَهُ أَنَّ مَنْ غَصَبَ مِنْ آخَرَ زَيْتًا فَخَلَطَهُ بِزَيْتِ آخَرَ اشْتَرَكَا فِيهِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا.

بدائع الصنائع: كتاب الرضاع، ج۴ ص ۱۰، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الرضاع، ج۲ ص ۳۵۳، ط: رحمانيه

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی عورت کے پستان سے نکالے ہوئے دودھ کو آلہ حقنہ میں رکھ کر نچلے حصے کے کسی مقام سے بچے کے پیٹ میں پہنچایا گیا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے کہ ثبوتِ رضاعت کے لئے نشو ونما کا پایا جانا ضروری ہے اور نشو ونما کا وجود اسی وقت ہوگا جب منہ کے ذریعے اوپر سے کوئی چیز منہ میں ڈالی جائے، اور صورتِ حال یہ ہے کہ یہاں نیچے سے غیر فم سے دودھ پہنچایا گیا ہے، لہٰذا اس سے نشو ونما متحقق نہیں ہوگی اور چونکہ اس پر حرمت کا مدار ہے اس لئے اس سے حرمت بھی ثابت نہیں ہوگی۔ ❶

کتاب الطلاق

باب طلاق السنة

(۴۴) إِنَّ النَّهْيَ عَنِ الشَّيْئِ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهِ لَا يُنَافِيْ مَشْرُوْعِيَّتَهٗ. ❷

ترجمہ: (حالتِ حیض) میں طلاق دینے کی ممانعت ایک ایسے معنی کی وجہ سے ہے جو اس کے علاوہ میں ہے، لہٰذا (طلاق) کی مشروعیت معدوم نہیں ہوگی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شے ذات کے اعتبار سے مشروع ہو غیر کے اعتبار سے ممنوع ہو تو یہ منہی عنہ لغیرہ کہلاتی ہے، غیر کی وجہ سے ممنوع ہونا یہ ذات کے اعتبار سے مشروع ہونے کے منافی نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو حیض کی

---

❶ أَمَّا الِاحْتِقَانُ بِاللَّبَنِ، فَلِأَنَّ النُّشُوءَ لَا يُوجَدُ فِيهِ وَالتَّحْرِيمُ بِاعْتِبَارِهِ وَإِنَّمَا يُوجَدُ بِالْغِذَاءِ وَهُوَ مِنْ الْأَعْلَى لَا مِنْ الدُّبُرِ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَثْبُتُ بِهِ الْحُرْمَةُ كَمَا يَفْسُدُ بِهِ الصَّوْمُ قُلْنَا الْفِطْرُ يَتَعَلَّقُ بِالْوُصُولِ إِلَى الْجَوْفِ، وَالْمُحَرِّمُ فِي الرَّضَاعِ مَعْنَى النُّشُوءِ وَلَا يُوجَدُ فِيهِ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ لَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ أَوْ وَصَلَ إِلَى جَائِفَةٍ أَوْ آمَّةٍ، وَلَوْ أَقْطَرَ فِي إِحْلِيلِهِ لَا تَثْبُتُ بِهِ الْحُرْمَةُ، وَالسَّعُوطُ وَالْوَجُورُ يَثْبُتُ بِهِمَا التَّحْرِيمُ بِالِاتِّفَاقِ لِحُصُولِ النُّشُوءِ بِهِمَا.

تبيين الحقائق: كتاب الرضاع، ج۲ ص۱۸۲، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ج۲ ص۳۷۵، ط: رحمانیہ

حالت میں طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ طلاق ذات کے اعتبار سے مشروع ہے، البتہ حالتِ حیض میں مدت طویل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور شے جب غیر کی وجہ سے منہی عنہ ہو تو وہ ذات کے اعتبار سے مشروع ہونے کے منافی نہیں ہے، لہٰذا حالت حیض میں طلاق دینا یہ طلاق کی مشروعیت کے منافی نہیں ہے اس لئے طلاق واقع ہو جائے گی۔ حالتِ حیض میں طلاق دینا اس لئے ممنوع ہے کہ انسان جس حیض میں طلاق دے گا، ظاہر ہے عدت میں اس کا شمار نہیں ہوگا اور اتمام عدت کے لئے مذکورہ حیض کے علاوہ مزید تین حیض گزارنے پڑیں گے، اس لئے عورت کو ضرر سے بچانے کی خاطر شریعت نے حالتِ حیض میں طلاق دینے کو ناپسند کیا ہے، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی حالت حیض میں طلاق دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ❶

(۴۵) إِنَّ الشَّيْءَ إِذَا زَالَ بِسَبَبٍ هُوَ مَعْصِيَةٌ يَجْعَلُ بَاقِيًا حُكْمًا زَجْرًا لَهُ. ❷

ترجمہ: شے جب ایسے سبب سے زائل ہو جائے جو معصیت ہو تو حکماً وہ باقی ہوگی اس شخص کو سزا دینے کے لئے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی ایسے کام کا ارتکاب کرلے کہ وہ

---

❶(وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا)، أَمَّا الْوُقُوعُ فَلِأَنَّ النَّهْيَ عَنْهُ لِمَعْنًى فِي غَيْرِهِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا: يَعْنِي مِنْ قَوْلِهِ: لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ تَطْوِيلُ الْعِدَّةِ فَإِنَّ الْحَيْضَةَ الَّتِي يَقَعُ فِيهَا الطَّلَاقُ لَا تَكُونُ مَحْسُوبَةً مِنْهَا فَتَطُولُ الْعِدَّةُ عَلَيْهَا. نَقَلَ صَاحِبُ النِّهَايَةِ عَنْ شَيْخِهِ أَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّهْيِ هَاهُنَا هُوَ النَّهْيُ الْمُسْتَفَادُ مِنْ ضِدِّ الْأَمْرِ الْمَذْكُورِ فِي قَوْلِه تَعَالَى (فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) أَيْ: لِأَطْهَارِ عِدَّتِهِنَّ أَوْ الْأَمْرُ الْمَذْكُورُ فِي قَوْلِهِ: عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعُمَرَ مُرْ ابْنَكَ فَلْيُرَاجِعْهَا لِمَا أَنَّهُ كَانَ مَأْمُورًا بِرَفْعِ الطَّلَاقِ الْوَاقِعِ فِي حَالِ الْحَيْضِ لِأَجْلِ الْحَيْضِ كَانَ مَنْهِيًّا عَنْ إِيقَاعِهِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ. وَقَالَ بَعْضُ الشَّارِحِينَ: الْمُرَادُ بِالنَّهْيِ قَوْلُه تَعَالَى (وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا) وَالنَّهْيُ إِذَا كَانَ لِمَعْنًى فِي غَيْرِهِ لَا يَمْنَعُ الْمَشْرُوعِيَّةَ كَمَا عُرِفَ فِي الْأُصُولِ.

العناية: كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ج۳ ص ۴۸۰، ط: دار الفكر

❷الهداية: كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، ج ۲ ص ۳۷۷، ط: رحمانیہ

گناہ کا کام ہو اور وہ کام کسی شے کے زائل اور ختم ہونے کا سبب بن جائے تو زجر و توبیخ کے لئے اُسے حکماً باقی رکھا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر سکران یعنی نشے والے آدمی نے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ سکران کی عقل نشے کی وجہ سے زائل ہوئی ہے اور نشہ کرنا معصیت اور گناہ ہے اور جب شے ایسے سبب سے زائل ہو جائے کہ وہ سبب گناہ ہو تو حکم کے اعتبار سے وہ شے باقی ہوتی ہے، لہذا یہاں بھی حکم کے اعتبار سے عقل باقی ہوگی اور جب عاقل آدمی طلاق دیتا ہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا سکران کی طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ ❶

باب إيقاع الطلاق

(۴۶) مَا لَا يَكُوْنُ مُسْتَعْمَلًا عُرْفًا لَا يَكُوْنُ صَرِيْحًا. ❷

ترجمہ: ہر وہ لفظ جو عرف میں (معنی طلاق کے لئے) مستعمل نہیں ہے تو وہ صریح نہیں ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو الفاظ متعارف بین الناس نہ ہوں تو وہ الفاظِ صریحہ نہ ہوں گے بلکہ کنائی الفاظ ہوں گے یعنی ان پر الفاظِ کنائی کا حکم دائر ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "أَنْتِ مُطْلَقَةٌ" (طاء کے سکون کے ساتھ) تو اس صورت میں بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ مُطْلقہ بسکون الطاء عرف میں مستعمل نہیں ہے اور ہر وہ لفظ جو عرف میں مستعمل نہ ہو وہ صریح نہیں ہوتا لیکن چونکہ اس سے طلاق کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے، اس لئے کہ "**الأصل أن قول المسلم يحمل على السداد والصلاح ما لم يظهر غيره**" کے ضابطے پر عمل کرتے ہوئے اِسے

---

❶ وَلَنَا أَنَّهُ مُكَلَّفٌ بِدَلِيلِ أَنَّهُ مُخَاطَبٌ بِأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَيَلْزَمُهُ حَدُّ الْقَذْفِ وَالْقَوَدِ بِالْقَتْلِ، وَطَلَاقُ الْمُكَلَّفِ وَاقِعٌ كَغَيْرِ السَّكْرَانِ، بِخِلَافِ الْمُبَنِّجِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ حُكْمُ التَّكْلِيفِ، وَلِأَنَّ السَّكْرَانَ بِالْخَمْرِ وَالنَّبِيذِ زَالَ عَقْلُهُ بِسَبَبٍ هُوَ مَعْصِيَةٌ فَيُجْعَلُ بَاقِيًا زَجْرًا.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، ج۳ ص ۱۲۴، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص ۳۷۸، ط: رحمانیہ

نیت پر موقوف کریں گے اور یوں کہیں گے کہ بدون نیت اس لفظ سے طلاق نہیں پڑے گی، لیکن اگر شوہر ایقاعِ طلاق کی نیت کرتا ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ ❶

(۴۷) إِنَّ الْمَصْدَرَ يَحْتَمِلُ الْعُمُومَ وَالْكَثْرَةَ. ❷

ترجمہ: مصدر عموم اور کثرت کا احتمال رکھتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی مصادر ہیں ان میں عموم اور کثرت کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ مصدر جنس ہوتا ہے جنس قلیل اور کثیر سب کو شامل ہوتا ہے، لہذا مصدر بھی محتمل کثرت ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا "أَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقِ أَوْ أَنْتِ الطَّلَاقُ " اور اپنے اس کلام سے اگر تین کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی، کیونکہ شوہر کے کلام میں لفظ "طلاق" مصدر ہے اور مصدر عموم اور کثرت کا احتمال رکھتا ہے، لہذا لفظِ طلاق بھی عموم اور کثرت کا احتمال رکھے گا اور جو چیز جس کا احتمال رکھے وہ نیت سے ثابت ہوتی ہے، لہذا تین کی نیت سے تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ تین کی نیت اس لئے درست ہے کہ "طلاق" مصدر ہے اور مصدر میں کثرت اور عموم کا احتمال باقی رہتا ہے۔ مصدر اسم جنس ہے، جس طرح دیگر اسمائے اجناس میں کثرت اور عمومیت کا احتمال ہوتا ہے اسی طرح اس میں بھی ہوگا اور یہ احتمال کل (یعنی تین) کے ساتھ ادنی (یعنی ایک) کو بھی شامل ہے، اب شوہر نے جس کی نیت کی ہوگی اُسی کا اعتبار ہوگا۔ ❸

---

❶ وَلَوْ قَالَ أَنْتِ مُطْلَقَةٌ بِتَسْكِينِ الطَّاءِ لَا يَقَعُ إِلَّا بِالنِّيَّةِ، لِأَنَّهَا غَيْرُ مُسْتَعْمَلَةٍ فِيهِ عُرْفًا فَلَمْ يَكُنْ صَرِيحًا.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، باب الطلاق ضربان، ج۲ ص۱۹۸، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص۳۷۹، ط: رحمانیہ

❸ (وَقَوْلُهُ أَنْتِ الطَّالِقُ وَأَنْتِ طَالِقُ الطَّلَاقِ وَأَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ وَإِنْ نَوَى اثْنَتَيْنِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ أَيْضًا وَإِنْ نَوَى ثَلَاثًا فَهِيَ ثَلَاثٌ)، وَكَذَا إِذَا قَالَ أَنْتِ طَلَاقٌ يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ أَيْضًا وَلَا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى نِيَّةٍ وَيَكُونُ رَجْعِيًّا وَتَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ فِيهِ، لِأَنَّ الْمَصْدَرَ يَحْتَمِلُ الْعُمُومَ وَالْكَثْرَةَ، لِأَنَّهُ اسْمُ جِنْسٍ وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثِّنْتَيْنِ.

الجوهرة النيرة: كتاب الطلاق، الطلاق على ضربين، ج۲ ص۳۳، ط: المطبعة الخيرية

(۴۸) إِنَّ اللَّفْظَ لَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ. ❶

ترجمہ: لفظ عدد کا احتمال نہیں رکھتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ لفظ عدد کا احتمال نہیں رکھتا، مفرد لفظ میں مفرد معنی کی رعایت رکھی جاتی ہے، البتہ اسم جنس کے دو فرد ہوتے ہیں، ایک فردِ حقیقی یعنی ایک اور ایک فردِ حکمی یعنی کل، اور فردِ حقیقی تو بلا نیت ثابت ہوتا ہے اور فردِ حکمی نیت سے ثابت ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں اگر شوہر نے دو کی نیت کی تو یہ درست نہیں ہوگی اور دو طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اس لئے کہ ''طلاق'' مصدر ہے اور مصدر کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اسم جنس ہونے کی وجہ سے اس کے مشمولات میں دو چیزیں ہیں، (۱) فردِ حقیقی (۲) فردِ حکمی، اب اگر فردِ حقیقی کی نیت ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر فردِ حکمی کی نیت ہو تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، دو کی نیت کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اسم جنس کا نہ فردِ حقیقی ہے اور نہ حکمی۔ نیز مصدر الفاظِ وُحدان میں سے ہے اور الفاظِ وُحدان میں ایک کے معنی کی رعایت کی جاتی ہے، اور یہ معنی یا تو فردیت سے حاصل ہوگا یا پھر جنسیت سے، اور تثنیہ فردیت اور جنسیت دونوں سے عاری ہے اس لئے اِن الفاظ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ ❷

(۴۹) إِنَّ إِضَافَةَ الطَّلَاقِ إِلَى مَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ كَإِضَافَتِهِ إِلَيْهَا. ❸

ترجمہ: طلاق کی نسبت ایسے جزء کی طرف کرنا جس کے ساتھ کل کو تعبیر کیا جاتا ہے تو یہ کل کی طرف نسبت کرنے کی مانند ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کی نسبت ایسے جزء کی طرف کرنا کہ جس کے ساتھ کل کو تعبیر کیا جاتا ہے یہ ایسا ہی ہے گویا اُس کی نسبت کل ذات اور شخصیت کی طرف کی گئی ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص ۳۷۹، ط: رحمانیہ

❷ وَلَكِنَّا نَقُولُ نِيَّةُ الثِّنْتَيْنِ فِيهِ عَدَدٌ وَهَذَا اللَّفْظُ لَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ لِأَنَّهَا كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَيْسَ فِيهَا احْتِمَالُ التَّعَدُّدِ وَالنِّيَّةُ إِذَا لَمْ تَكُنْ مِنْ مُحْتَمَلَاتِ اللَّفْظِ لَا تَعْمَلُ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، ج۶ ص ۷۰، ط: دار المعرفة

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص ۳۷۹، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے کہا ''رَقَبَتُکِ طَالِقٌ'' یا ''عُنُقُکِ طَالِقٌ'' یا ''رَأْسُکِ طَالِقٌ'' یا ''بَدَنُکِ طَالِقٌ'' تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ مذکورہ صورتوں میں شوہر نے طلاق کی نسبت ایسے اجزاء کی طرف کی ہے کہ ان اجزاء کے ساتھ پورے بدن کو تعبیر کیا جاتا ہے اور جب طلاق ایسے جزء کی طرف منسوب ہو جس کے ساتھ کل سے تعبیر ہو سکتی ہو تو کل کی طرف نسبت کرنے کے مانند ہے لہٰذا مذکورہ صورتوں میں اجزاء کی طرف نسبت کرنا کل کی طرف نسبت کرنے کی مانند ہوگی اور طلاق کی نسبت کل یعنی پورے بدن کی طرف کی جائے تو بلا شک وشبہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح مذکورہ الفاظ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ❶

(۵۰) إِنَّ مَحَلَّ الطَّلَاقِ مَا يَكُونُ فِيهِ الْقَيْدُ. ❷

ترجمہ: طلاق کا محل وہ چیز ہے جس میں ''قید'' موجود ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کا محل ہر وہ شے ہوگی جس میں ''قید نکاح'' موجود ہو، اُس قید نکاح کو اٹھانے اور ختم کرنے کا نام طلاق ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا ''يَدُكِ طَالِقٌ'' یا ''رِجْلُكِ طَالِقٌ'' تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ طلاق کا محل وہ شے ہے جس میں قید ہو، کیونکہ طلاق کی بنیاد قید کو رفع کرنے پر ہے اور ہاتھ اور پاؤں میں قید نہیں ہے، لہٰذا جس میں قید نہ ہو وہ محلِ طلاق بھی نہیں بن سکتا، تو جب طلاق کا محل نہیں ہے تو شے بلا محل واقع نہیں ہوا کرتی، لہٰذا طلاق بھی بلا محل واقع نہ ہوگی۔

---

❶ وَمِنْهَا الْإِضَافَةُ إِلَى جَمِيعِ أَجْزَائِهَا أَوْ إِلَى جُزْءٍ جَامِعٍ مِنْهَا أَوْ شَائِعٍ، وَجُمْلَةُ الْكَلَامِ أَنَّهُ لَا خِلَافَ أَنَّهُ إِذَا أَضَافَ الطَّلَاقَ إِلَى جُزْءٍ جَامِعٍ مِنْهَا كَالرَّأْسِ وَالْوَجْهِ وَالرَّقَبَةِ وَالْفَرْجِ أَنَّهُ يَقَعُ الطَّلَاقُ، لِأَنَّ هَذِهِ الْأَعْضَاءَ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ يُقَالُ: فُلَانٌ يَمْلِكُ كَذَا وَكَذَا رَأْسًا مِنَ الرَّقِيقِ وَكَذَا وَكَذَا رَقَبَةً.

بدائع الصنائع: كتاب الطلاق، ج۳ ص۱۴۳، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص۳۸۰، ط: رحمانیہ

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق ''قید نکاح'' کو اٹھانے کا نام ہے، اور قید نکاح اُس جگہ سے اٹھائی جائے گی جہاں وہ موجود ہو اور جہاں اُس کا وجود ہی نہ ہو تو اٹھانے کا کیا مطلب۔ شوہر نے ہاتھ پاؤں کی طرف نسبت کر کے طلاق دینے کا ارادہ کیا حالانکہ یہ محلِ طلاق نہیں ہے، جس طرح ہاتھ پاؤں کی طرف نسبت کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اسی طرح طلاق بھی منعقد نہیں ہوگی، جس طرح عورت کے ''تھوک'' یا ''ناخن'' کی طرف نسبت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی کیوں کہ یہ محلِ طلاق نہیں ہے، برخلاف جز شائع اور مشترک کہ جس کی طرف نسبت کر کے نکاح کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے تو اس کی طرف نسبت کر کے طلاق بھی واقع ہو جائے گی، جیسے جسم، بدن، سر اور گردن وغیرہ۔ ❶

(۵۱) إِنَّ ذِكْرَ مَا لَا يَتَجَزَّى كَذِكْرِ الْكُلِّ. ❷

ترجمہ: ایسی شے کا ذکر کرنا جو متجزّی نہ ہو تو وہ کل کے ذکر کرنے کی مانند ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز متجزی نہ ہو یعنی تقسیم کو قبول نہ کرتی ہو ایسی شے کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کل کا ذکر کرنا ہے، کیونکہ جب وہ شے تقسیم کو قبول ہی نہیں کرتی تو اس کے ذکر کرنے سے وہ قابلِ تقسیم نہیں ہو سکتی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ نِصْفَ تَطْلِيْقَةٍ'' یا ''ثُلُثَ تَطْلِيْقَةٍ'' وغیرہ تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ طلاق غیر متجزی ہے یعنی تقسیم کو قبول نہیں کرتی اور ہر وہ شے جو تقسیم کو قبول نہ کرے اس

---

❶ مسألة: إذا قال: لامرأته يدك طالق لا يقع الطلاق عند أبي حنيفة رحمه الله وقال: الشافعي رحمه الله يقع به. حجة أبي حنيفة رحمه الله: أنه أضاف الطلاق إلى غير محله فيلغوا كما لو قال: شعرك طالق وهذا لأن محل الطلاق ما يكون محلا للنكاح لأنه عبارة عن رفع قيد النكاح ولا قيد في اليد والشعر ولهذا لا يصح إضافة النكاح إليه.

الغرة المنيفة: كتاب الطلاق، ص ۱۵۲، ط: مؤسسة الكتب الثقافية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص ۳۸۰، ط: رحمانیہ

کے جُزء کا ذکر کرنا کل کے ذکر کرنے کی مانند ہوتا ہے، لہذا اطلاق میں بھی نصف، ثلث وغیرہ کا ذکر کرنا کل طلاق کے ذکر کرنے کی مانند ہوگا اور ''أَنْتِ طَالِقٌ'' وغیرہ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے تو ذکر بعض سے بھی ایک طلاق واقع ہوگی۔ ❶

(۵۲) إِنَّ عَمَلَ الضَّرْبِ فِيْ تَكْثِيْرِ الْأَجْزَاءِ لَا فِيْ زِيَادَةِ الْمَضْرُوْبِ. ❷

ترجمہ: ضرب کا عمل اجزاء کی کثرت میں ہوتا ہے نہ کہ مضروب کی زیادتی میں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شے کو ضرب دیا جائے تو اس ضرب دینے سے شے مضروب کے اجزاء میں اضافہ ہوتا ہے، شے مضروب میں زیادتی نہیں ہوتی مضروب کے اجزاء میں زیادتی یہ شے مضروب میں زیادتی کا تقاضا نہیں کرتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ فِيْ ثِنْتَيْنِ'' اور اس سے ایک کو دو میں ضرب دینے کی نیت کی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی، کیونکہ ضرب کا عمل شے مضروب کے اجزاء میں اضافہ کرتا ہے نہ کہ شے مضروب میں، تو لہذا یہاں بھی جب اس نے ضرب کی نیت کر لی تو طلاق کے اجزاء میں اس ضرب سے زیادتی ہوگی اور اجزاء طلاق میں زیادتی یہ طلاق کے تعدد کا تقاضا نہیں کرتی، لہذا یہاں طلاق متعدد نہ ہوگی بلکہ صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ ضرب کی نیت کرنے سے واحدہ کے اجزاء میں کثرت پیدا ہوگی، لیکن اس کثرت سے طلاق میں کثرت اور تعدد نہیں ہوگا اور جس طرح ایک طلاق کے نصف، ثلث، ربع اور سدس وغیرہ ذکر کر کے طلاق دینے سے صرف ایک ہی طلاق واقع

---

❶ وَلَوْ أَضَافَهُ إِلَى الْيَدِ وَالرِّجْلِ وَنَحْوِهِمَا مِمَّا لَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْبَدَنِ لَا يَقَعُ كَالْأُصْبُعِ وَالشَّعْرِ، لِأَنَّهُ أَضَافَهُ إِلَى غَيْرِ مَحَلِّهِ فَصَارَ كَإِضَافَتِهِ إِلَى الرِّيقِ وَالظُّفُرِ، وَهَذَا لِأَنَّ الطَّلَاقَ رَفْعُ الْقَيْدِ وَلَا قَيْدَ فِي هَذِهِ الْأَعْضَاءِ، لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ إِضَافَةُ النِّكَاحِ إِلَيْهَا، بِخِلَافِ الْجُزْءِ الشَّائِعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا، وَلَوْ تَعَارَفَ قَوْمٌ أَنَّ الْيَدَ يُعَبَّرُ بِهَا عَنِ الْبَدَنِ عُرْفًا ظَاهِرًا يَقَعُ الطَّلَاقُ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، ج۳ ص ۱۲۶، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص ۳۸۱، ط: رحمانیہ

ہوتی ہے، اس طرح یہاں بھی صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ ❶

(۵۳) إِنَّ كَلِمَةَ فِيْ تَأْتِيْ بِمَعْنَى مَعَ. ❷

ترجمہ: کلمہ "فی" کبھی "مع" کے معنی میں بھی آتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ "فی" کبھی "مع" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں "فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ" جو "مَعَ عِبَادِيْ" کے معنی میں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مذکورہ بالا مسئلہ میں شوہر نے "فی ثنتین" کو "مع ثنتین" کے معنی میں لینے کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی، کیونکہ "فی" "مع" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ہر وہ لفظ جو دوسرے لفظ کے معنی میں استعمال ہو اس کی نیت کرنا اور مراد لینا درست ہے، لہذا شوہر کا بھی اپنے مذکورہ کلام میں "فی" کو "مع" کے معنی میں مراد لینا درست ہوگا، "أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ فِيْ ثِنْتَيْنِ أَيْ مَعَ ثِنْتَيْنِ" کا مفہوم ایک دو کے ساتھ اور ایک دو کے ساتھ مل کر تین ہوتا ہے، لہذا تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر نیت ظرف کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ طلاق، طلاق کے لئے ظرف واقع نہیں ہو سکتی تو دوسری لغو ہوگی۔ ❸

(۵۴) إِنَّ الطَّلَاقَ لَا يَصْلُحُ ظَرْفًا. ❹

---

❶ وَلَكِنَّا نَقُولُ الضَّرْبُ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْمَمْسُوحَاتِ لَا فِي الطَّلَاقِ، وَتَأْثِيرُ الضَّرْبِ فِي تَكْثِيرِ الْأَجْزَاءِ لَا فِي زِيَادَةِ الْمَالِ، وَالتَّطْلِيقَةُ الْوَاحِدَةُ، وَإِنْ كَثُرَتْ أَجْزَاؤُهَا لَا تَصِيرُ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدَةٍ كَمَا لَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ نِصْفَ تَطْلِيقَةٍ وَسُدُسَهَا وَثُلُثَهَا لَمْ يَقَعْ إِلَّا وَاحِدَةٌ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، ج٦ ص١٣٧، ط: دار المعرفة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج٢ ص ٣٨١، ط: رحمانیہ

❸ أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَثِنْتَيْنِ، وَلَوْ نَوَى وَاحِدَةً مَعَ ثِنْتَيْنِ يَقَعُ الثَّلَاثُ دَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ، لِأَنَّ كَلِمَةَ فِي تَأْتِي بِمَعْنَى مَعَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى (فَادْخُلِي فِي عِبَادِي) وَلَوْ نَوَى الظَّرْفَ يَقَعُ وَاحِدَةٌ، لِأَنَّ الطَّلَاقَ لَا يَقَعُ ظَرْفًا لِلطَّلَاقِ فَيُلْغَى الثَّانِي.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، ج٢ ص٢٠٣، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❹ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج٢ ص ٣٨١، ط: رحمانیہ

ترجمہ: طلاق ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کسی شے کے لئے ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی لہذا طلاق کو ظرف بنانا لغو ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مذکورہ بالا مسئلہ میں شوہر نے اپنے کلام یعنی ''أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ فِيْ ثِنْتَيْنِ'' سے ظرف کی نیت کی تو اس صورت میں بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ طلاق ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور جو چیز ظرف بننے کی صلاحیت نہ رکھے اس کو ظرف بنانا لغو ہوتا ہے، جب کلام ثانی لغو ہوگیا تو اب صرف ''أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ'' باقی رہ گیا تو ایسی صورت میں ایک طلاق ہوتی ہے، لہذا مذکورہ بالا مسئلہ میں بھی ایک طلاق واقع ہوگی۔ [1]

(۵۵) إِنَّ الطَّلَاقَ مَتَى وَقَعَ وَقَعَ فِي الْأَمَاكِنِ كُلِّهَا. [2]

ترجمہ: طلاق جب بھی واقع ہوگی تو تمام جگہوں میں واقع ہوگی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کسی مکان کے ساتھ خاص نہیں ہوتی جب بھی طلاق واقع ہوگی تو تمام مکانات میں واقع ہوگی، اگرچہ شوہر اس کی نسبت کسی خاص مکان کی طرف کردے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ بِمَكَّةَ/ فِيْ مَكَّةَ'' تو فی الحال طلاق واقع ہوگی، کیونکہ طلاق کسی خاص مکان کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اور ہر وہ شے جو کسی خاص مکان کے ساتھ خاص نہ ہو تو وہ فی الفور واقع

---

[1] (ولو نوى الظرف تقع واحدة، لأن الطلاق لا يصلح ظرفًا) لأن أحد العددين لا يصلح ظرفًا للآخر، وبين الظرف والمظروف من الهيئة فاستعير له، ولو نوى الظرف يقع واحدة، لأن الطلاق معنى فقهي لا يصلح أن يكون ظرفًا للغير.

البناية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۵ ص ۳۲۰، ط: دار الكتب العلمية

[2] الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج۲ ص ۳۸۲، ط: رحمانیہ

ہوجاتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق بھی فی الفور واقع ہوجائے گی۔ طلاق ہر شہر، گاؤں اور کوچے میں واقع ہوجاتی ہے، اس لئے کہ طلاق زمان ومکان کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی کچھ مقامات کے حوالے سے اس میں امتیاز ہے کہ بعض میں واقع ہو اور بعض میں نہ ہو، لہٰذا فی الفور طلاق واقع ہوگی۔ ❶

فصل فی إضافة الطلاق إلى الزمان

(٥٦) إِنَّ الْمُنَجّزَ لَا يَحْتَمِلُ الْإِضَافَةَ وَكَذَا الْمُضَافُ لَا يَتَنَجَّزُ. ❷

ترجمہ: فی الحال واقع ہونے والی طلاق اضافت کا احتمال نہیں رکھتی اور مضاف شدہ فی الحال واقع نہیں ہوسکتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق تنجیزی یعنی مطلق طلاق کسی زمانہ کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اور اسی طرح جو طلاق منسوب الی الزمان ہو وہ طلاق تنجیزی نہیں ہوسکتی، گویا کہ طلاق تنجیزی اور طلاق منسوب الی الزمان دونوں متضاد چیزیں ہیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ

---

❶ بِأَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ طَالِقٌ فِي الدَّارِ أَوْ فِي مَكَّةَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَإِنْ لَمْ تَكُنِ الْمَرْأَةُ فِي الدَّارِ وَلَا فِي مَكَّةَ لِأَنَّ الطَّلَاقَ لَا يَخْتَصُّ بِمَكَانٍ دُونَ مَكَان فَإِذَا وَقَعَ فِي مَكَان وَقَعَ فِي الْأَمَاكِنِ كُلِّهَا، وَإِنْ دَخَلَتْ عَلَى الزَّمَانِ فَإِنْ كَانَ مَاضِيًا يَقَعُ الطَّلَاقُ فِي الْحَالِ نَحْوُ أَنْ يَقُولَ أَنْتِ طَالِقٌ فِي الْأَمْسِ أَوْ فِي الْعَامِ الْمَاضِي لِأَنَّ إِنْشَاءَ الطَّلَاقِ فِي الزَّمَانِ الْمَاضِي لَا يُتَصَوَّرُ فَيُجْعَلُ إِخْبَارًا أَوْ تَلْغُو الْإِضَافَةُ إِلَى الْمَاضِي وَيَبْقَى قَوْلُهُ أَنْتِ طَالِقٌ فَيَقَعُ فِي الْحَالِ وَكَذٰلِكَ إِذَا كَانَ حَاضِرًا بِأَنْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ فِي هَذَا الْوَقْتِ أَوْ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ يَقَعُ فِي الْحَالِ، وَإِنْ كَانَ مُسْتَقْبَلًا لَا يَقَعُ حَتَّى يَأْتِيَ بِأَنْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ فِي غَدٍ أَوْ فِي الشَّهْرِ الْآتِي لِأَنَّ الطَّلَاقَ يَحْتَمِلُ الِاخْتِصَاصَ بِوَقْتٍ دُونَ وَقْتٍ فَإِذَا جُعِلَ الْغَدُ ظَرْفًا لَهُ لَا يَقَعُ قَبْلَهُ.

بدائع الصنائع: كتاب الأيمان، فصل في شرائط ركن اليمين، ج٣ ص٢٥، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ج٢ ص ٣٨٢، ط: رحمانیہ

غَـدًا یَـا غَدًا الْیَوْمَ ‘‘تو اس صورت میں پہلے کلمے کا اعتبار ہوگا یعنی شوہر کے منہ سے جو کلام پہلے نکلا ہے اسی پر عمل کیا جائے گا، یعنی پہلی صورت میں چونکہ اس کے منہ سے ’’الیــوم‘‘ پہلے نکلا ہے اس لئے طلاق بھی یوم میں واقع ہوگی، اور دوسری صورت میں چونکہ ’’غـدا‘‘ پہلے نکلا ہے اس لئے طلاق آئندہ کل واقع ہوگی۔ پہلی صورت میں جب اس نے ’’الیـــوم‘‘ پہلے کہا تو گویا کہ یہ طلاق تنجیزی ہے اور طلاق تنجیزی اضافت کا احتمال نہیں رکھتی، لہذا مذکورہ صورت میں بھی یہ طلاق ’’غـدا‘‘ کی طرف منسوب ہونے کا احتمال نہ رکھے گی، اور دوسری صورت میں جب ’’غـدا‘‘ کا اعتبار کیا گیا تو طلاق منسوب الی الغد ہوگی اور منسوب شدہ چیز فی الحال واقع نہیں ہوسکتی۔ پہلی صورت میں شوہر نے ’’الیـوم‘‘ کو مقدم رکھا تو طلاق فی الحال واقع ہوگی اور دوسرا لفظ لغو ہوگا، اس لئے کہ منجز فوری طور پر واقع ہونے والی شے اضافت اور نسبت کا احتمال نہیں رکھتی۔ دوسری صورت میں طلاق ’’غــد‘‘ کی طرف منسوب ہے اور منسوب شدہ چیز فی الحال واقع نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس میں ایک واقع چیز یعنی اضافت کو خواہ مخواہ باطل کرنا لازم آئے گا جو درست نہیں، اس لئے طلاق ’’غد‘‘ کی طرف منسوب ہو کر آئندہ کل میں واقع ہوگی۔ ❶

(۵۷) إِنَّ الظَّرْفِيَّةَ لَا تَقْتَضِي الْاِسْتِيْعَابَ. ❷

ترجمہ: ظرف ہونا استیعاب کا تقاضا نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شے ظرف واقع ہو تو یہ ظرف اِس کے استیعاب کا تقاضا نہیں کرتا۔

---

❶ وَإِنْ قَـالَ: أَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ غَدًا فَهِيَ طَالِقٌ الْيَوْمَ، لِأَنَّهُ ذَكَرَ وَقْتَيْنِ غَيْرَ مَعْطُوفٍ أَحَدُهُمَا عَلَى الْـآخَـرِ، وَفِي مِثْلِهِ الْوُقُوعُ فِي أَوَّلِ الْوَقْتَيْنِ ذِكْرًا، وَهُوَ الْيَوْمُ، وَلَوْ قَالَ: غَدًا الْيَوْمَ، طَلُقَتْ غَدًا، وَهَـذَا، لِأَنَّ قَـوْلَـهُ: أَنْـتِ طَـالِـقٌ الْيَـوْمَ تَـنْـجِيزٌ وَقَوْلَهُ: غَدًا إِضَافَةٌ إِلَى وَقْتٍ مُنْتَظَرٍ، وَالْمُنَجَّزُ لَا يَـحْـتَـمِلُ الْإِضَافَةَ، فَكَانَ قَوْلُهُ غَدًا لَغْوًا، وَإِذَا قَالَ: أَوَّلًا غَدًا، كَانَ هَذَا إِضَافَةَ الطَّلَاقِ إِلَى وَقْتٍ مُنْتَظَرٍ، فَلَوْ نَجَّزَ بِذِكْرِهِ الْيَوْمَ لَمْ يَبْقَ مُضَافًا.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، ج٦ ص١١٥، ط: دار المعرفة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج٢ ص٣٨٢، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ فِيْ غَدٍ'' کہ تجھے آئندہ کل میں طلاق ہے اور اپنے اس کلام سے آئندہ کل کے دن کے آخری حصے کی نیت کی تو امام صاحب کے نزدیک اس آدمی کی قضاءً تصدیق کی جائے گی، یعنی طلاق آئندہ کل کے آخری حصے میں واقع ہوگی، کیونکہ اس کے کلام میں ''فِيْ غَدٍ'' یہ ظرف ہے اور طلاق مظروف ہے اور ظرف استیعاب کا تقاضا نہیں کرتا، کلمہ ''فی'' ظرفیت کے لئے آتا ہے اور ظرفیت مظروف کے استیعاب کا تقاضا نہیں کرتی، لہذا ''فی الغد'' کے جس جزء میں بھی شوہر طلاق کی نیت کرے گا وہ نیت معتبر ہوگی اور اُسی وقت طلاق واقع ہوگی۔ ❶

(۵۸) إِنَّ الْإِنْشَاءَ فِي الْمَاضِي إِنْشَاءٌ فِي الْحَالِ. ❷

ترجمہ: زمانہ ماضی میں انشاء فی الکلام یہ حال میں انشاء فی الکلام ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ماضی کے انشاء کو حال میں بھی انشاء تسلیم کرلیا جاتا ہے یعنی ماضی میں ثابت ہونے والے کسی حکم کو حال میں بھی ثابت اور نافذ مانتے ہیں جب کسی شے کی نسبت ایسی منافی حالت کی طرف کی جائے جسے خبر بنانا ممکن نہ ہو تو پھر وہ انشاء ہوتا ہے اور انشاء فی الماضی انشاء فی الحال ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ أَمْسِ'' کہ تجھے گزشتہ کل طلاق ہے، جبکہ اس شخص نے اس عورت سے گزشتہ کل کے ابتدائی حصے میں شادی کی تھی تو اسی وقت طلاق پڑے گی، کیونکہ شوہر کا یہ کلام انشاء فی الماضی ہے اور ہر

---

❶ وَإِنْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ فِي غَدٍ وَقَعَ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ فَإِنْ قَالَ نَوَيْتُ بِهِ آخِرَ النَّهَارِ صُدِّقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ دِيَانَةً وَقَضَاءً وَعِنْدَهُمَا لَا يُصَدَّقُ فِي الْقَضَاءِ وَيَدِينُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ لِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ جَعَلَ الْغَدَ ظَرْفًا لِوُقُوعِ الطَّلَاقِ فِيهِ وَكَوْنُهُ ظَرْفًا لَا يَقْتَضِي كَوْنَهَا مُطَلَّقَةً فِي جَمِيعِ أَجْزَائِهِ، لِأَنَّ الظَّرْفِيَّةَ لَا تَقْتَضِي الِاسْتِيعَابَ أَلَا تَرَى أَنَّكَ إِذَا قُلْتَ صُمْتُ فِي شَعْبَانَ لَا يَقْتَضِي أَنْ تَكُونَ صَائِمًا فِي جَمِيعِهِ.

الجوهرة النيرة: كتاب الطلاق، ج۲ ص ۴۴، ط: المطبعة الخيرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج۲ ص ۳۸۲، ط: رحمانیہ

انشاء فی الماضی انشاء فی الحال ہوتا ہے، لہذا اس کا یہ کلام بھی انشاء فی الحال ہوگا یعنی گویا کہ یہ ابھی اسی وقت میں اس کو طلاق دے رہا ہے۔ لہذا ''أَنْتِ طَالِقٌ أَمْسِ '' سے ماضی والا انشاء ''أَنْتِ طَالِقٌ اَلْآنَ '' یا ''فی الحال '' کے معنی میں ہوگا اور اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی۔ ❶

(۵۹) إِنَّ الْيَوْمَ إِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ يَمْتَدُّ يُرَادُ بِهِ بَيَاضُ النَّهَارِ وَإِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ لَا يَمْتَدُّ يُرَادُ بِهِ مُطْلَقُ الْوَقْتِ. ❷

ترجمہ: یوم جب فعل ممتد کے ساتھ مل جائے تو اس سے دن کی سفیدی مراد ہوتی ہے اور جب فعل غیر ممتد کے ساتھ مل جائے تو اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ لفظِ یوم جب ایسے فعل کے ساتھ مقترن ہو جائے کہ وہ فعل ممتد ہو یعنی اس کو سرانجام دینے میں وقت لگتا ہو تو اس وقت یوم سے مراد دن ہوگا اور اگر یوم غیر ممتد فعل کے ساتھ مقترن ہو جائے تو اس وقت یوم سے مطلق وقت مراد ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے عورت سے یہ کہا ''يَوْمَ أَتَزَوَّجُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ '' کہ جس دن میں آپ سے شادی کروں گا تجھے طلاق ہے۔

پھر اس شخص نے اس کے ساتھ رات میں شادی کی تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس شخص کے کلام میں یوم فعل غیر ممتد کے ساتھ مقترن ہے اور جب یوم فعل غیر ممتد کے ساتھ مقترن ہو تو یوم سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے، لہذا اس آدمی کے کلام میں بھی یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا، جب یوم سے مطلق وقت مراد ہے تو یہ دن کو بھی شامل ہے اور رات کو بھی۔ یاد رہے کہ فعل غیر ممتد سے مراد ایسا فعل اور کام ہے جس کی انجام دہی میں زیادہ وقت نہ لگتا ہو، جیسے دخول، خروج وغیرہ۔ طلاق بھی اسی قبیل سے ہے اور اسے بھی واقع کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا، اس لئے یوم کے اس

---

❶ (قَوْلُهُ: وَإِنْ نَكَحَهَا قَبْلَ أَمْسِ وَقَعَ الْآنَ) لِأَنَّهُ أَسْنَدَهُ إِلَى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ وَلَا يُمْكِنُ تَصْحِيحُهُ إِخْبَارًا أَيْضًا فَكَانَ إِنْشَاءً، وَالْإِنْشَاءُ فِي الْمَاضِي إِنْشَاءٌ فِي الْحَالِ فَيَقَعُ السَّاعَةَ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلي الزمان، ج۳، ص۲۹۳ ط: دار الكتاب الإسلامي

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج ۲ ص ۳۸۴، ط: رحمانیہ

کے ساتھ مقارن ہونے کی صورت میں مطلق وقت مراد ہوگا اور رات دن میں جس وقت بھی نکاح کرے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر لفظِ یوم ایسے فعل اور کام کے ساتھ متصل ہو جس کے کرنے میں وقت لگتا ہو جیسے روزہ، تو اس صورت میں یوم سے مراد ''بیاض نہار'' ہوگا، اس لئے کہ اس وقت یوم سے مراد معیار ہوگا۔ ❶

(۲۰) إِنَّ الطَّلَاقَ لِإِزَالَةِ الْقَيْدِ بِخِلَافِ الْإِبَانَةِ فَإِنَّهَا لِإِزَالَةِ الْوُصْلَةِ. ❷

ترجمہ: طلاق قید (نکاح) کو زائل کرنے کے لئے ہے برخلاف اِبانت کے، اس لئے کہ ابانت تعلق اور جوڑ کو زائل کرنے کے لئے ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طلاق اس قید اور بندش کے ازالے کے لئے ہوتی ہے، جو بندش اور قید عورت پر نکاح کی وجہ سے عائد ہوتی ہے، برخلاف ابانت یعنی جدائی کے کہ اس سے میاں بیوی کے درمیان جو تعلق اور جوڑ ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا ''أَنَا مِنْكِ طَالِقٌ'' کہ میں تجھ سے طلاق والا ہوں تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی گو کہ شوہر نے اپنے اس کلام سے طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ طلاق اس قید کو زائل کرنا ہے جو عورت میں ہوتی ہے شوہر میں نہیں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شوہر کے لئے ایک کے بجائے دو، تین اور چار سے نکاح

---

❶ (ومن قال لامرأة يوم أتزوجك فأنت طالق فتزوجها ليلًا) أى فى الليل (طلقت، لأن اليوم يذكر ويراد بياض النهار، فيحمل عليه) أى على بياض النهار (إذا قرن) أى اليوم (بفعل يمتد كالصوم) فإنه يمتد (والأمر باليد) كما فى قوله أمرك بيدك يوم يقدم فلان (لأنه يراد به المعيار) أى أراد باليوم المعيار إذا الفعل ممتد، والمراد بالمعيار أن يكون مقدارًا بقدر الفعل كالصوم فى اليوم (وهو أليق به) أى كون المعيار مرادًا من اليوم أليق بالفعل الممتد، لأن الفعل الممتد يحتاج إلى وقت مؤبد وهو بياض النهار الذى صار المعيار عبارة عنه، بخلاف ما إذا لم يكن الفعل ممتدًا، حيث لا يحتاج إلى وقت مديد بل يكفيه مطلق الوقت.

البناية: كتاب الطلاق، فصل فى إضافة الطلاق إلى الزمان، ج۵ ص ۳۳۰، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل فى إضافة الطلاق إلى الزمان، ج ۲ ص ۳۸۴، ط: رحمانیہ

کی اجازت ہے، جبکہ عورت کو شوہر کے نکاح میں رہتے ہوئے کسی اور مرد سے نکاح کی اجازت نہیں۔ اسی طرح شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے، معلوم ہوا کہ قید نکاح عورت میں ہے اور چونکہ طلاق "رفع القید الثابت بالنکاح" کے لئے وضع ہے تو اس کی نسبت بھی صرف اور صرف بیوی کی طرف ہوگی، برخلاف ابانت کہ ابانت میل ملاپ اور تعلق کو زائل کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور تعلق میاں بیوی دونوں میں مشترک ہے، لہذا ابانت کی نسبت دونوں کی طرف درست ہے۔ ❶

(۲۱) إِنَّ الْوَصْفَ مَتَى قُرِنَ بِالْعَدَدِ كَانَ وُقُوْعُ الطَّلَاقِ بِذِكْرِ الْعَدَدِ. ❷

ترجمہ: جب وصف عدد کے ساتھ مل جائے تو طلاق کا وقوع عدد کے ذکر سے ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ وصف جب عدد کے ساتھ مقترن ہو جائے تو طلاق عدد کے ذکر کے ساتھ واقع ہوگی وصف کا اعتبار نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ أَوْ لَا" تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ صورت میں وصف "طلاق" عدد یعنی واحدۃ کے ساتھ متصل ہے اور جب وصف عدد کے ساتھ مقترن ہو تو طلاق اس وقت واقع ہوگی جب عدد ذکر کیا جائے اور چونکہ شوہر نے اپنے کلام میں "أَوْ لَا" لا کر اس عدد یعنی واحدۃ کی نفی کر دی تو گویا مذکورہ بالا صورت میں طلاق مقترن بالعدد کو بلا ذکر عدد کے ذکر کیا اور ایسی صورت میں طلاق واقع

---

❶ وَإِنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَنَا مِنْكِ طَالِقٌ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ وَإِنْ نَوَى طَلَاقًا، لِأَنَّ الطَّلَاقَ لِإِزَالَةِ الْقَيْدِ، وَهُوَ فِيهَا دُونَهُ أَلَا تَرَى أَنَّهَا هِيَ الْمَمْنُوعَةُ مِنَ التَّزَوُّجِ وَالْخُرُوجِ وَالزَّوْجُ يَنْطَلِقُ إِلَى مَا شَاءَ مِنَ التَّزْوِيجِ بِثَلَاثٍ سِوَاهَا وَيَسْتَمْتِعُ بِإِمَائِهِ وَإِنْ قَالَ أَنَا مِنْكِ بَائِنٌ أَوْ عَلَيْكِ حَرَامٌ يَنْوِي الطَّلَاقَ طَلُقَتْ، لِأَنَّ الْإِبَانَةَ لِإِزَالَةِ الْوُصْلَةِ وَهِيَ مُشْتَرَكَةٌ، وَكَذَا التَّحْرِيمُ لِإِزَالَةِ الْحِلِّ وَهُوَ مُشْتَرَكٌ فَصَحَّتْ إِضَافَتُهَا إِلَيْهِمَا.

الجوهرة النيرة: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج۲ ص۴۵، ط: المطبعة الخيرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج۲ ص ۳۸۴، ط: رحمانیہ

نہیں ہوتی، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص ''أنت طالق واحدة یا ثلاثا'' کہے تو اس صورت میں وقوعِ طلاق ''وحدة'' یا ''ثلاثا'' سے ہوگی، وصف یعنی ''طالق'' سے نہیں ہوگی، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے غیر مدخول بیوی سے ''أنت طالق ثلاثا'' کہا، تو اس پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی، دیکھئے یہاں بھی وقوع کا تعلق وصف سے نہیں بلکہ عدد یعنی ''ثلاثا'' سے ہے، اس لئے کہ اگر وقوع کا تعلق وصف یعنی طالق سے ہوتا تو اس صورت میں وہ عورت ''طالق'' سے ہی بائنہ ہو جاتی اور ''ثلاثا'' کا ذکر لغو ہو جاتا۔ ❶

(۲۲) إِنَّ مِلْکَ الْيَمِيْنِ يُنَافِي مِلْکَ النِّکَاحِ. ❷

ترجمہ: ملک یمین ملکِ نکاح کے منافی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملکِ نکاح اور ملکِ یمین آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں، کیونکہ ملکِ یمین اگر ملک نکاح کے ساتھ جمع ہو جائے تو شخص واحد کا مالک اور مملوک ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کا مالک بن جائے یا

---

❶ (لَوْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً أَوْ لَا) عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ (خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ فِي رِوَايَةٍ) وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ، أَوْ لَا وَهُوَ رِوَايَةُ الطَّلَاقِ مِنْ الْمَبْسُوطِ.

وَفِي الْهِدَايَةِ وَلَوْ كَانَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ قَوْلَ الْكُلِّ فَعَنْ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَانِ، لَهُ أَنَّهُ أَدْخَلَ الشَّكَّ فِي الْوَاحِدَةِ لِدُخُولِ حَرْفِهِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ النَّفْيِ فَيَسْقُطُ اعْتِبَارُ الْوَحْدَةِ لِلشَّكِّ وَيَبْقَى قَوْلُهُ أَنْتِ طَالِقٌ سَالِمًا عَنْ الشَّكِّ بِخِلَافِ أَنْتِ طَالِقٌ، أَوْ لَا لِأَنَّهُ أَدْخَلَ الشَّكَّ فِي أَصْلِ الْإِيقَاعِ فَلَا يَقَعُ، وَلَهُمَا أَنَّ الْوَصْفَ مَتَى قُرِنَ بِالْعَدَدِ كَانَ الْوُقُوعُ بِذِكْرِ الْعَدَدِ لَا بِالْوَصْفِ فَكَانَ الشَّكُّ دَاخِلًا فِي الْإِيقَاعِ فَلَا يَقَعُ وَلِهَذَا لَوْ قَالَ لِغَيْرِ الْمَدْخُولِ بِهَا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا وَقَعْنَ، وَلَوْ كَانَ الْوُقُوعُ بِالْوَصْفِ لَمَا وَقَعْنَ لِكَوْنِهَا أَجْنَبِيَّةً.

مجمع الأنهر: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج ۱ ص ۳۹۶، ط: دار إحياء التراث العربي

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج ۲ ص ۳۸۵، ط: رحمانیہ

بیوی کے ایک حصے کا یا بیوی اپنے شوہر کی مالکہ بن جائے یا شوہر کے ایک حصے کی، تو دونوں میں فرقت واقع ہوگی، کیونکہ ملک یمین ملک نکاح کے منافی ہے اور مذکورہ مسئلہ میں دو متضاد ملکیتوں کا اجتماع ہوا اور دو متضاد ملک کا اجتماع باطل ہے۔ اس لئے کہ ملک نکاح کا تقاضا یہ ہے کہ عورت شوہر کی مملوکہ ہو اور شراء وغیرہ سے حاصل ہونے والی ملک یعنی ملک یمین کا تقاضا یہ ہے کہ عورت مالکن ہو، اور یہ دونوں ناممکن ہیں، اس لئے مالکیت اور مملوکیت کے اجتماع کی وجہ سے ان کا نکاح ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح شوہر بیوی کا مالک ہو جائے تو بھی دونوں میں فرقت ہو جائے گی، اس لئے کہ شوہر کے لئے جو ملکِ نکاح ثابت ہے وہ بر بنائے ضرورت ہے، اس لئے بیوی آزاد، عاقل، بالغ عورت ہے اور آزاد ہر طرح کی قید و بند سے آزاد ہوتا ہے، مگر پھر بھی ضرورتِ توالد وتناسل کے تحت خلافِ قیاس عورت پر شوہر کی ملکیت ثابت ہوتی ہے، اور ضابطہ یہ ہے کہ ''الضرورة تتقدر بقدرها'' یعنی خلافِ قیاس ہونے والی چیز ضرورتاً ہی ثابت ہوتی ہے، اس لئے شوہر کی ملک نکاح ضروری ہے اور شراء ہبہ وغیرہ کے ذریعے عورت جب اس کی ملکیت میں آجائے گی تو اسے اس پر ملک یمین حاصل ہوگی، جو ملک قوی ہے اور ظاہر ہے کہ ملک قوی کے مقابلے میں ملک ضروری باقی نہیں رہ سکتی، اس لئے قوی ملک یمین حاصل ہوتے ہی ملکِ ضروری یعنی ملکِ نکاح ختم ہو جائے گی۔ ❶

(٦٣) إِنَّ الشَّرْطَ مَا يَكُوْنُ مَعْدُوْمًا عَلَى خَطَرِ الْوُجُوْدِ وَالْحُكْمُ يَتَعَلَّقُ بِهِ. ❷

---

❶ (وَلَوْ مَلَكَهَا أَوْ شِقْصَهَا أَوْ مَلَكَتْهُ أَوْ شِقْصَهُ بَطَلَ الْعَقْدُ) يَعْنِي لَوْ مَلَكَ الزَّوْجُ امْرَأَتَهُ بِأَنْ كَانَتْ أَمَةً أَوْ مَلَكَ جُزْءًا مِنْهَا أَوْ كَانَتْ هِيَ الْمَالِكَةُ لِزَوْجِهَا أَوْ لِجُزْئِهِ بَطَلَ النِّكَاحُ. وَأَمَّا مِلْكُهَا إِيَّاهُ فَلِلاجْتِمَاعِ بَيْنَ الْمَالِكِيَّةِ وَالْمَمْلُوكِيَّةِ فَلَا يَنْتَظِمُ الْمَصَالِحُ وَهُوَ مَا شُرِعَ إِلَّا لِمَصَالِحِهِ. وَأَمَّا مِلْكُهُ إِيَّاهَا فَلِأَنَّ مِلْكَ النِّكَاحِ ضَرُورِيٌّ وَقَدْ اسْتَغْنَى عَنْهُ بِالْأَقْوَى لِثُبُوتِ الْحِلِّ بِهِ.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج٢ ص ٢٠٩، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج٢ ص ٣٨٥، ط: رحمانيه

ترجمہ: شرط وہ چیز ہے جو وجود پذیر ہونے کے احتمال کے ساتھ معدوم ہوتی ہے اور حکم اس کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی حکم مشروط ہو کسی شرط کے ساتھ تو فی الحال شرط معدوم ہوتی ہے البتہ اس کے وجود پذیر ہونے کا احتمال ہوتا ہے، یعنی ممکن ہے کہ شرط پائی جائے اور حکم بھی شرط کے ساتھ متعلق ہوتا ہے یعنی شرط پائی جائے گی تو حکم بھی دائر ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر اپنی اس بیوی سے یہ کہے جو کسی غیر کی باندی ہو کہ ''أَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ مَعَ عِتْقِ مَوْلَاكِ إِيَّاكِ'' تیرے آقا کے تجھے آزاد کرنے کے بعد تو دو طلاق والی ہے، پھر آقا نے اس باندی کو آزاد کر دیا تو شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہوگا، اس لئے کہ شوہر نے طلاق کو ''اعتاق'' یعنی آزادی پر معلق کیا ہے، آزادی شرط ہے اور طلاق مشروط ہے (شرط اس چیز کو کہتے ہیں جو فی الوقت معدوم ہو لیکن اس کا وجود ممکن ہو اور حکم کے ساتھ اس کا تعلق بھی ہو) تو یہاں شرط جب آزادی پائی جائے گی تو آزادی کے بعد مشروط یعنی دو طلاقیں پائی جائیں گی، تو چونکہ آزاد عورت دو طلاق سے مغلظہ نہیں ہوتی اس لئے شوہر کو رجوع کرنے کا اور ایک طلاق کا اختیار رہوگا۔ ❶

---

❶ (أَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ مَعَ عِتْقِ مَوْلَاكِ إِيَّاكِ فَأَعْتَقَ لَهُ الرَّجْعَةُ) أَيْ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِزَوْجَتِهِ الْأَمَةِ أَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ مَعَ إِعْتَاقِ مَوْلَاكِ إِيَّاكِ فَأَعْتَقَهَا الْمَوْلَى طَلُقَتْ ثِنْتَيْنِ وَيَمْلِكُ الزَّوْجُ الرَّجْعَةَ فَالْعِتْقُ حُكْمُ الْإِعْتَاقِ فَاسْتُعِيرَ لِسَبَبِهِ وَإِنَّمَا يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ، لِأَنَّهُ عَلَّقَ الطَّلْقَتَيْنِ بِالْإِعْتَاقِ وَالْمُعَلَّقُ يُوجَدُ بَعْدَ الشَّرْطِ فَتَطْلُقُ وَهِيَ حُرَّةٌ وَالْحُرَّةُ لَا تَحْرُمُ بِالطَّلْقَتَيْنِ حُرْمَةً غَلِيظَةً وَإِنَّمَا قُلْنَا بِأَنَّهُ مُعَلَّقٌ بِهِ لِوُجُودِ مَعْنَاهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الشَّرْطَ مَا يَكُونُ مَعْدُومًا عَلَى خَطَرِ الْوُجُودِ وَالْحُكْمُ يَتَعَلَّقُ بِهِ وَيُضَافُ إِلَيْهِ وُجُودًا لَا وُجُوبًا، وَهَذَا الْمَعْنَى قَدْ وُجِدَ فِيهِ فَإِذَا صَارَ مُعَلَّقًا بِهِ يَصِيرُ تَطْلِيقًا عِنْدَ وُجُودِ الشَّرْطِ لِدُخُولِهِ عَلَى السَّبَبِ عِنْدَنَا فَيُوجَدُ التَّطْلِيقُ بَعْدَ الْإِعْتَاقِ كَأَنَّهُ أَرْسَلَهُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ مُقَارِنًا لِلْعِتْقِ الَّذِي هُوَ حُكْمُ الْإِعْتَاقِ فَتَصِيرُ حُرَّةً بِهِ ثُمَّ يَقَعُ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ الَّذِي هُوَ حُكْمُ التَّطْلِيقِ بَعْدَ الْحُرِّيَّةِ فَلَا تَحْرُمُ بِهِ حُرْمَةً غَلِيظَةً.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج٢ ص ٢١٠، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

فصل فی تشبیه الطلاق ووصفه

(٦٤) إِنَّ الْإِشَارَةَ بِالْأَصَابِعِ تُفِيْدُ الْعِلْمَ بِالْعَدَدِ فِيْ مَجْرَى الْعَادَةِ إِذَا اقْتَرَنَتْ بِالْعَدَدِ الْمُبْهَمِ. [1]

ترجمہ: انگلیوں کا اشارہ اگر عددِ مبہم سے متصل ہو جائے تو عادتاً وہ عدد کی معلومات کا فائدہ دیتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا جائے تو عادت اس بات پر جاری ہے کہ یہ اشارہ عدد بتلانے کا فائدہ دیتا ہے، بشرطیکہ جب یہ اشارہ مبہم عدد کے ساتھ مقترن ہو، کیونکہ اگر عدد معلوم ہو تو پھر اشارے کی طرف نہیں دیکھا جاتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ هٰكَذَا'' اور ساتھ ہی انگوٹھے، درمیانی اور چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، کیونکہ انگلیوں سے اشارہ کرنا جب عددِ مبہم کے ساتھ مل جائے تو وہ عدد بتلانے کا فائدہ دیتا ہے اور شوہر نے بھی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور یہ اشارہ عددِ مبہم یعنی ''هكذا'' کے ساتھ مقترن ہے، لہذا یہ بھی تین کا عدد بتلانے کا فائدہ دے گا اور تین طلاق واقع ہو جائیں گی، البتہ اگر صرف ''أَنْتِ طَالِقٌ'' کہا اور ''هكذا'' کا لفظ نہ کہا تو پھر صرف ایک ہی طلاق واقع ہو گی، کیونکہ ''هكذا'' نہ کہنے کی صورت میں اشارہ مبہم عدد کے ساتھ مقترن نہ ہوا، لہذا شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے حکم بھی دائر نہ ہو گا اور ایک طلاق واقع ہو گی۔ [2]

---

[1] الهداية: كتاب الطلاق، فصل في تشبيه الطلاق ووصفه، ج ٢ ص ٣٨٦، ط: رحمانیہ

[2] (أَنْتِ طَالِقٌ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ فَهِيَ ثَلَاثٌ) لِأَنَّ الْإِشَارَةَ بِالْأَصَابِعِ تُفِيدُ الْعِلْمَ بِالْعَدَدِ عُرْفًا وَشَرْعًا إِذَا اقْتَرَنَتْ بِالِاسْمِ الْمُبْهَمِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ الْعَشَرَةِ يَعْنِي ثَلَاثِينَ يَوْمًا قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَخَنَسَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ يَعْنِي تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا، وَلَوْ أَشَارَ بِالْوَاحِدَةِ طَلُقَتْ وَاحِدَةً، وَلَوْ أَشَارَ بِالثِّنْتَيْنِ طَلُقَتْ ثِنْتَيْنِ وَالْإِشَارَةُ تَقَعُ بِالْمَنْشُورَةِ مِنْهَا دُونَ الْمَضْمُومَةِ لِلْعُرْفِ وَالسُّنَّةِ.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج ٢ ص ٢١١، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

(۶۵) اَلْأَصْلُ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ أَنَّهٗ شَبَّهَ الطَّلَاقَ بِشَیْئٍ یَقَعُ بَائِنًا، أَیُّ شَیْئٍ کَانَ الْمُشَبَّهُ بِهٖ، ذَکَرَ الْعِظَمَ أَوْ لَمْ یَذْکُرْ، وَعِنْدَ أَبِیْ یُوْسُفَ إِنْ ذَکَرَ الْعِظَمِ یَکُوْنُ بَائِنًا وَإِلَّا فَلَا، وَعِنْدَ زُفَرَ إِنْ کَانَ الْمُشَبَّهُ بِهٖ مِمَّا یُوْصَفُ بِالْعِظَمِ عِنْدَ النَّاسِ یَقَعُ بَائِنًا وَإِلَّا فَهُوَ رَجْعِیٌّ. ❶

ترجمہ: امام صاحب کے نزدیک اصول یہ ہے کہ طلاق کو کسی شے سے تشبیہ دینا اس سے طلاق بائن واقع ہوگی، مشبہ بہ خواہ کوئی بھی چیز ہو اور لفظ ''عظم'' مذکور ہو یا نہ ہو۔ امام ابو یوسف کے نزدیک لفظ ''عظم'' ذکر کرنے سے طلاق بائن واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ امام زفر کے نزدیک اگر مشبہ بہ ان چیزوں میں سے ہو کہ لوگوں کے ہاں اس کو ''عظم'' کی صفت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی ورنہ طلاق رجعی واقع ہوگی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک جب بھی طلاق کو کسی شے سے تشبیہ دی جائے تو اس نفس تشبیہ دینے سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، مشبہ بہ خواہ کوئی بھی چیز ہو اور لفظ ''عظم'' مذکور ہو یا نہ ہو۔ بس مطلقاً تشبیہ دینے سے ہی طلاق بائن واقع ہو جائے گی، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر لفظِ عظم کا ذکر کیا مثلاً ''کَعِظَمِ الْجَبَلِ'' تو طلاق بائن واقع ہوگی ورنہ طلاق رجعی ہوگی۔ امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک اگر مشبہ بہ ان چیزوں کے قبیل سے ہو کہ جن کو عظم کی صفت سے عرف میں لوگ متصف کرتے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگی ورنہ طلاق رجعی ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ مِثْلَ الْجَبَلِ'' کہ تجھے پہاڑ کی مثل طلاق ہو، تو امام صاحب کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوگی اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں طلاق رجعی واقع ہوگی۔ امام صاحب کے نزدیک طلاق بائن اس لئے واقع ہوگی کہ مذکورہ طلاق تشبیہ پر مشتمل ہے اور ہر وہ طلاق جو تشبیہ پر مشتمل ہو تو بلا شرط و قید اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی طلاق بائن واقع ہوگی، اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک

❶ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في تشبيه الطلاق ووصفه، ج ۲ ص ۳۸۷، ط: رحمانيه

مذکورہ صورت میں اس لئے طلاق بائن واقع ہوگی کہ مذکورہ صورت میں طلاق کوایسی چیز سے تشبیہ دی ہے جوممایوصف بالعظیم کے قبیل سے ہے اس لئے کہ ''جبـــل'' ان چیزوں میں سے ہے جو لوگوں کے عرف میں عظم ہے، اوران کے اصول کے مطابق ایسی طلاق سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی طلاق بائن واقع ہوگی اورامام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی اس لئے کہ مذکورہ صورت میں مشبہ بہ کو''عظم'' کی صفت سے متصف نہیں کیا اوران کے اصول کے مطابق ایسے لفظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی طلاق رجعی واقع ہوگی۔

اوراگرشوہرنے کہا کہ''مِثْلَ عِظَمِ الْجَبَلِ''توسب کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ مذکورہ صورت میں دیگرائمہ کی شروط وقیود بھی پائے جاتے ہیں۔[1]

---

[1] فَأَصْلُ أَبِی حَنِیفَةَ أَنَّهُ مَتَی شَبَّهَ الطَّلَاقَ بِشَیْءٍ یَقَعُ بَائِنًا أَیَّ شَیْءٍ کَانَ الْمُشَبَّهُ بِهِ لِلزِّیَادَةِ وَعِنْدَ أَبِی یُوسُفَ إنْ ذَكَرَ الْعِظَمَ فَكَذَلِكَ وَإِلَّا فَرَجْعِیٌّ أَیَّ شَیْءٍ کَانَ الْمُشَبَّهُ بِهِ، لِأَنَّ التَّشْبِیهَ قَدْ یَكُونُ فِی التَّوْحِیدِ عَلَی التَّجْرِیدِ وَذِكْرُ الْعِظَمِ لِلزِّیَادَةِ لَا مَحَالَةَ وَعِنْدَ زُفَرَ إنْ کَانَ الْمُشَبَّهُ بِهِ مِمَّا یُوصَفُ بِالْعِظَمِ عِنْدَ النَّاسِ یَقَعُ بَائِنًا وَإِلَّا فَرَجْعِیٌّ ذَكَرَ الْعِظَمَ أَوْ لَا. وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ مُضْطَرِبٌ یُرْوَی مَعَ أَبِی حَنِیفَةَ وَمَعَ أَبِی یُوسُفَ وَثَمَرَتُهُ تَظْهَرُ فِی قَوْلِهِ أَنْتِ طَالِقٌ مِثْلَ سِمْسِمَةٍ أَوْ عِظَمَ سِمْسِمَةٍ أَوْ كَالْجَبَلِ أَوْ عِظَمَ الْجَبَلِ.

تبیین الحقائق: کتاب الطلاق، فصل فی إضافة الطلاق إلی الزمان، ج۲ ص۲۱۲، ط: المطبعة الکبری الأمیریة

فصل فی الطلاق قبل الدخول

(۶۶) إِنَّهُ مَتَى ذُكِرَ شَيْئَيْنِ وَأُدْخِلَ بَيْنَهُمَا حَرْفُ الظَّرْفِ إِنْ قَرَنَهَا بِهَاءِ الْكِنَايَةِ كَانَ صِفَةً لِلْمَذْكُورِ آخِرًا وَإِلَّا أَوَّلًا. ❶

ترجمہ: جب دو چیزوں کو ذکر کیا جائے اور ان کے درمیان حرفِ ظرف (قبل، بعد) کو لایا جائے تو اگر حرفِ ظرف ہائے کنایہ (مثلاً قبلہ میں ضمیر) کے ساتھ متصل کر دے تو حرفِ ظرف اس جملے کی صفت ہوگا جو آخر میں مذکور ہے، ورنہ حرفِ ظرف شروع میں ذکر کردہ جملے کی صفت ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب دو چیزیں ذکر کی جائیں اور ان کے درمیان حرفِ ظرف کو لایا جائے، مثلاً ''قبل، بعد'' وغیرہ، اب دیکھا جائے گا کہ متکلم نے اس ظرف کو ہاء کنایہ کے ساتھ مقترن کیا ہے یا نہیں یعنی ظرف کو ہاء ضمیر کی طرف مضاف کیا ہے یا نہیں، اگر اس نے ظرف کو ہاء کنایہ کے ساتھ ملایا ہے تو اس وقت یہ ظرف اس جملے کی صفت ہوگا جو آخر میں مذکور ہے، مثلاً ''جاء نی زید قبلہ عمرو'' یہاں چونکہ ضمیر حرفِ ظرف سے متصل ہے اس لئے ظرف بعد والے کلمے کی صفت واقع ہوگا اور مطلب ہوگا میرے پاس زید سے پہلے عمرو آیا، اور اگر متکلم نے حرفِ ظرف کو ہاء کنایہ کے ساتھ نہیں ملایا تو اس وقت یہ ظرف شروع میں ذکر کردہ جملے کی صفت ہوگا، مثلاً ''جاء نی زید قبل عمرو'' یہاں چونکہ ظرف ضمیر سے متصل نہیں ہے اس لئے پہلے جملے کی صفت ہوگا اور مطلب ہوگا میرے پاس عمرو سے پہلے زید آیا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ'' تو پہلی ہی طلاق سے عورت بائنہ ہو جائے گی دوسری طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ شوہر نے دو چیزیں ذکر کر کے درمیان میں حرفِ ظرف یعنی ''قبل'' داخل کیا ہے اور پھر ظرف کو ہاء کنایہ کے ساتھ نہیں ملایا اور ہر وہ کلام جو اس شان کا ہو تو اس صورت میں ظرف مذکورہ اول کی صفت ہوتا ہے، لہذا شوہر کے کلام میں بھی ''قبل'' جو کہ ظرف ہے یہ اس ''واحدۃ'' کی صفت ہوگی جو قبل سے پہلے ہے، جب معاملہ ایسا ہے تو پہلی طلاق سے عورت بائنہ ہو جائے گی اس لئے کہ یہ

❶ الھدایۃ: کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، ج ۲ ص ۳۸۸، ط: رحمانیہ

غیر مدخول بہا ہے، اب دوسری طلاق کا محل باقی نہیں ہے لہذا دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ ❶

(٦٧) إِنَّ الْقَوْلَ قَوْلُ الْأَمِيْنِ مَعَ الْيَمِيْنِ. ❷

ترجمہ: قسم کے ساتھ امین کا قول معتبر ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی امین ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، نیت ایک مخفی چیز ہے جو شوہر کے دل میں پوشیدہ ہے، اور مخفی چیزوں کے اظہار میں انسان امانت دار ہوتا ہے اور امین کی بات یمین کے ساتھ معتبر ہوتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ''اِعْتَدِّیْ اِعْتَدِّیْ اِعْتَدِّیْ ''یعنی شمار کرو۔ (یہ الفاظِ کنایہ میں سے ہے، اور الفاظِ کنایہ سے طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے جب نیت یا دلالتِ حال کا قرینہ ہو۔) شوہر نے کہا کہ اول سے میں نے طلاق کی نیت کی ہے اور ثانی اور ثالث سے حیض کی، یعنی تم اپنے حیض کے ایام شمار کرو، تو شوہر کی قضاءً تصدیق کی جائے گی، کیونکہ شوہر عما فی الضمیر سے خبر دینے میں امین ہے اور امین کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے، لہذا شوہر کا قول بھی معتبر ہوگا۔ ❸

---

❶ وَالْأَصْلُ أَنَّ الظَّرْفَ مَتَى كَانَ بَيْنَ اسْمَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُقْرَنْ بِهَاءِ الْكِنَايَةِ كَانَ صِفَةً لِلْأَوَّلِ تَقُولُ جَاءَ نِي زَيْدٌ قَبْلَ عَمْرٍو فَالْقَبْلِيَّةُ فِيهَا صِفَةٌ لِزَيْدٍ، وَإِنْ قَرَنَ بِهَاءِ الْكِنَايَةِ كَانَ صِفَةً لِلثَّانِي تَقُولُ جَاءَ نِي زَيْدٌ قَبْلَهُ عَمْرٌو فَإِذَا قَالَ أَنْت طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ فَقَدْ أَوْقَعَ الْأُولَى قَبْلَ الثَّانِيَةِ فَبَانَتْ بِهَا فَلَا تَقَعُ الثَّانِيَةُ وَلَوْ قَالَ بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ فَكَذَلِكَ لِأَنَّهُ وَصَفَ الثَّانِيَةَ بِالْبَعْدِيَّةِ وَلَوْ لَمْ يَصِفْهَا بِهِ لَمْ تَقَعْ فَهَذَا أَوْلَى.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، فصل في إضافة الطلاق إلى الزمان، ج٣ ص٣١٧، ط: دار الكتاب الإسلامي

❷ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، ج٢ ص ٣٩١، ط: رحمانیہ

❸ وَلَوْ قَالَ لَهَا اعْتَدِّي وَقَالَ لَمْ أَنْوِ الطَّلَاقَ فَهِيَ امْرَأَتُهُ بَعْدَ أَنْ يَحْلِفَ، وَكَذَلِكَ فِي جَمِيعِ الْأَلْفَاظِ الْمُتَقَدِّمَةِ إذَا قَالَ لَمْ أَنْوِ الطَّلَاقَ فَعَلَيْهِ الْيَمِينُ لِأَنَّهُ أَمِينٌ فِيمَا يُخْبِرُ عَنْ ضَمِيرِهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْأَمِينِ مَعَ الْيَمِينِ، وَالْيَمِينُ لِنَفْيِ التُّهْمَةِ عَنْهُ أَلَا تَرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَّفَ ابْنَ رُكَانَةَ فِي لَفْظِ أَلْبَتَّةَ لَمَّا كَانَ الثَّلَاثُ مِنْ مُحْتَمَلَاتِ لَفْظِهِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، باب ما تقع به الفرقة مما يشبه الطلاق، ج٦ ص ٧٩، ط: دار المعرفة

باب تفويض الطلاق

(٦٨) إِنَّ التَّمْلِيْكَاتِ تَقْتَضِي جَوَابًا فِي الْمَجْلِسِ. [1]

ترجمہ: تملیکات مجلس میں ہی جواب کا تقاضا کرتی ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جتنی بھی تملیکات ہیں یعنی ایک آدمی دوسرے کو کسی چیز کا مالک بنادے تو یہ مجلس میں جواب کا تقاضا کرتی ہیں، یعنی جب تک مجلس قائم ہے اس وقت تک اس کو قبول کرنے اور رَد کرنے کا اختیار ہے لیکن جب مجلس بدل گئی تو اختیار ختم ہو جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ''اِخْتَارِیْ'' کہ تجھے اختیار ہے، اب عورت جب تک مجلس میں ہو تو اس کو طلاق دینے اور رَد کرنے کا اختیار ہوگا لیکن جب مجلس بدل جائے تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ از قبیل تملیکات ہے یعنی شوہر بیوی کو طلاق کا مالک بنا رہا ہے اور جتنی بھی تملیکات ہیں وہ مجلس میں جواب کی متقاضی اور منتظر ہوتی ہیں، جس طرح بیع میں جس مجلس میں ایجاب ہو، اتمام بیع کے لئے اسی مجلس میں قبول کرنا شرط ہے، کیونکہ مجلس کی تمام ساعتیں ساعتِ واحدہ کے درجے میں ہے، لہٰذا اختتام مجلس سے پہلے پہلے جب بھی عورت اپنے آپ کو طلاق دے گی اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ [2]

(٦٩) إِنَّ الْمُبْهَمَ لَا يَصْلُحُ تَفْسِيْرًا لِلْمُبْهَمِ. [3]

---

[1] الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، ج۲ ص ۳۹۱، ط: رحمانیہ

[2] (وَلَوْ قَالَ لَهَا: اخْتَارِي. يَنْوِي الطَّلَاقَ فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا فِي مَجْلِسِ عِلْمِهَا) فَإِنْ كَانَتْ حَاضِرَةً فَبِسَمَاعِهَا، وَإِنْ كَانَتْ غَائِبَةً فَبِالْإِخْبَارِ لِأَنَّ الْمُخَيَّرَةَ لَهَا الْمَجْلِسُ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَلِأَنَّهُ مَلَّكَهَا فِعْلَ الِاخْتِيَارِ، وَالتَّمْلِيكَاتُ تَقْتَضِي جَوَابًا فِي الْمَجْلِسِ كَالْبَيْعِ وَالْهِبَةِ وَنَحْوِهِمَا.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، كنايات الطلاق، ج۳ ص ۱۳۳، ط: مطبعة المجلس القاهرة

[3] الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، ج۲ ص ۳۹۱، ط: رحمانیہ

ترجمہ: مبہم مبہم کے لئے تفسیر بننے۳ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک مبہم لفظ دوسرے مبہم لفظ کے لئے تفسیر نہیں بن سکتا، کیونکہ جب اس میں خود ابہام ہے تو یہ دوسرے مبہم کے ابہام کو کس طرح دور کرے گا، بلکہ مبہم کے لئے مفسر وہی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس کے اندر ابہام نہ ہو، اور وہ اس کی تفسیر کرے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اختیار کے باب میں یعنی جب شوہر ''اختاری'' کے لفظ سے بیوی کو طلاق کا اختیار دے تو کلام میں لفظِ ''نفس'' کا ذکر کرنا ضروری ہے، اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''اختاری'' اور جواب میں بیوی نے کہا ''اخترت'' تو کلام لغو ہوگا، اس لئے کہ شوہر کا کلام ''اختاری'' مبہم ہے اور بیوی کا کلام ''اخترت'' بھی مبہم ہے اور مبہم مبہم کے لئے مفسر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہذا عورت کا کلام بھی شوہر کے کلام کے لئے تفسیر بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا۔ جانبین سے نفس کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ معلوم نہیں کہ کس چیز کا اختیار سپرد کیا ہے۔ ❶

(۷۰) إِنَّ مَا يَدُلُّ عَلَى الْإِعْرَاضِ فَهُوَ يُبْطِلُ الْخِيَارَ وَمَا يَدُلُّ عَلَى الْإِقْبَالِ فَهُوَ لَا يُبْطِلُ. ❷

---

❶(وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ النَّفْسِ أَوْ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ فِي كَلَامِهِ أَوْ كَلَامِهَا) مِثْلَ أَنْ يَقُولَ: اخْتَارِي نَفْسَكِ فَتَقُولُ: اخْتَرْتُ، أَوْ يَقُولُ لَهَا: اخْتَارِي فَتَقُولُ: اخْتَرْتُ نَفْسِي لِأَنَّ ذَلِكَ عُرِفَ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، وَأَنَّهُ الْمُفَسَّرُ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ، وَلِأَنَّ الْمُبْهَمَ لَا يَصْلُحُ تَفْسِيرًا لِلْمُبْهَمِ، حَتَّى لَوْ قَالَ لَهَا: اخْتَارِي، فَقَالَتِ اخْتَرْتُ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ، لِأَنَّ الِاخْتِيَارَ لَيْسَ مِنْ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ وَضْعًا، وَإِنَّمَا جُعِلَ بِالسُّنَّةِ فِيمَا إِذَا كَانَ مُفَسَّرًا، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ لَا يَقَعُ بِهِ شَيْءٌ، وَلِأَنَّ قَوْلَهُ اخْتَارِي، وَقَوْلَهَا اخْتَرْتُ، لَيْسَ لَهُ مُخَصِّصٌ بِهَا فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ، فَإِذَا ذُكِرَتِ النَّفْسُ مَخَصَّصَ الِاخْتِيَارُ لَهَا فَيَقَعُ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، كنايات الطلاق، ج۳ ص ۱۳۴، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷الهداية: كتاب الطلاق، باب تقويض الطلاق، ج ۲ ص ۳۹۴، ط: رحمانیہ

ترجمہ: جو چیز اعراض پر دلالت کرتی ہے وہ اختیار کو باطل کر دیتی ہے اور جو متوجہ ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اختیار کو باطل نہیں کرتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے کو کسی چیز کا اختیار دیتا ہے تو اب مخیّر کی طرف سے اگر ایسا فعل پایا جائے جو اعراض پر دلالت کرتا ہو تو اس سے اختیار باطل ہو جائے گا، مثلاً مجلس سے کھڑا ہونا اور اگر ایسا فعل پایا جائے جو مخیّر کے متوجہ ہونے پر دلالت کرتا ہو تو اس سے اختیار باطل نہیں ہوگا، مثلاً مخیّر کھڑا تھا پھر بیٹھ گیا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا ''طَلِّقِيْ نَفْسَکِ''، یعنی طلاق کا اختیار بیوی کے سپرد کر دیا جبکہ بیوی کھڑی تھی پھر بیٹھ گئی یا سواری پر تھی کہ اُسے روک لیا تو اس صورت میں اختیار باقی رہے گا، کیونکہ اُن دونوں صورتوں میں عورت سے ایسا فعل صادر ہوا کہ وہ اقبال یعنی متوجہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ہر وہ فعل جو متوجہ ہونے پر دلالت کرتا ہو وہ اختیار کو باطل نہیں کرتا۔ اور اگر عورت سے ایسا فعل صادر ہوا جو اعراض پر دلالت کرتا ہے تو اختیار کو باطل ہو جائے گا، جس طرح عورت کا مجلس سے اُٹھ کر چلا جانا، یا کسی اور کام میں مشغول ہو جانا یہ اعراض پر دلالت کرتا ہے، جیسے غسل کرنا، خضاب لگانا، کھانا کھانا، شوہر سے ازدواجی تعلق قائم کرنا، اس سے اختیار ختم ہو جائے گا۔ ❶

---

❶ وَكَذَا لَوْ كَانَتْ قَائِمَةً فَقَعَدَتْ، لِأَنَّهُ دَلَالَةُ الْإِقْبَالِ إِذْ الْقُعُودُ أَجْمَعُ لِلرَّأْيِ، لِأَنَّهُ سَبَبُ الِاسْتِرَاحَةِ، وَكَذَا لَوْ كَانَتْ قَاعِدَةً فَاتَّكَأَتْ أَوْ كَانَتْ مُتَّكِئَةً فَاسْتَوَتْ قَاعِدَةً، لِأَنَّهُ دَلَالَةُ الْجِدِّ فِي التَّأَمُّلِ كَمَا إِذَا كَانَتْ مُحْتَبِيَةً فَتَرَبَّعَتْ وَكَذَا إِذَا ادَّعَتْ أَبَاهَا لِلْمَشُورَةِ أَوْ شُهُودًا لِلْإِشْهَادِ لَا يَبْطُلُ، لِأَنَّ الِاسْتِشَارَةَ لِتَحَرِّي الصَّوَابِ، وَلِهَذَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ بِمُشَاوَرَةِ وَالِدَيْهَا قَبْلَ أَنْ تُجِيبَهُ وَالْإِشْهَادُ لِلتَّحَرُّزِ عَنْ الْجُحُودِ فَصَارَ دَلِيلَ الْإِقْبَالِ بِخِلَافِ مَا إِذَا ادَّعَتْ بِطَعَامٍ فَأَكَلَتْ أَوْ قَامَتْ أَوْ اغْتَسَلَتْ أَوْ امْتَشَطَتْ أَوْ اخْتَضَبَتْ أَوْ جَامَعَهَا زَوْجُهَا حَيْثُ يَبْطُلُ خِيَارُهَا لِاشْتِغَالِهَا بِعَمَلٍ آخَرَ لَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فَيَكُونُ إِعْرَاضًا عَنْ تِلْكَ الْجِهَةِ.

تبیین الحقائق: کتاب الطلاق، فصل فی الأمر بالید، ج۲ ص ۲۳۴، ط: المطبعة الکبری الأمیرية

فصل فی المشیئة

(۱۷) اَلْجَوَابُ اِنْ كَانَ مُوَافِقًا لِلتَّفْوِيْضِ يَصِحُّ وَإِلَّا فَهُوَ يَلْغُوْ. ❶

ترجمہ: اگر جواب تفویض کے موافق ہوتو صحیح ہے ورنہ لغو ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو کسی شے کا اختیار سپرد کردے، اب اگر جواب اس مفوّض کے مطابق ہوتو درست ہوگا اور اگر اس کے برخلاف ہوتو جواب لغو ہوگا، اس لئے کہ تفویض اور جواب میں مطابقت ضروری ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی کو طلاق کا اختیار ان الفاظ میں دیا کہ ''طلقی نفسک'' اور بیوی نے جواب میں کہا کہ ''أَبَنْتُ نَفْسِيْ'' (میں نے خود کو بائنہ کرلیا) تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر بیوی نے یہ کہا کہ ''قَدْ اِخْتَرْتُ نَفْسِيْ'' تو طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ جواب لغو ہوجائے گا، کیونکہ پہلی صورت میں طلاق اس لئے واقع ہوگی کہ لفظ ''ابانت'' یہ طلاق کے الفاظ میں سے ہے، یہ مفوّض یعنی ''طَلِّقِيْ نَفْسَکِ'' کے مطابق ہے، جب جواب مفوّض کے مطابق ہوتو درست ہوتا ہے۔ البتہ بیوی نے ''أَبَنْتُ'' کہہ کر ایک زائد وصف یعنی بینونت کا اضافہ کردیا ہے، اس لئے بیوی کا کلام اس حوالے سے تفویض کے مخالف ہے، لہذا بیوی کا کلام جس میں موافق ہے یعنی اصل طلاق میں، اسے معتبر مان کر ایک طلاق رجعی ہوگی اور جس چیز میں مخالف ہے یعنی وصف بینونت میں، اِسے رَد کردیا جائے گا کہ یہ تفویض کے مطابق نہیں ہے۔

اور ''اِخْتَرْتُ نَفْسِيْ'' کہنے کی صورت میں طلاق اس لئے واقع نہ ہوگی کہ اختیار یہ طلاق کے الفاظ میں سے نہیں ہے، جب یہ طلاق کے الفاظ میں سے نہیں ہے تو ''اخترت نفسی'' کے ساتھ جواب دینا یہ مفوّض کے مطابق نہ ہوا، اور جب جواب مفوض کے مطابق نہ ہوتو جواب لغو ہوتا ہے

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، ج ۲ ص ۳۹۵، ط: رحمانیہ

لہذا یہ جواب بھی لغو ہوگا، تو جب جواب لغو ہوا تو طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ ❶

(۷۲) إِنَّ الْيَمِيْنَ تَصَرُّفٌ لَازِمٌ. ❷

ترجمہ: یمین ایک لازمی تصرف ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ یمین کا اطلاق جس طرح قسم پر ہوتا ہے اسی طرح تعلیق پر بھی ہوتا ہے، یعنی جب ایک حکم کسی شرط پر مشروط اور معلق کیا جائے تو اس کو بھی یمین کہتے ہیں، اب مذکورہ اصول کا مطلب یہ یمین چاہے بصورت قسم ہو یا بصورت تعلیق ہو، ایک ایسا تصرف ہے جو آدمی پر لازم ہوتا ہے اس میں رجوع کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''طَلِّقِيْ نَفْسَکِ'' اب شوہر کے لئے رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس جملہ میں یمین کا معنی پایا جاتا ہے یعنی یمین بمعنی تعلیق کا، گویا کہ شوہر نے یوں کہا کہ ''إِنْ أَرَدْتِ طَلَاقَکِ فَأَنْتِ طَالِقٌ'' اور یمین تصرف لازم ہے اس سے رجوع کرنا درست نہیں ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی شوہر کے لئے رجوع درست نہ ہوگا۔ ❸

---

❶(قَوْلُهُ: وَبِأَبَنْتُ نَفْسِي طَلُقَتْ لَا بِاخْتَرْتُ) يَعْنِي أَنَّ أَبَنْتُ نَفْسِي يَصْلُحُ جَوَابًا لِطَلِّقِي نَفْسَکِ وَلَا يَصْلُحُ اخْتَرْتُ نَفْسِي جَوَابًا لَهُ، وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْإِبَانَةَ مِنْ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ لِأَنَّهُ كِنَايَةٌ، وَالْمُفَوَّضُ إِلَيْهَا الطَّلَاقُ، وَالِاخْتِيَارُ لَيْسَ مِنْ أَلْفَاظِهِ لَا صَرِيحًا وَلَا كِنَايَةً بِدَلِيلِ الْوُقُوعِ بِأَبَنْتُکِ دُونَ اخْتَارِي، وَإِنْ نَوَى الطَّلَاقَ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، ج۳ ص۳۵۳، ط: دار الكتاب الإسلامي

❷الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص۳۹۵، ط: رحمانیہ

❸(وَلَا يَمْلِكُ الرُّجُوعَ) أَيْ لَا يَمْلِكُ الزَّوْجُ الرُّجُوعَ بَعْدَ قَوْلِهِ طَلِّقِي نَفْسَکِ حَتَّى لَا يَصِحَّ نَهْيُهُ، لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْيَمِينِ إِذْ هُوَ تَعْلِيقُ الطَّلَاقِ بِتَطْلِيقِهَا وَالْيَمِينُ تَصَرُّفٌ لَازِمٌ لَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ عَنْهَا.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص۲۲۶، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

(۷۳) إِنَّ التَّوْكِيْلَ لَيْسَ بِتَصَرُّفٍ لَازِمٍ. ❶

ترجمہ: توکیل تصرف لازم نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ توکیل یعنی کسی کو اپنا وکیل بنانا یہ لازمی تصرف نہیں ہے کہ بعد میں مؤکل اس سے رجوع نہیں کرسکتا، جب توکیل لازم نہیں ہے تو شوہر کو رجوع کا بھی حق حاصل ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے یہ کہا ''طَلِّقْ اِمْرَأَتِیْ'' کہ میری بیوی کو طلاق دیدو، اب وکیل کو اختیار ہے مؤکل کی بیوی کو مجلس میں بھی طلاق دے سکتا ہے اور مجلس کے بعد بھی، اس لئے کہ وکالت مجلس تک منحصر نہیں ہوتی۔ اور شوہر کو رجوع کا بھی حق حاصل ہے اس لئے کہ یہ توکیل ہے یعنی شوہر نے طلاق کا وکیل بنایا ہے اور توکیل تصرفِ لازم نہیں ہے کہ جس سے رجوع نہ ہوسکے اس لئے شوہر جب چاہے اس کی وکالت کو ختم کر کے اپنی بات سے رجوع کرسکتا ہے۔ ❷

(۷۴) إِنَّ النِّيَّةَ لَا تُعْمَلُ فِيْ غَيْرِ الْمَذْكُوْرِ. ❸

ترجمہ: نیت غیر مذکور میں عمل نہیں کرتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز عبارت میں مذکورہ نہ ہو اگر کوئی اس غیر مذکور شے کی نیت کرتا ہے تو نیت کرنا درست نہ ہوگا اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ نیت اس چیز میں مؤثر اور کارگر ہوتی ہے جو پہلے سے موجود ہو۔

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص ۳۹۵، ط: رحمانیہ

❷ قَوْلُهُ (وَإِنْ قَالَ لِرَجُلٍ طَلِّقْ امْرَأَتِي فَلَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهُ وَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ) لِأَنَّ هَذَا تَوْكِيلٌ وَاسْتِعَانَةٌ وَلَيْسَ بِتَمْلِيكٍ فَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ بِخِلَافِ قَوْلِهِ لِلْمَرْأَةِ طَلِّقِي نَفْسَكِ سَوَاءٌ قَالَ لَهَا إِنْ شِئْتِ أَوْ لَمْ يَقُلْ فَإِنَّهُ يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ، لِأَنَّهَا عَامِلَةٌ لِنَفْسِهَا فَكَانَ تَمْلِيكًا لَا تَوْكِيلًا.

الجوهرة النيرة: كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص۴۷، ط: المطبعة الخيرية

❸ الهداية: كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص ۳۹۶، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شِئْتِ '' تجھے طلاق ہے اگر تو چاہتی ہے، پھر عورت نے جواب میں کہا ''شِئْتُ إِنْ شِئْتَ ''میں چاہتی ہوں اگر تو چاہتا ہے۔ پھر شوہر نے یوں کہا ''شِئْتُ '' کہ میں چاہتا ہوں اور اس سے طلاق کی نیت کرلی تو یہ اختیار باطل ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ شوہر نے عورت کی طلاق کو مشیت مرسلہ یعنی غیر معلق مشیت پر موقوف کیا تھا، مگر عورت نے اسے شوہر کی مشیت پر معلق کر کے مشیت مرسلہ کو مشیت معلقہ کر دیا، شوہر نے بیوی کو جو مشیت مرسلہ حوالہ کی تھی بیوی نے اُسے شوہر کی مشیت پر معلق کر کے مشیت معلقہ کر کے اُسے ضائع کر دیا، اس لئے طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مذکورہ بالا صورت میں نہ بیوی کے کلام میں طلاق کا لفظ مذکور ہے، اور نہ شوہر کے کلام میں۔ شوہر نے غیر مذکور کی نیت کی اور غیر مذکور کی نیت درست نہیں ہوتی، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی شوہر کا طلاق کی نیت کرنا درست نہ ہوگا، جب نیت درست نہ ہوئی تو طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ ❶

(۷۵) إِنَّ التَّعْلِيْقَ بِشَرْطٍ كَائِنٍ تَنْجِيْزٌ. ❷

ترجمہ: گزری ہوئی شرط پر کسی چیز کی تعلیق تنجیز ہو جاتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حکم ایسی شرط پر معلق کیا جو پہلے سے زمانہ ماضی میں موجود ہو تو اس صورت میں یہ حکم فی الحال واقع ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ بالا صورت میں اگر جواب میں یہ کہا ''شِئْتُ إِنْ كَانَ لِأَمْرٍ قَدْ مَضَى ''میں نے چاہا اگر فلاں معاملہ گزر گیا ہو، تو بیوی نے شوہر

---

❶ (أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شِئْتِ فَقَالَتْ شِئْتُ إِنْ شِئْتَ فَقَالَ) الزَّوْجُ (شِئْتُ) حَالَ كَوْنِهِ (يَنْوِي الطَّلَاقَ لَا يَقَعُ شَيْءٌ) لِأَنَّهُ عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِالْمَشِيئَةِ بِالْمُرْسَلَةِ وَهِيَ أَتَتْ بِالْمُعَلَّقَةِ فَيَخْرُجُ الْأَمْرُ مِنْ يَدِهَا بِالِاشْتِغَالِ بِمَا لَمْ يُفَوَّضْ إِلَيْهَا مِنَ الشَّرْطِ وَإِنْ نَوَى الطَّلَاقَ إِذْ لَيْسَ فِي كَلَامِهِ وَلَا فِي كَلَامِهَا ذِكْرُ الطَّلَاقِ فَبَقِيَ قَوْلُهُ شِئْتِ مُبْهَمًا، وَالنِّيَّةُ لَا تَعْمَلُ فِي غَيْرِ الْمَذْكُورِ.

مجمع الأنهر: كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، ج ا ص ۴۱۴، ط: دار إحياء التراث العربي

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، فصل في المشيئة، ج ۲ ص ۳۹۶، ط: رحمانیہ

کے جواب میں اپنی مشیت کو ایسی چیز پر معلق کیا جو زمانہ ماضی میں ہو چکی ہے تو اس صورت میں اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، اس لئے کہ ماضی میں واقع شدہ کسی کام پر شرط کو معلق کرنے سے وہ شرط منجز بن جاتی ہے، لہذا یہاں بھی تعلیق طلاق کی شرط معلق نہیں رہے گی بلکہ منجز بن جائے گی اور منجز سے فی الحال طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا یہاں بھی فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی۔ تقریب الی الفہم کے لئے اس کی مثال جیسے عورت نے کہا "شِئْتُ إِذَا كَانَ السَّمَاءُ مَوْجُوْدًا" کہ میں طلاق واقع کرنا چاہتی ہوں اگر آسمان موجود ہے، تو طلاق واقع ہو جائے گی، اس لئے کہ بیوی نے وقوع طلاق کو ایسی شے پر معلق کیا جو پہلے سے موجود ہے۔ اور ہر وہ حکم جو ایسی شے پر معلق ہو تو وہ فی الحال دائر ہوتا ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی وقوعِ طلاق کا حکم فی الحال دائر ہوگا اور طلاق واقع ہوگی۔ [1]

(۷۶) إِنَّ كَلِمَةَ كُلَّمَا تُوجِبُ تَكْرَارَ الْأَفْعَالِ. [2]

ترجمہ: کلمہ "كُلَّمَا" افعال کے تکرار کو ثابت کرتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ لفظ "كُلَّمَا" یہ اس بات کا موجب ہے کہ فعل میں تکرار ہو یعنی ایک فعل کو علی سبیل الانفراد یکے بعد دیگرے کرنے کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ کلمہ "كُلَّمَا" میں تعمیم ہے اور تعمیم اس وقت ثابت ہوگی جب کسی فعل میں تکرار پایا جائے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا "أَنْتِ طَالِقٌ كُلَّمَا شِئْتِ" کہ تجھے طلاق ہے جب بھی تو چاہے، تو اب بیوی کو اختیار رہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے، پھر ایک طلاق دے یہاں تک کہ تین طلاقیں دے سکتی ہے، کیونکہ شوہر نے بیوی کو "كُلَّمَا" کے ساتھ طلاق کا اختیار دیا ہے اور "كُلَّمَا" افعال کے تکرار کو ثابت کرتا ہے، لہذا یہاں بھی "كُلَّمَا" فعل طلاق کے تکرار کو ثابت کرے گا، لہذا بیوی یکے بعد دیگرے اپنے

---

[1] (كَذَا كُلُّ تَعْلِيقٍ بِمَعْدُومٍ) كَمَا إِذَا قَالَتْ شِئْتُ إِنْ شَاءَ أَبِي، أَوْ شِئْتُ إِنْ كَانَ كَذَا لِأَمْرٍ لَمْ يَجِئْ بَعْدُ لِمَا مَرَّ أَنَّ الْمَأْتِيَّ بِهِ مَشِيئَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَيَبْطُلُ الْأَمْرُ (بِخِلَافِ الْمَوْجُودِ) فَإِنَّهَا لَوْ قَالَتْ قَدْ شِئْتُ إِنْ كَانَ كَذَا لِأَمْرٍ قَدْ مَضَى طَلُقَتْ لِأَنَّ التَّعْلِيقَ بِشَرْطٍ كَائِنٍ تَنْجِيزٌ.

درر الحكام: كتاب الطلاق، باب التفويض، ج ۱ ص ۳۷۶

[2] الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، فصل في المشيئة، ج ۲ ص ۳۹۷، ط: رحمانيه

آپ کو تین طلاقیں دے سکتی ہے۔ ❶

(۷۷) إِنَّ التَّفْوِيْضَ فِيْ وَصْفِ الطَّلَاقِ يَسْتَدْعِيْ وُجُوْدَ أَصْلِهِ. ❷

ترجمہ: وصفِ طلاق کی تفویض اصل طلاق کے موجود ہونے کی متقاضی ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص طلاق کے وصف یعنی بینونت وغیرہ کو بیوی کے سپرد کرتا ہے تو یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس وصف کا اصل پہلے سے موجود ہو، کیونکہ وصف تابع ہوا کرتا ہے اور ہر تابع اپنے متبوع کے وجود کا تقاضا کرتا ہے، تو یہاں بھی وصف یہ اصل کے وجود کا تقاضا کرے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا "أَنْتِ طَالِقٌ كَيْفَ شِئْتِ " تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی گو کہ بیوی نہ چاہتی ہو، کیونکہ شوہر کے کلام میں لفظ "کیف" ہے اور "کیف" حالت اور وصف دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، تو شوہر نے طلاق کا وصف سپرد کیا ہے اور وصف یہ اصل کے وجود کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ اگر اصل ہی موجود نہ ہو تو اس پر وصف کا ترتب کیسے ہوگا، اور اصل طلاق بیوی کی مشیت سے پہلے ہی واقع ہوجائے گی تاکہ بعد میں اس پر وصف کا ترتب ہو سکے۔ لہذا یہاں بھی گویا کہ "أَنْتِ طَالِقٌ" سے طلاق واقع ہوگی اور اس جملے سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ❸

---

❶ وَلَو قَالَ كلما دخلت هَذِه الدَّار فَأَنت طَالِق فَدخلت الدَّار تطلق. وَلَو دخلت ثَانِيًا وثالثا تطلق عِند كل دخلة طَلْقَة وَاحِدَة لِأَن كلمة كلما توجب تكْرَار الْأَفْعَال.

تحفة الفقهاء: كتاب الأيمان، باب ألفاظ اليمين، ج ۲ ص ۳۰۱، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، فصل فى المشيئة، ج ۲ ص ۳۹۷، ط: رحمانيه

❸ لِأَنَّ كَلِمَةَ كَيْفَ لِلسُّؤَالِ عَنْ الْحَالِ مُطْلَقًا فَلَا بُدَّ مِنْ تَعْلِيقِ الْأَصْلِ بِمَشِيئَتِهَا لِتَثْبُتَ لَهَا الْمَشِيئَةُ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ، كَمَا لَوْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ إنْ شِئْت أَوْ حَيْثُ شِئْت أَوْ أَيْنَ شِئْت. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ كَلِمَةَ كَيْفَ لِطَلَبِ الْوَصْفِ لَا لِطَلَبِ الْأَصْلِ، يُقَالُ كَيْفَ أَصْبَحْت: أَيْ عَلَى أَيِّ وَصْفٍ مِنْ الصِّحَّةِ وَالسَّقَمِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، فَكَانَ التَّفْوِيضُ فِي وَصْفِ الطَّلَاقِ، وَالتَّفْوِيضُ فِي وَصْفِهِ يَسْتَدْعِي وُجُودَ أَصْلِهِ، وَإِلَّا لَكَانَ كَيْفَ لِطَلَبِهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ، وَوُجُودُ الطَّلَاقِ بِوُقُوعِهِ وَهُوَ ظَاهِرٌ.

العناية: كتاب الطلاق، فصل فى المشيئة، ج ۴ ص ۱۰۸، ط: دار الفكر

(۷۸) إِنَّ كَلِمَةَ مِنْ حَقِيْقَةً لِلتَّبْعِيْضِ وَمَا لِلتَّعْمِيْمِ فَيُعْمَلُ بِهِمَا. ❶

ترجمہ: کلمہ ''مِن'' درحقیقت تبعیض کے لئے موضوع ہے اور کلمہ ''ما'' تعمیم کے لئے ہے، لہذا دونوں پر عمل کیا جائے گا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کلمہ ''من'' تبعیض کے معنی میں حقیقت ہے اور تبعیض کے علاوہ دیگر معانی میں اس کا استعمال مجاز ہے، لہذا جب تک حقیقی معنی پر محمول کرنا ممکن ہو تو مجاز کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار ان الفاظ میں سپرد کیا کہ ''طَلِّقِيْ نَفْسَكِ مِنْ ثَلَاثٍ مَا شِئْتِ'' کہ تم تین میں سے جتنی چاہو اپنے آپ کو طلاق دے دو تو اس صورت میں بیوی کو ایک طلاق اور دو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا لیکن تین طلاق کا اختیار نہ ہوگا، اس لئے کہ مذکورہ صورت میں شوہر کے کلام میں لفظ ''من'' اور لفظ ''ما'' مذکور ہیں اور لفظ ''من'' کا حقیقی معنی تبعیض ہے اور ''ما'' عموم کے لئے ہے اور ان دونوں پر یعنی عموم اور تبعیض پر عمل اس وقت ہوگا جب تین میں سے ایک بچ جائے اور دو طلاق ہو، اس لئے اس صورت میں ایک کے اعتبار سے دو کا عدد عام ہے اور تین کو دیکھتے ہوئے دو اس کا بعض ہے، لہذا جب دونوں کلموں یعنی ''من'' اور ''ما'' کے حقیقی معنی پر عمل ممکن ہے تو ہم مجاز کی طرف نہیں جائیں گے، لہذا دونوں کلموں کے مقتضی پر عمل کرتے ہوئے دو طلاق واقع ہوں گی۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص۳۹۷، ط: رحمانیہ

❷ (طلقي) نفسك (من ثلاث ما شئت تطلق ما دون الثلاث) فلا تملك إيقاع الثلاث عند الإمام خلافا لهما، وعلى هذا الخلاف اختاري من ثلاث ما شئت، لهما أن ما للعموم ومن للبيان وله أنها للتبعيض حقيقة إذا دخلت على ذي أبعاض والطلاق منه وما للعموم وقد أمكن العمل بهما بأن يجعل المراد بعضا عاما والاثنتان كذلك لأنه بالنسبة إلى الواحدة عام وإلى الثلاث بعض.

النهر الفائق: كتاب الطلاق، فصل في المشيئة، ج۲ ص۳۸۴، ط: دار الكتب العلمية

باب الأيمان فى الطلاق

(۷۹) إِنَّ الْإِضَافَةَ إِلَى سَبَبِ الْمِلْكِ بِمَنْزِلَةِ الْإِضَافَةِ إِلَيْهِ. ❶

ترجمہ: سببِ ملک کی طرف منسوب کرنا ملکیت کی طرف منسوب کرنے کے درجے میں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی شے کو ملکیت کے سبب کی طرف منسوب کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس نے اس شے کو اپنی ملکیت کی طرف منسوب کیا ہے، تو جو حکم منسوب الی الملک کی صورت میں مرتب ہوتا ہے وہی حکم منسوب الی سبب الملک کی صورت میں بھی ہوگا، مثلاً اگر کوئی غلام سے یہ کہے کہ "إِنِ اشْتَرَيْتُكَ فَأَنْتَ حُرٌّ" اگر میں نے تجھے خریدا تو تُو آزاد ہے، تو اس قائل کا یہ کلام بمنزلہ اس کلام کے ہے کہ "إِنْ مَلَّكْتُكَ فَأَنْتَ حُرٌّ" کیونکہ شراء ملک کا سبب ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے طلاق کو نکاح کی طرف منسوب کر دیا، مثلاً کسی اجنبی عورت سے یہ کہا کہ "إِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ" کہ اگر میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا تو تجھے طلاق ہے، تو جیسے ہی یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اس لئے کہ اس شخص نے طلاق کو سببِ ملک کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ نکاح سبب ہے ملک کا، اور ہر وہ شے جو سببِ ملک کی طرف منسوب ہو تو گویا ملکیت کی طرف منسوب ہونے کی مانند ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی یہ طلاق ملکیت کی طرف منسوب ہونے کی مانند ہوگی اور ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی طلاق بعد النکاح واقع ہوگی۔ لیکن اگر کسی شخص نے کسی اجنبیہ عورت سے کہا اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تمہیں طلاق ہے، اس کے بعد اس شخص نے اس عورت سے نکاح کیا اور وہ گھر میں داخل ہوئی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ حالف کا محلوف علیہ کا مالک ہونا ضروری ہے، اور اگر مالک نہ ہو تو سببِ ملک کی طرف اس کی نسبت کرے، یہاں حالف مالک بھی نہیں ہے اور سببِ ملک یعنی نکاح کی طرف بھی نسبت

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الأيمان فى الطلاق، ج ۲ ص ۳۹۸، ط: رحمانیہ

نہیں کی ہے، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ❶

(۸۰) إِنَّ الزَّوْجَ الثَّانِیْ يَهْدِمُ مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَزُفَرَ لَا يَهْدِمُ. ❷

ترجمہ: شیخین کے نزدیک زوج ثانی تین سے کم طلاق کو کالعدم کر دیتا ہے اور امام محمد اور امام زفر کے نزدیک (زوج ثانی تین سے کم طلاق کو) کالعدم نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیدے پھر وہ عورت کسی دوسرے شخص سے شادی کرے پھر یہ شوہر ثانی طلاق دیدے، پھر وہ عورت شوہر اول سے شادی کرے تو شیخین کے نزدیک اب بھی شوہر اول کو تین طلاقوں کا اختیار ہے، یعنی شوہر ثانی تین سے کم طلاقوں کو بھی ختم کر دیتا ہے شیخین کے نزدیک، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک شوہر اول کو اب صرف ماقبی کا اختیار رہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ'' پھر شوہر نے اس کو دو طلاقیں تنجیزاً دیدیں، اس کے بعد اس عورت سے کسی دوسرے شخص نے شادی کی پھر شوہر ثانی نے بھی اس کو طلاق دی، پھر عدت گزارنے کے بعد اس نے شوہر اول سے شادی کی اور گھر میں داخل ہوگئی تو شیخین کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوں گی جبکہ امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کے نزدیک ماقبی یعنی ایک طلاق واقع ہوگی، اختلاف کی وجہ مذکورہ اصول ہے۔ ❸

---

❶ وَلَا يَصِحُّ التَّعْلِيقُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْحَالِفُ مَالِكًا كَقَوْلِهِ لِامْرَأَتِهِ: إِنْ دَخَلْتِ الدَارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ، أَوْ يَقُولُ لِعَبْدِهِ: إِنْ كَلَّمْتَ زَيْدًا فَأَنْتَ حُرٌّ، أَوْ يُضِيفُهُ إِلَى مِلْكٍ كَقَوْلِهِ لِأَجْنَبِيَّةٍ: إِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ، أَوْ كُلُّ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ أَوْ كُلُّ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ. وَزَوَالُ الْمِلْكِ لَا يُبْطِلُ الْيَمِينَ، فَإِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ فِي مِلْكٍ انْحَلَّتْ وَوَقَعَ الطَّلَاقُ، وَإِنْ وُجِدَ فِي غَيْرِ مِلْكٍ انْحَلَّتْ وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، تعليق الطلاق، ج۳ ص ۱۴۰، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، ج ۲ ص ۴۰۰، ط: رحمانيه

❸ إِذَا قَالَ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ثُمَّ نَجَّزَهَا وَقَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ =

(۱۸) إِنَّ الْجِمَاعَ إِدْخَالُ الْفَرْجِ فِي الْفَرْجِ. ❶

ترجمہ: ایک شرم گاہ کو دوسری شرم گاہ میں داخل کرنے کا نام جماع ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جماع نام ہے شوہر کی شرمگاہ کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے کا، یعنی جب شوہر اپنی شرمگاہ کو عورت کی شرمگاہ میں داخل کردے اگر چہ ٹھہراؤ نہ ہو تو اس پر جماع کا حکم مرتب ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا "إِذَا جَامَعْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلاثًا" کہ اگر میں نے تیرے ساتھ جماع کیا تو تجھے تین طلاق، اس کے بعد شوہر نے جماع کیا تو جیسے ہی التقائے ختانین ہوجائے یعنی عورت کی شرمگاہ سے مرد کی شرمگاہ مل جائے تو طلاق واقع ہوجائے گی، اگر شوہر ایک گھڑی ٹھہرے تو عقر یعنی مہر مثل واجب نہ ہوگا اس لئے کہ مہر مثل یا حد اس جماع سے واجب ہوں گی جو طلاق کے بعد واقع ہو، یہ جو مباشرت ہوئی وہ سابقہ عقد نکاح کی وجہ سے ہے۔ ہاں اگر یہ شخص اپنے عضو کو نکال کر دوبارہ داخل کرتا ہے تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا، کیونکہ جماع طلاق کے بعد پایا گیا ہے، اور طلاق کے بعد جماع کرنے کی وجہ سے مذکورہ وطی حرام اور ناجائز ہوئی اور وطی حرام دو چیزوں سے خالی نہیں ہوتی، (۱) حد (۲) جرمانہ کی صورت میں مہر مثل۔ یہاں شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہوجائے گی لیکن جرمانہ مہر مثل لازم ہوگا۔ ❷

=آخَرَ ثُمَّ عَادَتْ إِلَيْهِ فَدَخَلَتْ الدَّارَ لَمْ تَطْلُقْ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ فِي قَوْلٍ أَمَّا لَوْ أَبَانَهَا بِثِنْتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ الدَّارَ وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ ثُمَّ دَخَلَتْ الدَّارَ طَلُقَتْ ثَلَاثًا عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ، وَأَصْلُهُ أَنَّ الزَّوْجَ الثَّانِيَ يَهْدِمُ مَا دُونَ الثَّلَاثِ عِنْدَهُمَا فَتَعُودُ إِلَيْهِ بِالثَّلَاثِ ثُمَّ بِدُخُولِهَا الدَّارَ طَلُقَتْ ثَلَاثًا وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَزُفَرَ وَالْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ لَا يَهْدِمُ الزَّوْجُ مَا دُونَهَا فَتَعُودُ إِلَيْهِ بِمَا بَقِيَ.

مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: كتاب الطلاق، تعليق الطلاق، ج ۱ ص ۴۲۵، ط: دار إحياء التراث العربي

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، ج ۲ ص ۴۰۱، ط: رحمانيه

❷ وَالْحُرْمَةِ إِذْ مَعْنَى الْجِمَاعِ حُصُولُ الِالْتِذَاذِ بِمُمَاسَّةِ الْفَرْجَيْنِ وَقَدْ وُجِدَ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ =

فصل فی الاستثناء

(۸۲) إِنَّ الْإِسْتِثْنَاءَ تَكَلُّمٌ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الْإِسْتِثْنَاءِ. ❶

ترجمہ: استثناء کے بعد حاصل شدہ مقدار کے تکلم کا نام استثناء ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ استثناء تکلم بالباقی کا نام ہے، یعنی استثناء کے بعد جو کچھ بچ جائے اسی پر حکم مرتب ہوگا۔ مثلاً ''عَلَيَّ لِفُلَانٍ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ إِلَّا وَاحِدَةً'' یہ ایسا ہے گویا کہ قائل نے یوں کہا ''عَلَيَّ لِفُلَانٍ تِسْعَةُ دَرَاهِمَ''

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا وَاحِدَةً'' تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ شوہر نے مذکورہ صورت میں تین سے ایک کو استثناء کیا ہے اور استثناء تکلم بالباقی کا نام ہے، تو شوہر کا یہ کلام ایسا ہے گویا کہ اس نے یوں کہا ''أَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ'' تو ایسی صورت میں دو طلاقیں واقع ہوتی ہیں اور اگر شوہر نے ''أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا ثِنْتَيْنِ'' میں تین سے دو طلاقیں کم کی گئیں تو ایک طلاق باقی رہی، لہذا ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر ''أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِلَّا ثَلَاثًا'' تو اس صورت میں چونکہ کل سے کل کا استثناء کیا ہے،

= الْحَدُّ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ وَاحِدٌ وَهُوَ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ فَكَانَ الْجِمَاعُ وَاحِدًا مِنْ وَجْهٍ وَأَوَّلُهُ غَيْرُ مُوجِبٍ لِلْحَدِّ فَامْتَنَعَ وُجُوبُهُ فَوَجَبَ الْعُقْرُ إِذِ الْبُضْعُ الْمُحْتَرَمُ لَا يُصَانُ إِلَّا بِضَمَانٍ جَابِرٍ أَوْ بِحَدٍّ زَاجِرٍ فَإِذَا امْتَنَعَ الْحَدُّ لِلشُّبْهَةِ تَعَيَّنَ الْمَهْرُ، لِأَنَّهُ يَجِبُ مَعَ الشُّبْهَةِ وَجْهُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّ الْجِمَاعَ إِدْخَالُ الْفَرْجِ فِي الْفَرْجِ وَلَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ بَعْدَ الطَّلْقَاتِ الثَّلَاثِ وَالْعِتْقِ، لِأَنَّ الْإِدْخَالَ لَا دَوَامَ لَهُ حَتَّى يَكُونَ لِدَوَامِهِ حُكْمُ الِابْتِدَاءِ، وَلِهَذَا لَوْ حَلَفَ لَا يُدْخِلُ دَابَّتَهُ الْإِصْطَبْلَ وَهِيَ فِيهِ لَا يَحْنَثُ بِإِمْسَاكِهَا فِيهِ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَخْرَجَ ثُمَّ أَوْلَجَ، لِأَنَّهُ وُجِدَ الْجِمَاعُ فِيهِ حَقِيقَةً بَعْدَ ثُبُوتِ الْحُرْمَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْحَدُّ نَظَرًا إِلَى اتِّحَادِ الْمَجْلِسِ وَالْمَقْصُودِ وَهُوَ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ فَإِذَا امْتَنَعَ الْحَدُّ وَجَبَ الْمَهْرُ لِمَا ذَكَرْنَا.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، باب التعليق، ج۲ ص ۲۴۱، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، فصل في الاستثناء، ج۲ ص ۴۰۲، ط: رحمانيه

اور یہ درست نہیں ہے، تو ''أَنْتِ طَالِقٌ ثَـلاثًا'' کی وجہ سے بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ ❶

(۸۳) إِنَّ امْرَأَةَ الْفَارِّ تَرِثُ. ❷

ترجمہ: میراث سے محروم کرنے والی کی بیوی وارث ہوگی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امرأۃ فار یعنی جو شخص مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو یہ شخص طلاق دے کر وراثت سے بھاگ رہا ہے، اس لئے اس کو ''فار'' کہتے ہیں، اس کی بیوی کو وراثت ملے گی، کیونکہ جب یہ آدمی مرض موت میں مبتلا ہوا تو ورثاء کے حقوق اس کے مال کے ساتھ متعلق ہو گئے، اب یہ اس حق کو ختم کرنا چاہتا ہے، حالانکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے، لہذا بیوی وارث ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو مرض الموت کی حالت میں طلاق بائن دیدی پھر وہ مر گیا، جبکہ عورت عدت میں ہے تو اس صورت میں عورت کو وراثت ملے گی، کیونکہ یہ شخص فار ہے اور فار کی بیوی کو وراثت ملتی ہے اور نکاح من وجہ باقی رہتا ہے، البتہ اگر مذکورہ صورت میں یہ آدمی عدت کے گزرنے کے بعد مر گیا تو پھر عورت کو وراثت نہیں

---

❶(والأصل أن الاستثناء تكلم بالحاصل بعد الثنيا) بضم الثاء المثلثة وسكون النون وهو اسم بمعنى الاستثناء، ومعناه إن صدر الكلام بعد الاستثناء يصير عبارة عما وراء الاستثناء يدل عليه قَوْلُه تَعَالَى (فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا) معناه: لبث فيهم تسع مائة وخمسين عاماً (هو الصحيح) احترز عما قال البعض: إنه إخراج، وفيه معنى المعارضة، وهو صفة الأصول. (ومعناه) أي معنى الثنيا (أنه تكلم بالمستثنى منه، إذَ لا فرق بين قول القائل لفلان على درهم، وبين قوله عشرة إلا تسعة فيصح استثناء البعض من الجملة، لأنه يبقى التكلم بالبعض بعده ولا يصح استثناء الكل من الكل، لأنه لا يبقى بعده شيء ليصير متكلما به وصارفا اللفظ إليه) الضمير في: بعده، يرجع إلى استثناء الكل، وفي: به يرجع إلى شيء، وكذا في: إليه وهذا كما إذا قال لامرأته: أنت طالق ثلاثاً إلا ثلاثاً تطلق ثلاثاً لبطلان الاستثناء. البناية شرح الهداية: كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، فصل في الاستثناء، ج۵ ص۴۲۷، ط: دار الكتب العلمية

❷الهداية: كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، ج۲ ص۴۰۳، ط: رحمانيه

ملے گی، کیونکہ اس صورت میں نکاح من کل الوجوہ ختم ہو چکا ہے۔ ❶

(۸۴) إِنَّ حُكْمَ الْفِرَارِ قَدْ يَثْبُتُ بِمَا هُوَ فِيْ مَعْنَى الْمَرَضِ فِيْ تَوَجُّهِ الْهَلَاكِ الْغَالِبِ. ❷

ترجمہ: فرار کا حکم شوہر کے مال سے عورت کے حق کے متعلق ہونے سے ثابت ہوتا ہے اور یہ حق اس مرض سے متعلق ہوتا ہے جس سے اکثر ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی فرار کے حکم کی علت پائی جائے گی تو فرار کا حکم ثابت ہوگا اور چونکہ فرار کی علت یہ ہے کہ آدمی ایسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے کہ جس میں موت غالب رہتی ہو، ایسی حالت میں طلاق سے فرار ثابت ہوگا، اب یہ علت جہاں بھی پائی جائے گی تو فرار کا حکم یعنی بیوی کے لئے وراثت ثابت ہوگی۔ اس کے برخلاف وہ حالت جس میں سلامتی غالب ہو اس میں طلاق دینے سے فرار ثابت نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو مقابلے کے لئے میدان میں آگے کیا، یا اس کو آگے کیا تا کہ قصاصاً قتل کیا جائے، یا رجم کیا جائے اور اسی حالت میں اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو بیوی وراث نہیں بنے گی، اگر وہ شخص اسی سبب سے یا کسی اور سبب سے مرگیا، اس لئے کہ مذکورہ صورت میں اس آدمی نے اپنی بیوی کو ایسی حالت

---

❶ (وَمَنْ بَارَزَ رَجُلًا أَوْ قَدِمَ لِيُقْتَلَ بِقَوَدٍ أَوْ رَجْمٍ فَأَبَانَهَا وَرِثَتْ إِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْوَجْهِ أَوْ قُتِلَ، وَلَوْ مَحْصُورًا أَوْ فِي صَفِّ الْقِتَالِ لَا) وَأَصْلُهُ مَا مَرَّ أَنَّ امْرَأَةَ الْفَارِّ تَرِثُ إِذَا مَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ اسْتِحْسَانًا بِأَنْ تَجْعَلَ الْبَيْنُونَةَ مَعْدُومَةً حُكْمًا كَمَا جُعِلَتْ الْقَرَابَةُ الثَّابِتَةُ مَعْدُومَةً حُكْمًا بِالْقَتْلِ جَزَاءً لِظُلْمِهِ وَإِنَّمَا يَثْبُتُ حُكْمُ الْفِرَارِ إِذَا تَعَلَّقَ حَقُّهَا بِمَالِهِ وَإِنَّمَا يَتَعَلَّقُ حَقُّهَا بِهِ بِمَرَضٍ يُخَافُ مِنْهُ الْهَلَاكُ غَالِبًا بِأَنْ يَكُونَ صَاحِبَ فِرَاشٍ وَهُوَ الَّذِي لَا يَقُومُ بِحَوَائِجِهِ فِي الْبَيْتِ كَمَا يَعْتَادُهُ الْأَصِحَّاءُ وَإِنْ كَانَ يَقْدِرُ عَلَى الْقِيَامِ بِتَكْلِيفٍ وَالَّذِي يَقْضِي حَوَائِجَهُ فِي الْبَيْتِ وَهُوَ يَشْتَكِي لَا يَكُونُ فَارًّا. لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَلَّ مَا يَخْلُو عَنْهُ.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، باب المريض، ج ۲ ص ۲۴۸، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، ج ۲ ص ۴۰۳، ط: رحمانيه

میں طلاق دی ہے کہ اس کی موت غالب تھی اور یہی فرار کی علت ہے، لہذا جب فرار کی علت پائی گئی تو فرار کا حکم ثابت ہوگا اور عورت وارث ہوگی، اور اگر اسی حالت میں طلاق دی جس میں سلامتی غالب تو پھر عورت وارث نہ ہوگی اور اس طلاق دینے سے فرار ثابت نہیں ہوگا، جیسے محصور شخص اور قتال کی صف میں موجود شخص کے حق میں سلامتی غالب رہتی ہے، کیونکہ قلعہ دشمن کے حملوں سے حفاظت کے لئے تعمیر کیا جاتا ہے، اسی طرح جنگ کی صف بندی میں پورا لشکر ہوتا ہے جو ہمہ وقت اپنے ساتھیوں کی حفاظت میں لگا رہتا ہے، چونکہ ان دونوں کے حق میں سلامتی غالب ہے، لہذا ایسے وقت میں طلاق دینے سے فرار ثابت نہیں ہوگا۔ ❶

باب الرجعة

(۸۵) إِنَّ الرَّجْعَةَ اِسْتِدَامَةُ الْمِلْكِ. ❷

ترجمہ: ملک نکاح کو باقی رکھنے کا نام رجعت ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ رجوع ملک کے دوام اور ابقاء طلب کرنے کو کہتے ہیں، صحتِ رجعت کے لئے عدت کی بقاء ضروری ہے، اس لئے کہ ملکِ نکاح کو باقی رکھنے کا نام رجوع ہے، صحتِ رجعت کے لئے عدت کی بقاء ضروری ہے، عدت کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ نکاح بالکلیہ ختم ہوجاتا ہے، جبکہ صحتِ رجعت کے لئے بقائے عدت شرط اور ضروری ہے۔

---

❶ والأصل المذكور هو ثبوت حكم الفرار بما هو في معنى المرض في توجه الهلاك الغالب وعدم ثبوته فيما كان الغالب منه السلامة، فمن الأول النازل في السبعة والراكب في السفينة وبقي على لوح، وكذا في المحيط وفي جوامع الفقه كتان في سفينة فاضطربت الأمواج، وكان الغالب منه العرق فهو كمرض الموت، وكذا الواقع في فم السبع والمسلول والمفلوج والمقعد ما دام يزاد ما به فهو من الثاني وإلا فهو من الأول، وصاحب جرح وقرحة أو وجع لم يصبه على الفراش بمنزلة الصحيح في الطلاق وغيره.

البناية: كتاب الطلاق، باب المريض، ج۵ ص۴۴۷، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب الرجعة، ج۲ ص۴۰۵، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ رجوع کرنے کے لئے عدت کا باقی ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جب عدت باقی ہوگی تو من وجہ ملک بھی باقی ہوگی، تو رجوع کا معنی متحقق ہوگا، اور عدت گزرنے کے بعد رجوع ثابت نہ ہوگا، اس لئے کہ عدت گزرنے کے بعد ملک نکاح بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، جب ملک بالکلیہ ختم ہوگئی تو پھر استدامت اور ابقاء کا معنی ثابت نہ ہوگا، لہذا رجوع بھی درست نہ ہوگا۔ ❶

(۸۶) إِنَّ الطَّلَاقَ فِيْ مِلْكٍ مُتَأَكَّدٍ يُعَقِّبُ الرَّجْعَةَ. ❷

ترجمہ: ملکِ مؤکد میں طلاق کے بعد رجعت واقع ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملکِ مؤکد یعنی پختہ ملک میں اگر کوئی آدمی طلاق دیتا ہے تو وہ رجوع کر سکتا ہے اور ملک دخول سے پختہ ہو جاتا ہے، لہذا بعد الدخول طلاق رجعی کی صورت میں رجوع درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس حال میں کہ وہ حاملہ تھی یا وہ مولود لہا تھی، یعنی اس نے بچہ جنا تھا اور شوہر کہتا ہے کہ میں نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا، تو شوہر کے لئے رجوع ثابت ہوگا کیونکہ مذکورہ صورت میں شریعت شوہر کے اس قول کے میں نے جماع نہیں کیا اس کی مکذِّب ہے، اس لئے کہ حدیث میں ہے "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ" اور اسی طرح عورت کا حاملہ ہونا یہ بھی دخول پر دال ہے، لہذا مذکورہ صورت میں جب دخول ثابت ہوا تو دخول کی وجہ سے ملک مؤکد ہو جاتی ہے اور اس میں طلاق کے بعد رجوع ثابت ہوتا ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی شوہر کے لئے رجوع ثابت ہوگا۔ حاملہ ہونے کی وجہ سے طلاق کے بعد وضع حمل سے پہلے پہلے بیوی شوہر کی عدت میں ہے اور دورانِ عدت رجعت کرنا صحیح ہے، یہ

---

❶ وَأَمَّا شَرَائِطُ جَوَازِ الرَّجْعَةِ فَمِنْهَا قِيَامُ الْعِدَّةِ، فَلَا تَصِحُّ الرَّجْعَةُ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، لِأَنَّ الرَّجْعَةَ اسْتِدَامَةُ الْمِلْكِ، وَالْمِلْكُ يَزُولُ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، فَلَا تُتَصَوَّرُ الِاسْتِدَامَةُ إِذْ الِاسْتِدَامَةُ لِلْقَائِمِ لِصِيَانَتِهِ عَنِ الزَّوَالِ.

بدائع الصنائع: كتاب الطلاق، فصل في شرائط جواز الرجعة، ج۳ ص۱۸۳، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب الرجعة، ج۲ ص۴۰۸، ط: رحمانیہ

اصول کہ ملکِ مؤکد میں طلاق رجعت کو ثابت کرتی ہے، اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ شوہر کی مذکورہ وطی سے احصان ثابت ہو جائے گا اور سزا اور عقوبت وغیرہ کے وجوب میں احصان مؤثر ہے، لہذا جب اس وطی سے احصان ثابت ہو رہا ہے تو رجعتِ بدرجہ اولی ثابت ہوگی۔ ❶

باب الإيلاء

(۸۷) إِنَّ الْمُولِيَ مَنْ لَا يُمْكِنُهُ الْقِرْبَانُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ إِلَّا بِشَيْئٍ يَلْزَمُهُ. ❷

ترجمہ: ایلاء کرنے والا وہ شخص کہلاتا ہے جسے کسی چیز کے لزوم کے بغیر چار ماہ تک بیوی سے قربت کرنا ممکن نہ ہو، ہو مگر ایسی شے کے ساتھ جو اس پر لازم ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ مولی یعنی ایلاء کرنے والا وہ شخص کہلائے گا جس کو اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک بغیر لزوم کفارہ کے جانا ممکن نہ ہو، یعنی اگر بیوی کے پاس جائے تو کفارہ لازم ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے ''وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ سَنَةً إِلَّا يَوْمًا'' کہ اللہ کی قسم میں آپ کے قریب نہیں آؤں گا ایک سال تک مگر ایک دن، تو یہ شخص مولی نہیں کہلائے گا، کیونکہ مولی وہ ہوتا ہے جس کے لئے قربت کرنا چار مہینوں تک بغیر لزوم کفارہ کے ممکن نہ ہو۔ مذکورہ صورت میں اس شخص کے لئے چار ماہ تک قربت بغیر لزوم کفارہ کے ممکن ہے کیونکہ اس نے ایک دن کا استثناء کیا ہے، وہ دن غیر متعین ہے اور پورے سال کے ہر ہر دن میں شوہر کو وطی کرنے کا اختیار ہے اور مولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لزوم کفارہ کے بغیر چار ماہ تک بیوی سے وطی نہ کر سکے، حالانکہ صورتِ مسئلہ میں یوم کے استثناء کی وجہ سے ہر

---

❶ (قَوْلُهُ وَلَوْ طَلَّقَ ذَا حَمْلٍ أَوْ وَلَدٍ، وَقَالَ لَمْ أَطَأْهَا رَاجَعَ) يَعْنِي لَوْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَامِلٌ أَوْ بَعْدَ مَا وَلَدَتْ فِي عِصْمَتِهِ، وَقَالَ لَمْ أُجَامِعْهَا فَلَهُ الرَّجْعَةُ لِأَنَّهَا مَبْنِيَّةٌ عَلَى الدُّخُولِ، وَقَدْ ثَبَتَ حُكْمًا لِثُبُوتِ النَّسَبِ لِأَنَّهُ يَثْبُتُ بِظُهُورِ الْحَمْلِ بِأَنْ وَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَلَمْ يُلْتَفَتْ إِلَى قَوْلِهِ لَمْ أَطَأْهَا لِأَنَّهُ صَارَ مُكَذَّبًا شَرْعًا، وَمَنْ صَارَ مُكَذَّبًا شَرْعًا بَطَلَ زَعْمُهُ مَا لَمْ يَتَعَلَّقْ بِإِقْرَارِهِ حَقُّ الْغَيْرِ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب الرجعة، ج۴ ص۵۸، ط: دار الكتاب الإسلامي

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب الإيلاء، ج۲ ص ۳۹۲، ط: رحمانیہ

دن اُسے وطی کرنے کا اختیار ہے، اور جس دن بھی وہ وطی کرے گا اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ ایک دن غیر معین کا استثناء کر چکا ہے۔ (۱)

(۸۸) اَلْمُطْلَقُ يَحْتَمِلُ الْمُقَيَّدَ. (۲)

ترجمہ: مطلق مقید کا احتمال رکھتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم مطلق ہو یعنی قیود سے خالی ہو تو اس حکم کو مقید کرنا درست ہے، اس لئے کہ یہ مطلق مقید ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا ''أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ'' کہ تو مجھ پر حرام ہے، اب اس شخص سے نیت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟ اگر شوہر کہتا ہے کہ میری مراد اس سے ظہار ہے، تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک ظہار ہوگا، کیونکہ اس نے مطلق حرام بولا ہے اور متکلم کی نیت سے مطلق کو مقید کیا جا سکتا ہے اور بیوی کئی طریقوں سے حرام ہو سکتی ہے، مثلاً وہ مطلقہ بائنہ ہو یا محرمہ بالظہار ہو، تو اب اس میں حرمت کے کئی پہلو ہیں، تو اب شوہر کی نیت سے اس کی تعیین ہوگی، اب اگر شوہر ظہار کی نیت کرے تو ظہار ثابت ہوگا، ظہار میں بھی ایک قسم کی حرمت ہے، تو گویا کہ اس نے مطلق حرام کو حرمتِ ظہار کے ساتھ مقید کر دیا اور ہر مطلق مقید کا احتمال رکھتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی حرام مطلق حرمتِ ظہار سے مقید کرنے کا احتمال رکھے گا۔ (۳)

---

(۱) وَأَمَّا الثَّانِيَةُ وَهُوَ مَا إِذَا قَالَ وَاللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ سَنَةً إِلَّا يَوْمًا فَلِأَنَّ الْمُولِيَ مَنْ لَا يُمْكِنُهُ الْقُرْبَانُ فِي أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ إِلَّا بِشَيْءٍ يَلْزَمُهُ وَهُنَا يُمْكِنُهُ الْقُرْبَانُ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ يَلْزَمُهُ، لِأَنَّ الْمُسْتَثْنَى يَوْمٌ مُنَكَّرٌ فَلَهُ أَنْ يَجْعَلَهُ أَيَّ يَوْمٍ شَاءَ فَلَا يَمُرُّ عَلَيْهِ يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ السَّنَةِ إِلَّا وَيُمْكِنُهُ أَنْ يَجْعَلَهُ هُوَ الْمُسْتَثْنَى.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، باب الإيلاء، ج۲ ص ۲۶۵، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

(۲) الهداية: كتاب الطلاق، باب الإيلاء، ج۲ ص ۴۱۳، ط: رحمانیہ

(۳) وَقَوْلُهُ أَنْتِ عَلَيَّ كَالْحِمَارِ أَوْ الْخِنْزِيرِ أَوْ مَا كَانَ مُحَرَّمَ الْعَيْنِ فَهُوَ كَقَوْلِهِ أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَمَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ (قَوْلُهُ وَظِهَارٌ إِنْ نَوَاهُ) أَيْ الظِّهَارَ، وَهَذَا عِنْدَهُمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَيْسَ بِظِهَارٍ لِانْعِدَامِ التَّشْبِيهِ بِالْمُحَرَّمَةِ، وَهُوَ رُكْنٌ فِيهِ، وَلَهُمَا أَنَّهُ أَطْلَقَ الْحُرْمَةَ، وَفِي الظِّهَارِ نَوْعُ حُرْمَةٍ، وَالْمُطْلَقُ يَحْتَمِلُ الْمُقَيَّدَ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب الإيلاء، ج۴ ص ۷۴، ط: دار الكتاب الإسلامي

باب الخلع

(۸۹) إِنَّ مِلْکَ النِّکَاحِ مِمَّا یَجُوْزُ الْاِعْتِیَاضُ عَنْهُ وَإِنْ لَّمْ یَکُنْ مَالًا. ❶

ترجمہ: ملکِ نکاح ان چیزوں میں سے ہے جن کا عوض لینا جائز ہے اگر چہ یہ مال نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملک نکاح ان اشیاء کے قبیل سے ہے جن کے عوض مال لینا جائز ہے، جیسے قصاص وغیرہ۔ ملکِ نکاح مال نہیں ہے لیکن بصورتِ خلع نکاح کے بدلے میں عوض لینا درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی کو مال کے بدلے میں طلاق دیدی، مثلاً یہ کہا ''طَلَّقْتُکِ عَلَی أَلْفِ دِرْهَمٍ'' میں نے ایک ہزار درہم کے عوض تجھے طلاق دی اور بیوی نے اسے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور بیوی پر ایک ہزار درہم کی ادائیگی لازم ہوگی، کیونکہ مذکورہ صورت میں شوہر نے ملک نکاح کے بدلے میں عوض یعنی مال لیا اور نکاح ان اشیاء میں سے ہے جن کے بدلے عوض لینا درست ہے، نکاح اگر چہ مال نہیں ہے مگر اس کو ختم کرنے کے لئے عوض لینا بصورتِ خلع جائز ہے، جیسے قصاص کے عوض معاوضہ لینا جائز ہے، حالانکہ قصاص مال نہیں ہے۔ ❷

(۹۰) إِنَّ التَّغْرِیْرَ فِیْ ضِمْنِ الْعَقْدِ یُوْجِبُ الضَّمَانَ. ❸

ترجمہ: عقد کے ضمن میں دھوکا دینا ضمان کو ثابت کرتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عقد میں کسی کو دھوکا دے یعنی نام ایک شے کا ذکر کرے جبکہ وہ اس کے خلاف ہو تو اس دھوکا دینے والے پر ضمان واجب ہوگا۔

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۲ ص ۴۱۴، ط: رحمانیہ

❷ (وَلَزِمَهَا الْمَالُ) لِأَنَّهُ لَمْ یَرْضَ بِخُرُوجِ الْبُضْعِ عَنْ مِلْکِهِ إِلَّا بِهِ وَهُوَ یَجُوزُ الاعْتِیَاضُ عَنْهُ وَإِنْ لَمْ یَکُنْ مَالًا کَحَقِّ الْقِصَاصِ فَوَجَبَ بِالْتِزَامِهَا لَهُ.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۲ ص ۲۶۹، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۲ ص ۴۱۴، حاشیہ نمبر ۹، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی نے شوہر سے کہا کہ میں اس سر کے متعین مٹکے پر آپ سے خلع کرتی ہوں، شوہر نے خلع کر دیا، بعد میں دیکھا تو وہ شراب تھی، تو امام صاحب کے نزدیک بیوی پر وہ مہر دینا واجب ہے جو مہر شوہر نے اس کو دیا تھا، کیونکہ مذکورہ صورت میں بیوی نے شوہر کو عقد خلع میں دھوکا دیا ہے، کیونکہ اس نے (سرکہ) مال کا نام لیا ہے جبکہ وہ مال نہیں تھا بلکہ شراب تھی اور عقد میں دھوکا دینا یہ ضمان کو ثابت کرتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں عورت کے دھوکہ دینے کی وجہ سے اس پر مہر مسمی کے بقدر مال واجب ہوگا۔ ❶

(۹۱) إِنَّ مِلْکَ الْبُضَعِ فِیْ حَالَةِ الْخُرُوْجِ غَیْرُ مُتَقَوَّمٍ بِخِلَافِ حَالَةِ الدُّخُوْلِ. ❷

ترجمہ: بے شک ملکِ بضع حالتِ خروج میں غیر متقوم ہے برخلاف حالتِ دخول کے (اس میں متقوم ہے)۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملکِ بضع حالت خروج یعنی طلاق، خلع وغیرہ کی صورت میں غیر متقوم ہے برخلاف حالتِ دخول (بحالتِ نکاح) اس میں متقوم ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شراب یا خنزیر کے عوض خلع کیا گیا تو خلع ہو جائے گا لیکن شراب وغیرہ واجب نہیں ہوگی، اس لئے ملکِ بضع حالتِ خروج یعنی طلاق، خلع وغیرہ کی صورت میں مالِ متقوم نہیں ہے۔ برخلاف اگر شخص نے شراب یا خنزیر کے عوض کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا اور مہر مسمی کے بدل مہر مثل واجب ہوگا، اس لئے کہ ملکِ بضع حالتِ دخول (بحالتِ نکاح) میں مال متقوم ہے اس لئے اس کے عوض میں مہر مسمی یعنی شراب وغیرہ کا بدل بشکل مہر مثل واجب ہوگا۔ ❸

---

❶ (بِخِلَافِ مَا إِذَا خَالَعَ عَلَى خَلٍّ بِعَيْنِهِ فَظَهَرَ خَمْرًا) فَإِنَّهُ يَلْزَمُهُ عَلَيْهَا رَدُّ الْمَهْرِ الَّذِى أَخَذَتْهُ عِنْدَ أَبِى حَنِيفَةَ. وَعِنْدَهُمَا كَيْلُ مِثْلُ ذَلِكَ مِنْ خَلٍّ وَسَطٍ، وَهَذَا وَالصَّدَاقُ سَوَاءٌ لِأَنَّهَا سَمَّتْ مَالًا وَغَرَّتْهُ بِذَلِكَ فَكَانَتْ ضَامِنَةً لِأَنَّ التَّغْرِيرَ فِى ضِمْنِ الْعَقْدِ يُوجِبُ الضَّمَانَ.

العناية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۴ ص ۲۲۰، ط: دار الفكر

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۲ ص ۴۱۴، ط: رحمانیہ

❸ (كَمَا إِذَا خَالَعَهَا أَوْ طَلَّقَهَا وَهُوَ مُسْلِمٌ عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ أَوْ مَيْتَةٍ) أَوْ غَيْرِهَا مِمَّا لَا قِيمَةَ =

(۹۲) كُلُّ مَوْضِعٍ يَصِحُّ الْكَلَامُ بِدُوْنِ "مِنْ" يَكُوْنُ لِلتَّبْعِيْضِ وَإِلَّا فَيَكُوْنُ لِلْبَيَانِ. ❶

ترجمہ: ہر وہ مقام جہاں کلام لفظِ ''من'' کے بغیر درست ہوتا ہے تو ''من'' تبعیض کے لئے ہوگا ورنہ بیان کے لئے ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جہاں لفظِ ''من'' کے بغیر کلام درست ہو یعنی کلام میں خلل واقع نہ ہوتا ہو تو اس جگہ لفظِ ''من'' تبعیض کے لئے ہوگا اور جہاں ''من'' کے بغیر کلام میں خلل واقع ہو تو وہاں ''من'' بیان کے لئے ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی نے شوہر سے یہ کہا ''خَالِعْنِیْ عَلَى مَا فِیْ يَدِیْ مِنْ دَرَاهِمَ'' کہ میرے ساتھ خلع کروان دراہم کے عوض جو میرے ہاتھ میں ہیں، پس شوہر نے خلع کرلیا بعد میں دیکھا تو بیوی کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا، تو بیوی پر تین درہم لازم ہوں گے، اس لئے کہ بیوی نے دراہم جمع ذکر کیا ہے اور جمع کا اقل فرد تین ہے اور ''من دراھم'' میں ''من'' تبعیض کے لئے نہیں ہے بلکہ ''من'' بیان کے لئے ہے، اس لئے کہ مذکورہ صورت میں من کے بغیر کلام میں خلل واقع ہوتا ہے اور جہاں ''من'' کے بغیر کلام درست نہ ہو تو ''من'' بیان کے لئے ہوتا ہے، جب ''من'' بیانیہ ہوگا تو ''دراھم'' کا کلمہ بصیغۂ جمع باقی رہے گا اور اقل جمع کے متعین ہونے کی وجہ سے بیوی پر تین دراہم واجب ہوں گے۔ ❷

=لَهُ أَصْلًا لِأَنَّ مِلْكَ الْبُضْعِ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ حَالَةَ الْخُرُوجِ فَلَمْ يَجِبْ شَيْءٌ بِمُقَابَلَتِهِ بِخِلَافِ النِّكَاحِ وَالْكِتَابَةِ بِالْخَمْرِ لِأَنَّ مِلْكَ الْمَوْلَى مُتَقَوِّمٌ وَكَذَا الْبُضْعُ فِي حَالَةِ الدُّخُولِ.

مجمع الأنهر: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ١ ص ٦٢٠، ط: دار إحياء التراث العربي

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ٢ ص ٤١٥، ط: رحمانیہ

❷ (وَإِنْ قَالَتْ) خَالِعْنِي (عَلَى مَا فِي يَدِي مِنْ دَرَاهِمَ) وَالْحَالُ (لَا شَيْءَ فِي يَدِهَا لَزِمَهَا ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ) وَإِنْ كَانَ فِي يَدِهَا دِرْهَمٌ تُؤْمَرُ بِإِتْمَامِ ثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ فَلَهُ ذَلِكَ لَا يُقَالُ يَجِبُ أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ الثَّلَاثُ لِأَنَّ مِنْ لِلتَّبْعِيضِ كَمَا قَالَ فِي الْجَامِعِ إِنْ كَانَ فِي يَدِي مِنَ الدَّرَاهِمِ ثَلَاثَةٌ فَعَبْدُهُ حُرٌّ وَفِي يَدِهِ أَرْبَعَةُ دَرَاهِمَ كَانَ حَانِثًا لِأَنَّ مِنْ قَدْ تَكُونُ لِلتَّبْعِيضِ وَقَدْ تَكُونُ صِلَةً كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ) فَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ يَصِحُّ الْكَلَامُ =

(۹۳) اَلْخُلْعُ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ. ❶

ترجمہ: خلع شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر خلع میں شرط فاسد لگائی جائے یعنی ایسی شرط جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو تو خلع درست ہوگا اور وہ شرط باطل ہوگی، اس لئے کہ خلع اور نکاح شروطِ فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتے بلکہ شرطِ فاسد خود فاسد ہو جاتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی نے شوہر سے یہ کہا کہ میں آپ سے خلع کرتی ہوں اپنے بھاگے ہوئے غلام پر بشرطیکہ میں اس کے حوالے کرنے سے بری ہوں گی، تو خلع درست ہوگا اور بیوی اگر اس غلام کے حوالہ کرنے پر قادر ہے تو بعینہ وہی غلام حوالہ کرنا لازم ہے اور اگر قادر نہیں ہے تو غلام کی قیمت کا دینا اس پر لازم ہے، کیونکہ مذکورہ صورت میں عورت نے (غلام حوالے نہ کرنے کی) شرطِ فاسد لگائی ہے اور شرطِ فاسد سے خلع باطل نہیں ہوتا۔ البتہ عورت کے ذمے لازم ہوگا کہ غلام یا اس کی قیمت شوہر کے حوالے کرے، اس لئے کہ خلع عقد معاوضہ ہے، یعنی ایک طرف سے عورت عوض دیتی ہے تو دوسری طرف سے شوہر اپنے نکاح کی ملکیت کو بیوی کے حوالے کرتا ہے اور عقد معاوضہ میں عوض کی سلامتی ضروری ہے، براءتِ ذمہ کی شرط لگانا عوض کی سلامتی کے مخالف ہے اور شرطِ فاسد ہے، اس لئے یہ شرط باطل ہوگی اور خلع صحیح ہوگا، جب خلع صحیح ہے تو عورت پر اس کا عوض لازم ہوگا چاہے، وہ غلام سپرد کرے یا اس کی قیمت دے۔ ❷

=بِدُونِهِ كَانَ لِلتَّبْعِيضِ كَمَا فِي مَسْأَلَةِ الْجَامِعِ وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ لَا يَصِحُّ بِدُونِهِ كَانَ صِلَةً كَمَا فِي مَسْأَلَةِ الْخُلْعِ فَإِنَّهَا لَوْ قَالَتْ خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِيْ دَرَاهِمَ كَانَ الْكَلَامُ مُخْتَلًّا.

مجمع الأنهر: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ١ ص ١٧٦، ط: دار إحياء التراث العربي

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ٢ ص ٤١٥، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ فَإِنْ خَالَعَهَا عَلَى عَبْدٍ أَبَقَ لَهَا عَلَى أَنَّهَا بَرِيَّةٌ مِنْ ضَمَانِهِ لَمْ تَبْرَأْ) لِأَنَّهُ عَقْدُ مُعَاوَضَةٍ فَيَقْتَضِي سَلَامَةَ الْعِوَضِ، وَاشْتِرَاطُ الْبَرَاءَةِ شَرْطٌ فَاسِدٌ فَبَطَلَ فَكَانَ عَلَيْهَا تَسْلِيمُ عَيْنِهِ إِنْ قَدَرَتْ، وَتَسْلِيمُ قِيمَتِهِ إِنْ عَجَزَتْ أَشَارَ إِلَى أَنَّ الْخُلْعَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ كَالنِّكَاحِ، وَلِذَا قَالَ فِي الْعِمَادِيَّةِ لَوْ خَالَعَهَا عَلَى أَنْ يُمْسِكَ الْوَلَدَ عِنْدَهُ صَحَّ الْخُلْعُ، وَبَطَلَ الشَّرْطُ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ٤ ص ٨٧، ط: دار الكتاب الإسلامي

(۹۴) اَلْعِوَضُ يَنْقَسِمُ عَلَى الْمُعَوَّضِ. ❶

ترجمہ: عوض معوض پر تقسیم ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عوض کو معوض کے اجزاء پر تقسیم کرنا درست ہے، یعنی عوض کو معوض کے اجزاء پر تقسیم کیا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی نے شوہر سے یہ کہا ''طَلِّقْنِيْ ثَـلاثًا بِأَلْفٍ'' کہ مجھے ہزار کے عوض تین طلاقیں دو، پس شوہر نے اس کو ایک طلاق دی تو عورت پر ہزار کا ثلث یعنی تین سوتینتیس (۳۳۳) دراہم لازم ہوں گے، اس لئے کہ مذکورہ صورت میں ہزار عوض ہے اور تین طلاق معوض ہے اور عوض کو معوض پر تقسیم کیا جائے گا، گویا ہر طلاق کا عوض (۳۳۳) دراہم ہوں گی، اب شوہر جتنی طلاقیں دے گا اتنے عوض کا مستحق ہوگا، حرفِ باء عوضوں پر داخل ہوتا ہے، گویا الف ثلاث کا عوض ہے اور عوض معوض پر تقسیم ہوتا ہے، اس لئے الف ثلاث پر تقسیم ہوگا، اور ہر ہر طلاق کا حصہ ثُلثِ الف ہوگا۔ ❷

(۹۵) إِنَّ الْمَشْرُوْطَ لَا يَتَوَزَّعُ عَلَى أَجْزَاءِ الشَّرْطِ. ❸

ترجمہ: مشروط شرط کے اجزاء پر تقسیم نہیں ہوگا۔

تشریح: مشروط کو شرط کے اجزاء پر تقسیم کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مشروط اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ شرط بیک وقت اپنے جمیع اجزاء کے ساتھ موجود ہو، ایسا نہیں ہوگا کہ شرط کا کوئی جزء پایا

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۲ ص ۴۱۵، ط: رحمانیہ

❷ فَإِنْ قَالَتْ: طَلِّقْنِي ثَلَاثًا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً فَلَهُ ثُلُثُ الْأَلْفِ، لِأَنَّ حَرْفَ الْبَاءِ يَصْحَبُ الْأَبْدَالَ، وَالْأَعْوَاضَ، وَالْعِوَضُ يَنْقَسِمُ عَلَى الْمُعَوَّضِ، فَهِيَ لَمَّا الْتَمَسَتْ الثُّلُثَ بِأَلْفٍ فَقَدْ جَعَلَتْ بِإِزَاءِ كُلِّ تَطْلِيقَةٍ ثُلُثَ الْأَلْفِ، ثُمَّ فِيمَا صَنَعَ الزَّوْجُ مَنْفَعَةً لَهَا، لِأَنَّهَا رَضِيَتْ بِوُجُوبِ جَمِيعِ الْأَلْفِ عَلَيْهَا بِمُقَابَلَةِ التَّخَلُّصِ مِنْ زَوْجِهَا فَتَكُونُ أَرْضَى بِوُجُوبِ ثُلُثِ الْأَلْفِ عَلَيْهَا إِذَا تَخَلَّصَتْ مِنْ زَوْجِهَا، وَبِالْوَاحِدَةِ تَتَخَلَّصُ مِنْهُ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۶ ص ۱۷۳، ط: دار المعرفة

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۲ ص ۴۱۵، ط: رحمانیہ

جائے تو پھر مشروط بھی پایا جائے، اس لئے کہ مشروط شرط کے اجزاء پر تقسیم نہیں ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا "طَلِّقْنِیْ ثَـلَاثًـا عَـلَی أَلْفِ دِرْهَمٍ " کہ مجھے ایک ہزار کے عوض تین طلاقیں دو، پس شوہر نے ایک طلاق دی، تو امام صاحب کے نزدیک عورت پر کچھ بھی نہیں ہوگا اور شوہر رجوع کا مالک ہوگا، کیونکہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں مشروط ہیں اور ہزار شرط ہے اور مشروط شرط کے اجزاء پر تقسیم نہیں ہوتا، لہذا یہاں بھی تین طلاقیں ہزار پر تقسیم نہیں ہوں گی، اور "عَـلَـی أَلْفِ دَرَاهِـمَ "لغو ہوگا اور باقی صرف "طَلِّقْنِیْ " سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ کلمہ "علی "حقیقتاً شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے "یُبَـایِعْنَکَ عَلَی أَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللهِ شَیْئًا " یہ عورتیں اس شرط پر آپ سے بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی، یا مثلاً کلام الناس میں کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "أنـت طـالـق عـلی أن تدخلی الدار "یہاں بھی گھر میں داخل ہونا طلاق کے لئے شرط ہوگا، معلوم ہوا کہ کلمہ "عـلی "شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور شرط تمام اجزاء کا نام ہے، شرط کے ایک جزء پائے جانے سے مشروط کا ایک جزء نہیں پایا جائے گا، شرط تمام اجزاء کے ساتھ مکمل پائی جائے گی تو مشروط بھی مکمل پایا جائے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ شرط کے ایک جزء کے پائے جانے پر مشروط کا ایک جزء پایا جائے، اس لئے کہ اصول ہے کہ مشروط شرط کے اجزاء پر تقسیم نہیں ہوتا۔ [1]

(۹۶) إِنَّ الْأَصْلَ فِی الْجُمْلَةِ التَّامَّةِ الْإِسْتِقْلَالُ. [2]

ترجمہ: جملہ تامہ میں اصل مستقل ہونا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو جملہ تام ہو اس میں اصل یہ ہے کہ وہ مستقل ہو یعنی کسی دوسرے کے محتاج نہ ہو، کیونکہ اگر یہ جملہ دوسرے کے محتاج ہوگا تو یہ تام نہ رہے گا بلکہ

---

[1] (قَوْلُـهُ وَفِـی عَلَی وَقَعَ رَجْعِیٌّ مَجَّانًا) أَیْ فِـی قَـوْلِهَـا طَلِّقْنِی ثَلَاثًا عَلَی أَلْفٍ أَوْ عَلَی أَنَّ لَکَ عَـلَـیَّ أَلْـفًـا فَـطَـلَّـقَهَـا وَاحِـدَةً وَقَعَ رَجْعِیًّا بِغَیْرِ شَیْءٍ عَلَیْهَا عِنْدَ الْإِمَامِ خِلَافًا لَهُمَا فَهُمَا جَعَلَاهَا کَالْبَاءِ، وَهُوَ جَعَلَهَا لِلشَّرْطِ، وَالْمَشْرُوطُ لَا یَتَوَزَّعُ عَلَی أَجْزَاءِ الشَّرْطِ.

البحر الرائق: کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۴ ص۸۸، ط: دار الکتاب الإسلامی

[2] الهدایة: کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۲ ص۴۱۵، ط: رحمانیه

ناقص کہلائے گا، تو جملہ تامہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مفہوم میں غیر کا محتاج نہ ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا "أَنْتِ طَالِقٌ وَعَلَيْكِ أَلْفٌ" کہ تجھے طلاق ہے اور تجھ پر ہزار لازم ہے، اب بیوی قبول کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہو جائے گی اور بیوی پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا، اس لئے کہ "أَنْتِ طَالِقٌ" یہ جملہ تامہ ہے اس کا مابعد سے کچھ تعلق نہیں ہے اور جملہ تامہ میں اصل یہ ہے کہ وہ مستقل ہو، اور "عَلَيْكِ أَلْفٌ" مبتدا خبر ہے اور جو دوسرا جملہ تامہ ہے، اس کا ماقبل "أَنْتِ طَالِقٌ" سے کوئی تعلق ہی نہیں جملہ تامہ دلیل کے بغیر ماقبل سے مربوط نہیں ہوتا اور یہاں ماقبل سے مربوط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ طلاق وعتاق دونوں مال سے جدا ہوتے ہیں، اس لئے بیوی نے یا غلام نے مال دینے کو قبول نہ کیا ہو تو ان پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ [1]

(۹۷) إِنَّ الْخُلْعَ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ فِيْ جَانِبِ الْمَرْأَةِ وَبِمَنْزِلَةِ الْيَمِيْنِ فِيْ جَانِبِ الرَّجُلِ. [2]

ترجمہ: خلع عورت کی طرف سے بمنزلہ بیع کے ہے اور مرد کی طرف سے بمنزلہ یمین کے ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ خلع عورت کے حق میں بمنزلہ بیع کے ہے، لہذا جو چیزیں بیع میں درست ہوتی ہیں وہ خلع میں بھی عورت کی طرف سے درست ہوں گی، اور مرد کے حق میں بمنزلہ یمین کے ہے، لہذا مرد کے جانب سے جو احکام یمین کے ہیں ان احکام کا یہاں بھی لحاظ رکھا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے خلع میں اپنے لئے اختیار رکھا بایں طور کے شوہر نے بیوی سے یہ کہا "أَنْتِ طَالِقٌ بِأَلْفٍ عَلَى أَنِّي بِالْخِيَارِ" کہ تجھے

---

[1] (وَلَوْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ وَعَلَيْكِ أَلْفٌ فَقَبِلَتْ طُلِّقَتْ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا) وَكَذٰلِكَ إِنْ لَمْ تَقْبَلْ، وَقَالَا: إِنْ قَبِلَتْ فَعَلَيْهَا الْأَلْفُ، وَإِلَّا لَا شَيْءَ عَلَيْهَا، لِأَنَّ هٰذَا الْكَلَامَ يُسْتَعْمَلُ لِلْمُعَاوَضَةِ، يُقَالُ: اعْمَلْ هٰذَا وَلَكَ دِرْهَمٌ كَقَوْلِهِ بِدِرْهَمٍ، وَلَهُ أَنَّ قَوْلَهُ وَعَلَيْكِ أَلْفٌ لَا ارْتِبَاطَ لَهُ بِمَا قَبْلَهُ، إِذِ الْأَصْلُ ذٰلِكَ وَلَا دَلَالَةَ عَلَى الِارْتِبَاطِ، لِأَنَّ الطَّلَاقَ يُوجَدُ بِدُونِ الْمَالِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَالْإِجَارَةِ فَإِنَّهُمَا لَا يَنْفَكَّانِ عَنْ وُجُوبِ الْمَالِ، وَلَوْ قَالَ لِعَبْدِهِ: أَنْتَ حُرٌّ وَعَلَيْكَ أَلْفٌ فَعَلَى الْخِلَافِ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۳ ص ۱۵۹، ط: مطبعة المجلس القاهرة

[2] الهداية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۲ ص ۴۱۶، ط: رحمانیہ

طلاق ہے ہزار پر بشرطیکہ مجھے اختیار ہوگا اور بیوی نے یہ قبول بھی کرلیا تو مرد کے حق میں اختیار باطل ہوگا، اس لئے کہ خلع مرد کی طرف سے بمنزلہ یمین کے ہے اور یمین میں اختیار کی شرط لگانا درست نہیں ہے اور اگر عورت کے لئے اختیار کی شرط لگائی جائے بایں طور کہ شوہر یہ کہے ''أَنْتِ طَالِقٌ بِأَلْفٍ عَلَى أَنَّکِ بِالْخِيَارِ ''تو یہ درست ہے، کیونکہ خلع عورت کی طرف سے بمنزلہ بیع کے ہے اور بیع میں اختیار کی شرط لگانا درست ہے، جس طرح بیع میں رجوع کرنا صحیح ہوتا ہے اور بیع ماورائے مجلس پر موقوف نہیں ہوتی، اسی طرح خلع میں بھی رجوع کرنا صحیح ہے اور خلع بھی ماورائے مجلس پر موقوف نہیں ہے، بیع میں خیار کی شرط لگانا درست ہے اس لئے خلع میں بھی خیار کی شرط لگانا درست ہے۔ اس کے برخلاف اگر شوہر کے لئے خیار شرط ہو تو درست نہیں ہے، کیونکہ شوہر کی جانب میں خلع یمین ہے، اس لئے شوہر نہ خلع کرنے کے بعد رجوع کرسکتا ہے اور نہ ہی مجلس تک منحصر رہتا ہے، بلکہ شوہر کے حق میں ماورائے مجلس پر موقوف بھی رہتا ہے، معلوم ہوا کہ جانبِ زوج میں خلع یمین ہے اور ایمان اور قسموں میں خیار نہیں ہوتا، اس لئے شوہر کے لئے خیار نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] (قَوْلُهُ وَصَحَّ خِيَارُ الشَّرْطِ لَهَا لَا لَهُ) لِمَا قَدَّمْنَا أَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ مِنْ جِهَتِهَا، وَيَمِينٌ مِنْ جِهَتِهِ، وَلِذَا صَحَّ رُجُوعُهَا قَبْلَ الْقَبُولِ، وَلَا تَصِحُّ إضَافَتُهَا، وَتَعْلِيقُهَا بِالشَّرْطِ، وَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى مَا وَرَاءَ الْمَجْلِسِ، وَانْعَكَسَتْ الْأَحْكَامُ مِنْ جَانِبِهِ، وَهُمَا مَنَعَاهُ مِنْ جَانِبِهَا أَيْضًا نَظَرًا إلَى جَانِبِ الْيَمِينِ، وَالْحَقُّ مَا قَالَهُ الْإِمَامُ أَطْلَقَهُ فَشَمِلَ الْخُلْعَ وَالطَّلَاقَ عَلَى مَالٍ، وَيَتَفَرَّعُ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ مَسَائِلُ مِنْهَا مَا لَوْ قَالَ أَنْت طَالِقٌ عَلَى أَلْفٍ عَلَى أَنِّي بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَقَبِلَتْ بَطَلَ الْخِيَارُ، وَوَقَعَ الطَّلَاقُ، وَمِنْهَا مَا لَوْ قَالَ أَنْت طَالِقٌ عَلَى أَلْفٍ عَلَى أَنَّک بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَقَبِلَتْ إنْ رَدَّتْ الطَّلَاقَ فِي الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ بَطَلَ الطَّلَاقُ، وَإِنْ اخْتَارَتْ الطَّلَاقَ فِي الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ وَقَعَ، وَوَجَبَ الْأَلْفُ لَهُ، وَعِنْدَهُمَا الطَّلَاقُ وَاقِعٌ فِي الْوَجْهَيْنِ، وَالْمَالُ لَازِمٌ عَلَيْهَا، وَالْخِيَارُ بَاطِلٌ فِي الْوَجْهَيْنِ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۴ ص ۹۲، ط: دار الكتاب الإسلامی

باب الظهار

فصل فی الكفارة

(۹۸) إِنَّ الْإِعْتَاقَ يَتَجَزَّى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا. ❶

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتاق متجزی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق متجزی نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اعتاق یعنی غلام کو آزاد کرنے میں تجزی ہوتی ہے یعنی قابل تقسیم ہے، لہذا نصف کو آزاد کرنا پھر دوسرے نصف کو آزاد کرنا درست ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک اعتاق غیر متجزی ہے یعنی قابل تقسیم نہیں ہے، لہذا نصف کا اعتاق کل کا اعتاق ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ظہار کرنے والے نے نصف غلام کفارہ ظہار میں آزاد کیا پھر اس بیوی سے جماع کیا جس کے ساتھ ظہار کیا تھا، پھر باقی نصف آزاد کرلیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ جائز نہیں ہوگا یعنی کفارہ ادا نہیں ہوگا، جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک کفارہ ادا ہو جائے گا۔ امام صاحب کے نزدیک اعتاق متجزی ہوتا ہے یعنی نصف کا آزاد کرنا کل کا آزاد کرنا نہیں ہے، لہذا مذکورہ صورت میں نصف غلام جماع کے بعد آزاد ہوا ہے جبکہ پورے غلام کو قبل الجماع آزاد کرنا نص ''مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَاسَّا (المجادلة: ۳)'' سے ثابت ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ اعتاق میں تجزی نہیں ہے، لہذا نصف کا آزاد کرنا کل کا آزاد کرنا ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الظهار، فصل فی الكفارة، ج۲ ص ۴۲۰، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ وَإِنْ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهِ عَنْ كَفَّارَتِهِ ثُمَّ جَامَعَ الَّتِي ظَاهَرَ مِنْهَا ثُمَّ أَعْتَقَ بَاقِيَهُ لَمْ يُجْزِ هَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ)، لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ وَشَرْطُ الْإِعْتَاقِ أَنْ يَكُونَ قَبْلَ الْمَسِيسِ بِالنَّصِّ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا) وَإِعْتَاقُ النِّصْفِ حَصَلَ بَعْدَ الْمَسِيسِ وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ، لِأَنَّ إِعْتَاقَ النِّصْفِ عِنْدَهُمَا إِعْتَاقُ الْكُلِّ فَحَصَلَ إِعْتَاقُ الْكُلِّ قَبْلَ الْمَسِيسِ وَإِذَا لَمْ يَجُزْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ اسْتَأْنَفَ عِتْقَ رَقَبَةٍ أُخْرَى.

الجوهرة النيرة: كتاب الظهار، كفارة الظهار، ج۲ ص۶۷، ط: المطبعة الخيرية

(۹۹) اَلْإِطْعَامُ هُوَ حَقِيقَةٌ فِي التَّمْكِيْنِ مِنَ الطَّعَامِ. ❶

ترجمہ: اطعام کے حقیقی معنی ہیں کھانے پر قدرت دینا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اطعام حقیقت میں کہتے ہیں کھانے پر قدرت دینے کو یعنی جب کوئی آدمی کسی کو کھانے پر قدرت دیدیتا ہے تو اطعام کا معنی ثابت ہو جاتا ہے، یہی معنی یعنی کھانے پر قدرت دینا اباحت میں بھی پایا جاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ظہار کرنے والے نے ساٹھ مسکین کو صبح وشام کھانا کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ اطعام کا معنی کھانے پر قدرت دینا ہے اور جب مظاہر نے مساکین کو کھانا کھلایا تو گویا کہ اس نے کھانا ان کے لئے مباح کر دیا اور اباحت میں بھی چونکہ اطعام کا معنی پایا جاتا ہے، لہذا کفارہ ظہار ادا ہو جائے گا۔ درحقیقت یہ اصول امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے، کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ اطعام کو زکوۃ اور صدقہ فطر پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تملیک ضروری ہے۔ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ کفارہ ظہار میں قرآن کریم میں ''فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا'' آیا ہے، اور اطعام کے حقیقی معنی ہیں طعام پر قدرت دینا۔ ❷

(۱۰۰) إِنَّ النِّيَّةَ فِي الْجِنْسِ الْوَاحِدِ لَغْوٌ وَفِي الْجِنْسَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ. ❸

ترجمہ: ایک جنس میں نیت لغو ہو جاتی ہے اور دو جنسوں میں نیت معتبر ہو گی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں میں الگ الگ نیت کرنا درست نہیں ہے بلکہ نیت لغو ہو گی، اس لئے کہ نیت اجناس کے درمیان تمییز کے لئے ہوتی ہے،

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب الظهار، فصل في الكفارة، ج ٢ ص ٤٢١، ط: رحمانیہ

❷ (فإن غداهم وعشاهم جاز، قليلا) كتان (منا أكلوا أو كثيراً) لأن المنصوص عليه هو الإطعام، وهو حقيقة في التمكين من الطعم، وفي الإباحة ذلك كما في التمليك، بخلاف الواجب في الزكاة وصدقة الفطر، فإنه الإيتاء والأداء، وهما للتمليك حقيقة.

اللباب في شرح الكتاب: كتاب الظهار، ج٣ ص٧٣، ط: المكتبة العلمية

❸ الهداية: باب الظهار، فصل في الكفارة، ج ٢ ص ٤٢٢، ط: رحمانیہ

چونکہ دونوں متحد الجنس ہیں تو بلا نیت بھی ایک ایک اداء ہوگی، اگر کسی شخص کے ذمے رمضان کے قضاء روزے ہوں اس کے علاوہ کوئی اور روزے اس کے ذمے لازم نہ ہوتو یہ شخص اگر صرف اتنی نیت کرلے کہ قضاء روزے تو بھی کافی ہے اگر چہ رمضان کا لفظ نہ کہے، تعیین ضروری نہیں ہے۔ البتہ اگر دو چیزیں الگ الگ جنس کی ہوں تو ان میں نیت کرنا معتبر ہے، مثلاً کسی آدمی پر قضائے رمضان کے روزے اور نذر کے روزے ہیں، اب اگر وہ کسی ایک کی نیت کرلے تو یہ نیت درست ہوگی اور نیت کے مطابق روزے ادا ہوں گے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلارہے ہیں کہ اگر مظاہر نے دو کفارہ ظہار کے عوض ساٹھ مساکین کو اس طرح کھانا کھلایا کہ ہر مسکین کو ایک صاع گندم دی، حالانکہ ایک کفارے میں نصف صاع اداء کی جاتی ہے، لیکن پھر بھی کفارہ صرف ایک ظہار کی طرف سے اداء ہوگا نہ کہ دو ظہار سے، کیونکہ اس آدمی نے متحد الجنس میں نیت کی، اور جنس واحد میں نیت لغو ہوتی ہے، جب نیت لغو ہوگئی تو طعام کی ادا کردہ مقدار ایک کفارہ کی صلاحیت رکھتی ہے، اس لئے کہ نصف صاع کفارے کی ادنی مقدار ہے، لہذا اس سے کم تو مانع کفارہ ہوگا، لیکن اس سے زیادہ کی ممانعت نہیں ہے، اس لئے ایک صاع دینے سے وہ صرف ایک کفارے سے بری ہوگا۔ ❶

---

❶ (أن النية فی الجنس الواحد لغو) لأن النية للتميز بين الأجناس المختلفة أو لتمييز المشترک ولا يوجد ذلک فی الجنس الواحد (وفی الجنسين معتبرة) ألا ترى من كان عليه قضاء أيام من رمضان فنوى صوم القضاء جاز، ولا يجب فيه نية التعيين وفی قضاء رمضان وصوم النذر يفتقر إلى تعيين النية لاختلاف جنسهما.

البناية شرح الهداية: باب الظهار، فصل فی الكفارة، ج۵ ص ۵۵۹، ط: دار الكتب العلمية

باب اللعان

(۱۰۱) اَلْأَصْلُ أَنَّ اللِّعَانَ عِنْدَنَا شَهَادَاتٌ مُؤَكَّدَاتٌ بِالْأَيْمَانِ مَقْرُونَةٌ بِاللَّعْنِ قَائِمَةٌ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فِي حَقِّهِ وَمَقَامَ حَدِّ الزِّنَا فِي حَقِّهَا. ❶

ترجمہ: اصول یہ ہے کہ ہمارے ہاں لعان ایسی شہادتوں کا نام ہے جو قسم کے ساتھ پختہ ہوں، اور لفظ لعن کے ساتھ متصل ہوں، شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ لعان شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے یعنی انکار کی صورت میں شوہر پر حد قذف جاری ہوگی اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے یعنی انکار کی صورت میں عورت پر حد زنا جاری ہوگا۔

لعان کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا اس عورت کے بچے کے نسب کو اپنے سے منع کیا اور کہا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے بلکہ کسی اور کا ہے، اور میاں بیوی دونوں شہادت کے اہل ہیں، یعنی فاسق فاجر اور غلام باندی نہیں ہیں، نیز عورت پاک دامن ہے، اور وہ شوہر سے لعان کا مطالبہ کرے، اس لئے کہ لعان عورت کا حق ہے اور حق بغیر مطالبے کے نہیں ملا کرتا۔ لعان میں شہادتیں اللہ کی قسم کے ساتھ مؤکد ہیں اور لفظِ لعان کے ساتھ متصل ہیں، شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے، اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب اللعان، ج۲ ص۴۲۳، ط: رحمانيه

❷ لِأَنَّ اللِّعَانَ عِنْدَنَا شَهَادَاتٌ مُؤَكَّدَاتٌ بِالْأَيْمَانِ مَقْرُونَةٌ بِاللَّعْنِ قَائِمَةٌ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فِي حَقِّهِ وَمَقَامَ حَدِّ الزِّنَا فِي حَقِّهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلا أَنْفُسُهُمْ) فَسَمَّاهُمْ شُهَدَاءَ وَاسْتَثْنَاهُمْ مِنْ جُمْلَةِ الشُّهَدَاءِ وَالِاسْتِثْنَاءُ إِنَّمَا يَكُونُ مِنَ الْجِنْسِ وَقَالَ تَعَالَى (فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ) نَصَّ عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْيَمِينِ فَقُلْنَا الرُّكْنُ هُوَ الشَّهَادَةُ الْمُؤَكَّدَةُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ قَرَنَ الرُّكْنَ فِي جَانِبِهِ بِاللَّعْنِ لَوْ كَانَ كَاذِبًا وَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ وَفِي جَانِبِهَا بِالْغَضَبِ وَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ حَدِّ الزِّنَا.

الجوهرة النيرة: كتاب اللعان، ج۲ ص۷۳، ط: المطبعة الخيرية

(۱۰۲) إِنَّ حُكْمَ التَّلَاعُنِ لَا يَبْقَى بَعْدَ الْإِكْذَابِ. ❶

ترجمہ: بے شک لعان کا حکم جھٹلانے کے بعد باقی نہیں رہتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ لعان کا حکم یعنی زوجین میں فرقت کے بعد حرمت ابدی کا ہونا، یہ جھٹلانے کے بعد ثابت نہیں ہوگی، یعنی اگر شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو شوہر پر حد قذف جاری ہوگی اور اب اس کے لئے سابقہ بیوی سے نکاح جائز ہے کیونکہ لعان میں یہ شرط تھی کہ میاں بیوی اہل شہادت میں سے ہوں لیکن بعد میں جب شوہر پر حد جاری ہوئی ہو تو یہ اہل شہادت نہ رہا، اہلیت ختم ہوگئی، جب اہلیت ختم ہوئی تو حکم بھی ختم ہوگیا، لہذا ان کے درمیان جو لعان ہوا تھا وہ کالعدم شمار ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں شوہر نے لعان کے بعد دوبارہ اعادہ کیا اور اپنی تکذیب کی تو قاضی اس پر حد قذف جاری کرے گا اور اب اس شوہر کے لئے اپنے آپ کو جھٹلانے کے بعد لعان کا حکم یعنی حرمتِ ابدی باقی نہ رہے گی، جب حرمت باقی نہ رہی تو اب نکاح کرنا جائز ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب اللعان، ج۲ ص ۴۲، ط: رحمانیہ

❷ (وَلَهُ أَنْ يَنْكِحَهَا) أَيْ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ بِهَا بَعْدَمَا أَكْذَبَ نَفْسَهُ، وَحُدَّ وَهَذَا عِنْدَهُمَا، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُد بِمَعْنَاهُ، وَمِثْلُهُ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيّ، وَلَهُمَا أَنَّ الْإِكْذَابَ رُجُوعٌ، وَالشَّهَادَةَ بَعْدَ الرُّجُوعِ لَا حُكْمَ لَهَا فِي حَقِّ الرَّاجِعِ فَيَرْتَفِعُ اللِّعَانُ، وَلِهَذَا يُحَدُّ، وَيَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ، وَلَا يَجْتَمِعُ الْحَدُّ وَاللِّعَانُ فَلَزِمَ مِنْ إقَامَةِ الْحَدِّ انْتِفَاءُ اللِّعَانِ، وَكَذَا لَا يَنْفِي اللِّعَانَ مَعَ ثُبُوتِ النَّسَبِ وَمَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا أَيْ مَا دَامَا مُتَلَاعِنَيْنِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا) أَيْ مَا دَامَ مُنَافِقًا يُقَالُ الْمُصَلِّي لَا يَتَكَلَّمُ أَيْ مَا دَامَ مُصَلِّيًا فَلَمْ يَبْقَ مُتَلَاعِنًا لَا حَقِيقَةً لِعَدَمِ الِاشْتِغَالِ بِهِ، وَلَا مَجَازًا لِأَنَّهُ إنَّمَا سُمِّيَ مُتَلَاعِنًا لِبَقَاءِ اللِّعَانِ بَيْنَهُمَا حُكْمًا، وَلَمْ يَبْقَ.

تبيين الحقائق: كتاب اللعان، ج۳ ص ۱۹، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

(۱۰۳) إِنَّ اللِّعَانَ يَتَعَلَّقُ بِالصَّرِيحِ. ❶

ترجمہ: لعان صراحت کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ لعان اس وقت ثابت ہوگا جب شوہر بیوی پر تہمت کی صراحت کرے یعنی زبان سے صراحتاً اس پر زنا کی تہمت لگائے یا بچے کی نفی کرے، لہذا اشارے سے لعان ثابت نہ ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ لعان حد کے قائم مقام ہے اور حدود صراحت سے ثابت ہوتے ہیں اور شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، لہذا لعان میں بھی صراحت ضروری ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر گونگا آدمی اپنی بیوی پر اشارے سے تہمت لگائے تو لعان ثابت نہ ہوگا، کیونکہ لعان کا تعلق صراحتاً تہمت سے ہے اور گونگے کی تہمت صراحتاً نہیں ہوتی بلکہ اشارے سے ہوتی ہے، لہذا گونگے کی تہمت سے لعان نہیں ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے اشارے میں شبہ ہے اور لعان حد کے قائم مقام ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، لہذا لعان بھی شبہ کی وجہ سے ساقط ہوگا۔ ❷

(۱۰۴) إِنَّ الْقَذْفَ لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ. ❸

ترجمہ: قذف کو شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ تہمت کو کسی شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قذف محلوف بہ نہیں بن سکتا، اور جو چیز محلوف بہ نہ بن سکے اس کو معلق کرنا درست نہیں ہے، لہذا قذف کو بھی معلق کرنا درست نہ ہوگا۔

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق: باب اللعان، ج۲ ص ۴۲۵، ط: رحمانیہ

❷ (وَلَا لِعَانَ بِقَذْفِ الْأَخْرَسِ)، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجِبُ اللِّعَانُ بِهِ لِأَنَّ إِشَارَتَهُ كَالصَّرِيحِ، وَلَنَا أَنَّهُ قَائِمٌ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فِي حَقِّهِ، وَقَذْفُهُ لَا يَعْرَى عَنْ شُبْهَةٍ، وَالْحُدُودُ تُدْرَأُ بِهَا، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ فِي اللِّعَانِ حَتَّى لَوْ قَالَ أَحْلِفُ مَكَانَ أَشْهَدُ لَا يَجُوزُ، وَإِشَارَتُهُ لَا تَكُونُ شَهَادَةً، وَكَذَلِكَ إِذَا كَانَتْ هِيَ خَرْسَاءَ لِأَنَّ قَذْفَهَا لَا يُوجِبُ الْحَدَّ لِاحْتِمَالِ أَنَّهَا تُصَدِّقُهُ أَوْ لِتَعَذُّرِ الْإِتْيَانِ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ.

تبيين الحقائق: كتاب اللعان، ج۳ ص ۲۰، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب اللعان، ج۲ ص ۴۲۵، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلارہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ''لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّيْ'' کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے، تو اس وقت حمل کا ہونا متیقن نہیں تھا، اس وقت شوہر قاذف نہیں ہوا، تو بعد میں کیسے اس پر قذف اور لعان ثابت ہوگا، جب شوہر کا قول ''لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّيْ'' ابتداءً قذف نہیں ہے تو یہ معلق بالشرط کی طرح ہوگیا، کہ شوہر نے کہا ''إِنْ كَانَ بِكِ حَمْلٌ فَلَيْسَ مِنِّيْ'' کہ اگر تجھے حمل ہو تو وہ مجھ سے نہیں ہے، اور قذف کو شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے، اس لئے جب ابتداء ہی میں اس کلام کا قذف نہ ہونا متعین ہوگیا تو بعد میں یہ قذف نہیں ہوگا۔ ❶

(۱۰۵) إِنَّ النِّكَاحَ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ عِنْدَنَا بَعْدَ تَمَامِ الْعَقْدِ. ❷

ترجمہ: ہمارے نزدیک نکاح عقد کے تام ہونے کے بعد فسخ کا احتمال نہیں رکھتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب عقد نکاح تام ہوجائے تو یہ فسخ کا احتمال نہیں رکھتا، یعنی عقد کے تام ہونے کے بعد اگر زوجین میں تفریق ہوجائے تو یہ طلاق ہوگی نہ کہ فسخِ نکاح، کیونکہ نکاح عقد کے مکمل ہونے کے بعد فسخ کا احتمال نہیں رکھتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلارہے ہیں کہ نکاح جب مکمل ہوجاتا ہے تو فسخ کو قبول نہیں کرتا، اس لئے یہ فرقت فسخ نہیں ہوگی، یہ فرقت اگرچہ بیوی کے مطالبہ تفریق کے بعد آئی ہے مگر اس مطالبہ کا سببِ اصلی شوہر ہی ہے اس لئے اصلاً یہ فرقت شوہر کی طرف سے آئی ہے، اور یہ فرقت طلاقِ بائن شمار ہوگی، تاکہ عورت کو شوہر کے مظالم سے نجات مل جائے اور یہ نجات صرف طلاق بائن ہی سے ممکن ہے، کیونکہ ہم اگر اس کو طلاق رجعی مان لیں تو پھر شوہر مراجعت کرے اور

---

❶ (قَوْلُهُ وَإِذَا قَالَ الزَّوْجُ لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّي فَلَا لِعَانَ) هَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَتَيَقَّنْ بِقِيَامِ الْحَمْلِ فَلَمْ يَصِرْ قَاذِفًا (وَعِنْدَهُمَا إِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَهُوَ قَاذِفٌ وَيُلَاعِنُ)، لِأَنَّا تَيَقَّنَّا وُجُودَهُ عِنْدَ الْقَذْفِ قُلْنَا إِذَا لَمْ يَكُنْ قَاذِفًا فِي الْحَالِ صَارَ كَالْمُعَلَّقِ بِالشَّرْطِ فَكَأَنَّهُ قَالَ إِنْ كَانَ بِكِ حَمْلٌ فَلَيْسَ مِنِّي وَالْقَذْفُ لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَلَا لِعَانَ، لِأَنَّهُ لَا يَتَيَقَّنُ وُجُودَهُ عِنْدَ الْقَذْفِ فَلَا يُلَاعِنُ بِالشَّكِّ.

الجوهرة النيرة: كتاب اللعان، ج ۲ ص ۷۲، ط: المطبعة الخيرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، ج ۲ ص ۴۲۷، ط: رحمانیہ

عورت لٹکی رہے گی اور مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ اصول میں یہ قید ہے ''بعد تمام العقد'' معلوم ہوا کہ ''قبل تمام العقد'' فسخ کو قبول کرتا ہے، جیسے خیارِ بلوغ اور خیار عتاقہ کی صورت میں۔ ❶

باب العدة

(۱۰۶) إِنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ لَا يَجُوْزُ. ❷

ترجمہ: بدل اور مبدل منہ کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بدل اور مبدل کا اجتماع باطل ہے یعنی بیک وقت بدل اور مبدل منہ کو جمع کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جب مبدل آجائے تو بدل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ بدل خود بخود لغو ہو جاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر متعدہ عورت جو حیض سے ناامید ہو چکی تھی اور مہینوں کے حساب سے عدت گزار رہی تھی، اب اگر اس کو ایک دو مرتبہ حیض آ گیا پھر حیض آنے سے ناامید ہو گئی، تو اب مہینوں کے حساب سے عدت گزارے گی، کیونکہ آئسہ یعنی حیض سے ناامید عورت کے حق میں شہود حیض کا بدل ہے۔

اب اگر آئسہ کی عدت میں بھی حیض کا اعتبار کیا جائے تو بدل اور مبدل کا اجتماع لازم آئے گا اور بدل اور مبدل کا اجتماع جائز نہیں ہے، جیسے وضو اور تیمّم دونوں کا جمع کرنا درست نہیں،

---

❶ (لكن النكاح لا يقبل الفسخ عندنا) يعني بعد تمام العقد، أما قبل تمام العقد فيقبل ذلك كما في خيار البلوغ وخيار العتاقة، لأن ذلك امتناع من تمام العقد، (وإنما تقع): أي الفرقة (بائنة، لأن المقصود وهو رفع الظلم عنها لا يحصل إلا بها، بالبائنة (لأنها): أي لأن الفرقة (لو لم تكن بائنة تعود معلقة بالمراجعة) وهي التي لا تكون ذات زوج ولا مطلقة. أما الأول فلفوات المقصود، وهو الوطئ. وأما الثاني فلأنها تحت زوج فلا يحصل حينئذ رفع الظلم، وهو المقصود من فرقة العنين.

البناية: كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، ج۵ ص ۵۸۵، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، ج ۲ ص ۴۲۹، ط: رحمانيه

اس لئے کہ بدل اور مبدل کا اجتماع ہوگا۔ ❶

(۱۰۷) إِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْعِدَّةِ التَّعَرُّفُ عَنْ فَرَاغِ الرَّحِمِ. ❷

ترجمہ: عدت سے مقصود رحم کی فراغت کو بتلانا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر جو عدت ہوتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ عورت کے رحم کی براءت اور فراغت کو معلوم کیا جائے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر معتدہ عورت کے ساتھ شبہ کی بنیاد پر وطی ہو جائے تو اب اس پر ایک اور عدت واجب ہوگی، البتہ دونوں عدتوں میں تداخل ہوگا کیونکہ عدت سے مقصود فراغتِ رحم کو بتلانا ہے، اور یہ مقصود ایک عدت سے حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے بلا وجہ دو عدتیں واجب کر کے عورت کے انتظار میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور دونوں عدتوں میں تداخل مانا جائے گا۔ ❸

---

❶ فَإِنْ كَانَتْ تَعْتَدُّ بِالشُّهُورِ لِصِغَرٍ أَوْ إِيَاسٍ فَحَاضَتْ اُنْتُقِضَ مَا مَضَى مِنْ عِدَّتِهَا بِالشُّهُورِ وَكَانَ عَلَيْهَا ثَلاثُ حِيَضٍ أَمَّا فِي الْآيِسَةِ فَظَاهِرٌ لِأَنَّهَا لَمَّا حَاضَتْ تَبَيَّنَ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ آيِسَةً وَإِنَّمَا كَانَتْ مُمْتَدًّا طُهْرُهَا وَأَمَّا فِي الصَّغِيرَةِ إِذَا حَاضَتْ فَلِأَنَّهَا قَدَرَتْ عَلَى الْأَصْلِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْبَدَلِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الْأَصْلِ تَمْنَعُ اعْتِبَارَ الْبَدَلِ وَلَا يُكْمَلُ مَعَ الْأَصْلِ لِأَنَّهُمَا لَا يَلْتَقِيَانِ فَلَا بُدَّ مِنْ الِاسْتِئْنَافِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، باب الرجعة، ج٦ ص٢٧، ط: دار المعرفة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، ج٢ ص ٤٣٠، ط: رحمانيه

❸ (وَإِذَا وُطِئَتِ الْمُعْتَدَّةُ بِشُبْهَةٍ فَعَلَيْهَا عِدَّةٌ أُخْرَى) لِوُجُودِ السَّبَبِ (وَيَتَدَاخَلانِ، فَإِنْ حَاضَتْ حَيْضَةً ثُمَّ وُطِئَتْ كَمَّلَتْهَا بِثَلَاثٍ أُخَرَ)، وَتُحْسَبُ حَيْضَتَانِ مِنَ الْعِدَّتَيْنِ وَتُكَمَّلُ الْأُولَى وَالثَّالِثَةُ تَتِمَّةً لِلثَّانِيَةِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْعِدَّةِ التَّعَرُّفُ عَنْ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ، وَأَنَّهُ حَاصِلٌ بِالْعِدَّةِ الْوَاحِدَةِ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ ثَلَاثِ حِيَضٍ بَعْدَ الْوَطْئِ الثَّانِي وَبِهِ تُتَعَرَّفُ بَرَاءَةُ الرَّحِمِ، وَلِلثَّانِي أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بَعْدَ اسْتِكْمَالِ الْأُولَى لِأَنَّهَا فِي عِدَّتِهِ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، باب العدة، ج٣ ص١٧٥، ط: مطبعة المجلس القاهرة

(۱۰۸) إِنَّ النِّكَاحَ يُقَامُ مَقَامَ الْوَطْيِ فِيْ مَوْضَعِ التَّصَوُّرِ. ❶

ترجمہ: موضع تصور میں نکاح وطی کے قائم مقام ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نکاح وطی کا قائم مقام اس وقت ہوتا ہے جہاں وطی کا تصور ہو، جس شخص سے وطی متصور ہو تو نکاح اس کے حق میں وطی کا قائم مقام ہوگا۔ اور جہاں وطی متصور نہ ہو تو نکاح وطی کا قائم مقام نہ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں اگر نابالغ بچہ مر گیا جبکہ اس کی بیوی حاملہ تھی تو نسب ثابت نہ ہوگا اگرچہ یہاں نکاح قائم تھا، مذکورہ صورت میں ہم نکاح کو وطی کا قائم مقام کر کے نسب کو ثابت نہیں کر سکتے، کیونکہ نکاح وہاں وطی کا قائم مقام ہوتا ہے جہاں وطی متصور ہو اور صغیر سے چونکہ وطی متصور نہیں ہے، لہذا نکاح کو بھی صغیر کے حق میں وطی کا قائم مقام نہیں بنا سکتے، اس لئے نسب ثابت نہ ہوگا۔ ❷

(۱۰۹) إِنَّ الدُّخُوْلَ فِي النِّكَاحِ الْأَوَّلِ يَكُوْنُ دُخُوْلًا فِي النِّكَاحِ الثَّانِي عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ. ❸

ترجمہ: شیخین کے نزدیک نکاح اول میں دخول کرنا نکاح ثانی میں دخول کرنا ہے، امام محمد کا اختلاف ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک اگر شوہر نے بیوی کے ساتھ نکاح کے بعد دخول کر لیا پھر طلاق دیدی، اس کے بعد پھر دوبارہ نکاح کر کے قبل الدخول

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، ج ۲ ص ۴۳۰، ط: رحمانیہ

❷ (وَإِنْ حَمَلَتْ بَعْدَ مَوْتِ الصَّبِيِّ) بِأَنْ وَلَدَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا عَلَى مَا هُوَ الْأَصَحُّ (فَعِدَّتُهَا بِالْأَشْهُرِ إِجْمَاعًا وَلَا نَسَبَ فِي الْوَجْهَيْنِ) أَيْ فِيمَا إِذَا حَبِلَتْ قَبْلَ مَوْتِ الصَّبِيِّ أَوْ بَعْدَهُ، لِأَنَّ الصَّبِيَّ لَا مَاءَ لَهُ فَلَا يُتَصَوَّرُ الْعُلُوقُ وَفِيهِ إِشْعَارٌ بِأَنَّهُ ثَبَتَ مِنْ غَيْرِ الصَّبِيِّ فِي الْوَجْهَيْنِ إِلَّا إِذَا وَلَدَتْ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ فَيُحْكَمُ بِانْقِضَائِهَا قَبْلَ الْوَضْعِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ.
مجمع الأنهر: كتاب الطلاق، باب العدة، ج ۱ ص ۴۶۲، ط: دار إحياء التراث العربي

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، ج ۲ ص ۴۳۱، ط: رحمانیہ

طلاق دیدی تو نکاح اول میں دخول کرنا یہ ثانی میں دخول کرنا ہے، گویا کہ شوہر نے دوسرے نکاح کے بعد بعدَ الدخول طلاق دی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی مدخول بہا بیوی کو طلاق دیدی اس کے بعد پھر اس سے شادی کر لی اور دخول سے پہلے طلاق دیدی تو شیخین کے نزدیک اس پر پورا مہر بھی واجب ہوگا اور عورت پر از سرِ نو مکمل عدت بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ شیخین کے نزدیک جب شوہر نے نکاح اول میں اس کے ساتھ دخول کیا تھا اور اب اگرچہ نکاح ثانی میں دخول نہیں کیا لیکن نکاح اول میں دخول نکاح ثانی میں دخول کے قائم مقام ہے، تو گویا کہ شوہر نے بعد الدخول طلاق دی اور بعد الدخول طلاق کی صورت میں پورا مہر بھی واجب ہوتا ہے اور عدت بھی۔ اس کی مثال یہ مسئلہ بھی ہے کہ زید نے بکر کی بکری غصب کرکے اپنے قبضے میں لے لی پھر غاصب یعنی زید نے بکر سے وہ بکری خرید لی، تو صرف خریدنے سے ہی زید اس بکری پر قبضہ کرنے والا ہو جائے گا اور قبضہ جدیدہ کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ قبضہ اولی اشتراء والے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا، اسی طرح نکاح والے مسئلے میں بھی نکاح اول کا دخول نکاح ثانی کے دخول کے قائم مقام ہو جائے گا اور نکاح ثانی والی طلاق کو بعد الدخول مانا جائے گا۔ ❶

---

❶ وَإِذَا طَلَّقَ الْمَرِيضُ امْرَأَتَهُ وَاحِدَةً بَائِنَةً، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فِي عِدَّتِهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَعَلَيْهَا عِدَّةٌ مُسْتَقِلَّةٌ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى بِاعْتِبَارِ أَنَّ الدُّخُولَ السَّابِقَ عَلَى الْعَقْدِ الثَّانِي يُجْعَلُ كَالْمَوْجُودِ بَعْدَهُ، وَقَدْ بَيَّنَّا هَذَا فِي كِتَابِ النِّكَاحِ فَلَهَا الْمَهْرُ كَامِلًا، وَالْمِيرَاثُ، وَلَهُ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ مَادَامَ فِي الْعِدَّةِ، وَكَذَلِكَ لَوْ كَانَ الطَّلَاقُ الْأَوَّلُ فِي الصِّحَّةِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَا رَجْعَةَ لَهُ عَلَيْهَا، وَلَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ، وَتُتِمُّ بَقِيَّةَ عِدَّتِهَا مِنْ الطَّلَاقِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ الطَّلَاقَ فِي النِّكَاحِ الثَّانِي حَصَلَ قَبْلَ الدُّخُولِ، وَلَمْ يُبَيِّنْ حُكْمَ الْمِيرَاثِ، وَلَا مِيرَاثَ لَهَا مِنْهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِأَنَّهُ لَمْ يُلْزِمْهَا الْعِدَّةَ بِالطَّلَاقِ الثَّانِي، لِأَنَّهُ طَلَاقٌ قَبْلَ الدُّخُولِ وَحُكْمُ الْفِرَارِ لَا يَثْبُتُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، ج٦ ص ١٦٠، ط: دار المعرفة

(١١٠) إِنَّ الْعِدَّةَ حَيْثُ وَجَبَتْ كَانَ فِيهَا حَقُّ بَنِي آدَمَ. ❶

ترجمہ: عدت اس لئے واجب ہوتی ہے کہ اس میں بنی آدمی کا حق ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر عدت گزارنا شریعت کی طرف سے اسوجہ سے واجب ہے کہ اس میں بنی آدم کا حق ہے تا کہ اختلاط ماء نہ ہو، لہذا جس پر بنی آدمی صادق آئے گا اس پر عدت واجب ہوگی وگرنہ نہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر حربیہ عورت ہماری طرف یعنی دارِ اسلام کی طرف مسلمان بن کر آئی تو اس پر عدت واجب نہ ہوگی، بلکہ بغیر عدت گزارنے کے بھی اس کے ساتھ نکاح درست ہوگا، البتہ اگر حاملہ ہو تو اس پر عدت واجب ہوگی، عدت جہاں بھی واجب ہوتی ہے وہاں شوہر کا حق ہوتا ہے، تا کہ اس کے پانی کی حفاظت کی جائے، نیز اس آدمی کے پانی کی حفاظت کی جاتی ہے جو معزز و مکرم ہو، اور حربی ملعون و منحوس ہے اور انسانوں کی فہرست سے خارج جمادات کے ساتھ لاحق ہے، اس لئے اس کے پانی کی کوئی حفاظت نہیں ہے اور اس کی بیوی پر عدت واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر حربیہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حربی مرد سے اس کا حمل ثابت النسب ہے اور فراش ثابت ہے، اس لئے وضع حمل سے پہلے حربیہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔ ❷

(١١١) إِنَّ الْغَالِبَ كَالْوَاقِعِ. ❸

ترجمہ: غالب واقع کی مانند ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، ج ٢ ص ٤٣٢، ط: رحمانية

❷ وَلِأَنَّ الْعِدَّةَ حَيْثُ وَجَبَتْ كَانَ فِيهَا حَقُّ بَنِي آدَمَ وَالْحَرْبِيُّ مُلْحَقٌ بِالْجَمَادِ حَتَّى كَانَ مَحَلًّا لِلتَّمْلِيكِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، لِأَنَّ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا ثَابِتَ النَّسَبِ وَعَنْهُ جَوَازُ نِكَاحِ الْحَرْبِيَّةِ وَلَا تُوطَأُ حَتَّى تَضَعَ الْحَمْلَ وَهُوَ اخْتِيَارُ الْكَرْخِيِّ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

مجمع الأنهر: كتاب الطلاق، باب العدة، ج ١ ص ٤٧١، ط: دار إحياء التراث العربي

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، فصل، ج ٢ ص ٤٣٣، ط: رحمانية

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شے غالب ہو وہ اس شے کی مانند ہوتی ہے جو شے واقع اور ثابت ہو، لہذا اس غالب الوجود شے پر وہی حکم مرتب ہوگا جو نفس الامر میں واقع اور ثابت ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر معتدہ عورت تیل استعمال کرنے کی عادی تھی اب اگر اس کو اس بات کا قوی اندیشہ ہو کہ اگر تیل استعمال نہیں کرے گی تو سر میں درد اور تکلیف ہوگی، تو اس صورت میں اس کے لئے تیل لگانا جائز ہے، کیونکہ جب دردِ سر کا غالب گمان ہے اور غالب واقع کی مانند ہے، لہذا غالب کو واقع کا درجہ دیا جائے گا اور اس کے لئے تیل لگانا جائز ہوگا۔ ❶

(۱۱۲) إِنَّ الْحِدَادَ يَجِبُ إِظْهَارًا لِلتَّأَسُّفِ عَلَى فَوْتِ نِعْمَةِ النِّكَاحِ. ❷

ترجمہ: سوگ واجب ہے نکاح کی نعمت کے فوت ہونے پر افسوس ظاہر کرنے کی وجہ سے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر جو حداد یعنی سوگ منانا واجب ہے اس کی علت نکاح کی نعمت کے فوت ہونے پر افسوس کا اظہار کرنا ہے، کیونکہ نکاح کی وجہ سے عورت کو نان نفقہ اور عفت وغیرہ حاصل ہوتے ہیں، تو نکاح یہ عورت کے لئے بڑی نعمت ہے، لہذا سوگ منانے کی علت اسی نعمت کے فوت ہونے پر اظہارِ افسوس ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ ام ولد اور نکاح فاسد کی صورت میں عورت پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ سوگ نکاح کی نعمت کے زوال پر ہوتا ہے، ام ولد اور نکاح فاسد والی عورت کے حق میں نعمتِ نکاح زائل نہیں ہوئی ہے، اس لئے اظہارِ افسوس کے لئے سوگ واجب نہیں ہے، چونکہ زیب وزینت کی اباحت اصل ہے، لہذا یہ حکم اپنی اصل پر

---

❶ أما في حالة الاضطرار فلا بأس بها بأن اشتكت رأسها أو عينها فصبت عليه الدهن، أو أكتحلت لأجل المعالجة فلا بأس ولكن لا تقصد به الزينة، وكذلك إن اعتادت الدهن، فخافت وجعاً يحل بها لو لم تفعل فلا بأس به إذا كان الغالب هذا الحلول، لأن الضرر الذى يلحق غالباً بمنزلة المتحقق فيجب الاحتراز عنه لكن لا تقصد به الزينة لما قلنا.

المحيط البرهاني: كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون، ج۳ ص ۴۷۰، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، فصل، ج ۲ ص ۴۳۳، ط: رحمانیہ

باقی رہے گا۔ ❶

(۱۱۳) وَالْعِبَادَاتُ تُؤَثِّرُ فِيهَا الْأَعْذَارُ. ❷

ترجمہ: عبادات میں اعذار مؤثر ہوتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ اعذارِ شریعہ جتنے بھی ہیں یہ عبادات میں مؤثر ہوتے ہیں، بایں طور کے عذر کی بناء پر عبادت ساقط ہو جاتی ہے، مثلاً حالتِ حیض میں نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر متوفی عنہا زوجہا کا حصہ میت کے گھر میں اتنا ہے کہ وہ قلت کی وجہ سے اس کے لئے کافی نہیں ہے اور ورثاء نے اس کو اپنے حصے سے نکال دیا، تو اس صورت میں یہ عورت یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے، کیونکہ اس انتقال میں عذر ہے، میت کے گھر میں دورانِ عدت ٹھہرنا یہ عبادت ہے، اور عذر عبادت میں مؤثر ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی اس عورت کا یہ عذر مؤثر ہوگا اور اس کی وجہ سے عبادت یعنی گھر میں ٹھہرنا ساقط ہو جائے گا، اور اس کے لئے کسی دوسرے محفوظ اور پردہ دار مقام پر عدت گزارنا درست ہے۔ ❸

---

❶ وَلَا إِحْدَادَ عَلَى صَغِيرَةٍ وَلَا مَجْنُونَةٍ لِعَدَمِ الْخِطَابِ وَلِأَنَّهَا عِبَادَةٌ حَتَّى لَا تَجِبَ عَلَى الْكَافِرَةِ، بِخِلَافِ الْأَمَةِ لِأَنَّهَا أَهْلٌ لِلْعِبَادَاتِ وَلَيْسَ فِيهَا إِبْطَالُ حَقِّ الْمَوْلَى، وَلَيْسَ فِي عِدَّةِ النِّكَاحِ الْفَاسِدِ إِحْدَادٌ لِأَنَّهُ لَا يُتَأَسَّفُ عَلَى زَوَالِهِ لِأَنَّهُ وَاجِبُ الزَّوَالِ وَلِأَنَّهُ نِقْمَةٌ فَزَوَالُهُ نِعْمَةٌ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، ج۳ ص۱۷۸، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب العدة، فصل، ج۲ ص ۴۳۴، ط: رحمانيه

❸ (فإن كان نصيبها من دار) زوجها (الميت لا يكفيها) لضيقه (فأخرجها الورثة من نصيبهم انتقلت) إلى حيث شاءت، لأن هذا الانتقال بعذر، والعبادات تؤثر فيها الأعذار، وصار كما إذا خافت على متاعها، أو خافت سقوط المنزل، أو كانت فيه بأجر ولا تجد ما تؤديه.

اللباب في شرح الكتاب: كتاب العدة، ج۳ ص۸۶، ط: المكتبة العلمية

باب حضانة الولد ومن أحق به

(۱۱۴) إِنَّ وِلَايَةَ حِضَانَةِ الْوَلَدِ تُسْتَفَادُ مِنْ قِبَلِ الْأُمَّهَاتِ. ❶

ترجمہ: بچے کی پرورش کرنے کی ولایت ماؤں کی طرف سے آتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی پرورش کرنے کا حق پہلے ان عورتوں کو حاصل ہے جو اس بچے کی ماں کی طرف سے قریبی رشتہ دار ہیں، مثلاً نانی، خالہ اور بہن وغیرہ۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بچے کی ماں نہیں ہے تو پھر نانی پرورش کرنے کی زیادہ حقدار ہے بنسبت دادی کے، اگرچہ وہ نانی بعید ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ پرورش کی جو ولایت ہے یہ ماں کی طرف سے ہے۔ ماں کی طرف سے جو اس بچے کی قریبی رشتہ دار ہیں ان کو زیادہ حق حاصل ہے بنسبت ان عورتوں کے جو باپ کی طرف سے اس بچے کے رشتہ دار ہیں، تو نانی چونکہ اس بچے کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہے لہذا نانی زیادہ حقدار ہوگی بنسبت دادی کے، کیونکہ دادی کے ساتھ اس بچے کا رشتہ باپ کی طرف سے ہے۔ ❷

باب النفقة

(۱۱۵) إِنَّ النَّفَقَةَ جَزَاءُ الْاِحْتِبَاسِ. ❸

ترجمہ: نفقہ روکے رکھنے کا بدلہ ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کا جو نان نفقہ واجب ہوتا ہے یہ اس کے محبوس ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، کیونکہ جو آدمی بھی کسی غیر کے حق مقصود کی وجہ سے محبوس ہو تو

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج ۲ ص ۴۳۹، ط: رحمانیہ

❷ وَالْأَصْلُ فِي ذَلِكَ أَنَّ هَذِهِ الْوَلَايَةَ تُسْتَفَادُ مِنْ قِبَلِ الْأُمَّهَاتِ لِمَا قَدَّمْنَاهُ، فَكَانَتْ جِهَةُ الْأُمِّ مُقَدَّمَةً عَلَى جِهَةِ الْأَبِ، وَلِأَنَّ الْجَدَّاتِ أَقْرَبُ مِنَ الْأَخَوَاتِ، وَالْأَخَوَاتِ أَقْرَبُ مِنَ الْخَالَاتِ وَالْعَمَّاتِ.
الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، باب النفقة، باب الحضانة، ج ۴ ص ۱۵، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج ۲ ص ۴۴۱، ط: رحمانیہ

اس کا نفقہ اس غیر پر واجب ہوتا ہے اور بیوی بھی چونکہ شوہر کے حق کی وجہ سے محبوس ہوتی ہے اس لئے بیوی کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ نفقہ بیوی کے لئے شوہر پر واجب ہے عام ہے کہ وہ بیوی نیک ہو یا بد، بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں حوالہ کردے کیونکہ نفقہ محبوس ہونے کا بدلہ ہے، لہٰذا جو عورت اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں محبوس رکھے گی تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوگا، اسی طرح قاضی اور زکوۃ وصول کرنے والا عامل مفتی یہ مسلمانوں کے امور ومعاملات میں اپنے آپ کو محبوس ومقید رکھتے ہیں اور ان کے نفقے وخرچے کی کفالت عام مسلمانوں کے مشترکہ مال بیت المال سے ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو دوسرے کے لئے اپنے آپ کو محبوس کرے گا اس کا نفقہ اسی پر واجب ہوگا۔ [1]

(۱۱۶) إِنَّ مَا وَجَبَ كِفَايَةً لَا يَتَقَدَّرُ شَرْعًا فِيْ نَفْسِهِ. [2]

ترجمہ: جو چیز بطورِ کفایت واجب ہوتی ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے شرعاً مقدر نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز بطورِ کفایت واجب ہو یعنی شریعت نے جس کے لئے کوئی مقدار مقرر نہ کی ہو تو از خود اس کی تعیین درست نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ شوہر پر جو نفقہ بیوی کے لئے واجب ہوتا ہے اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی جائے گی، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالدار پر یومیہ

---

[1] (قَوْلُهُ تَجِبُ النَّفَقَةُ لِلزَّوْجَةِ عَلَى زَوْجِهَا وَالْكِسْوَةُ بِقَدْرِ حَالِهِمَا) أَيْ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ بِقَرِينَةِ عَطْفِ الْكِسْوَةِ وَالسُّكْنَى عَلَيْهَا وَالْأَصْلُ فِي ذَلِكَ قَوْلُه تَعَالَى (لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ) وقَوْله تَعَالَى (وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ، وَلِأَنَّ النَّفَقَةَ جَزَاءُ الِاحْتِبَاسِ فَكُلُّ مَنْ كَانَ مَحْبُوسًا بِحَقٍّ مَقْصُودٍ لِغَيْرِهِ كَانَتْ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ أَصْلُهُ الْقَاضِي وَالْعَامِلُ فِي الصَّدَقَاتِ وَالْمُفْتِي.

البحر الرائق: کتاب الطلاق، باب النفقة، ج۴ ص۱۸۸، ط: دار الکتاب الإسلامی

[2] الهداية: کتاب الطلاق، باب النفقة، ج ۲ ص ۴۴۴، ط: رحمانیہ

دو مُد، متوسط پر ڈیڑھ مُد اور تنگدست پر ایک مُد ہے، کیونکہ بیوی کا نفقہ شرعاً بطورِ کفایت واجب ہے اور جو چیز بطورِ کفایت واجب ہو اس کا از خود مقدار مقرر کرنا درست نہیں ہے، لہذا بیوی کے نفقہ کی مقدار بھی متعین کرنا درست نہ ہوگی، بلکہ جتنے سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے اتنا ہی واجب ہوگا۔ اس لئے عمر، غذا، موسم اور صحت کے بدلنے کے ساتھ نفقہ بدلتا رہتا ہے، اس لئے اس کی تعیین درست نہیں۔ ❶

(۱۱۷) إِنَّ فَوْتَ الْاِحْتِبَاسِ إِذَا كَانَ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ تَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ وَإِلَّا فَلا. ❷

ترجمہ: اگر احتباس کا فوت ہونا شوہر کی طرف سے ہو تو بیوی نفقہ کی مستحق ہوگی ورنہ نہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر احتباس شوہر کی وجہ سے فوت ہو جائے تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا، کیونکہ اس صورت میں بیوی بے قصور ہے اور اگر احتباس بیوی کی وجہ سے فوت ہو جائے تو نفقہ ساقط ہو جائے گا، کیونکہ اس صورت میں قصور بیوی کا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی عورت نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط لگا دی کہ جب تک شوہر اس کا مہر نہیں دے گا وہ اپنے آپ کو اس کے حوالے نہیں کرے گی، تو وہ عورت اپنے آپ کو روکنے میں حق بجانب ہے اس لئے اس مدت کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا، کیونکہ یہ ایک ایسے سبب کی وجہ سے ہے جو شوہر کی طرف سے پیش آیا ہے، اور اگر عورت نافرمان ہو اور شوہر کا گھر چھوڑ کر اُس کی اجازت کے بغیر چلی جائے تو جب تک لوٹ کر نہیں آئے گی اس وقت نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی، یہاں احتباس کا فوت ہونا عورت کی جانب سے ہے۔ ❸

---

❶ لِأَنَّ مَا وَجَبَ كِفَايَةً لَا يَتَقَدَّرُ فِي نَفْسِهِ شَرْعًا) لِأَنَّهُ مِمَّا يَخْتَلِفُ فِيهَا أَحْوَالُ النَّاسِ بِحَسَبِ الشَّبَابِ وَالْهَرَمِ وَبِحَسَبِ الْأَوْقَاتِ وَالْأَمَاكِنِ، فَفِي التَّقْدِيرِ قَدْ يَكُونُ إِضْرَارًا.

العناية: كتاب الطلاق، باب النفقةن ج۴ ص ۳۸۲، ط: دار الفكر

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۲ ص ۴۴۲، ط: رحمانیہ

❸ (وإن نشزت) أي: خرجت من بيته بلا إذنه بغير حق ولو بعد سفره (فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله) لأن فوت الاحتباس منها، وإذا عادت جاء الاحتباس فتجب النفقة، بخلاف ما إذا امتنعت من التمكين في بيت الزوج لأن الاحتباس قائم، والزوج يقدر على الوطئ كرها.

اللباب في شرح الكتاب: كتاب النفقات، ج۳ ص ۹۲، ط: المكتبة العلمية

(۱۱۸)إِنَّ الْاِحْتِبَاسَ الْمُوْجِبَ مَا يَكُوْنُ وَسِيْلَةً إِلَى مَقْصُوْدٍ مُسْتَحَقٍّ بِالنِّكَاحِ. ❶

ترجمہ: نفقہ کو واجب کرنے والا وہ احتباس ہوتا ہے جو نکاح کے ذریعے ثابت شدہ مقصود کو حاصل کرنے کا وسیلہ ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ مطلقاً احتباس موجبِ نفقہ نہیں ہے، بلکہ موجبِ نفقہ وہ احتباس ہے جو اس مقصود کی طرف وسیلہ اور ذریعہ ہو جس کا شوہر نکاح کی وجہ سے مستحق بنا ہے یعنی جماع کی طرف وسیلہ اور ذریعہ ہو، اور اگر احتباس تو ہو لیکن مقصود کی طرف وسیلہ نہ ہو تو وہ موجبِ نفقہ نہیں ہے یعنی ایسے احتباس کی وجہ سے شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا یعنی جماع کے قابل نہ ہو تو اس کے لئے شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہے، کیونکہ یہاں اگرچہ احتباس تو ہے لیکن احتباس موجبِ نفقہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتباس ناقص ہے، نکاح کے مقصود یعنی جماع کا وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہے، ایسا احتباس موجبِ نفقہ نہیں ہوتا۔ صورتِ مسئلہ میں جماع پر عدم قدرت عورت کی طرف سے ہے کہ وہ صغیرہ ہے اس لئے وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی، کیونکہ نفقہ اس احتباس سے واجب ہوتا ہے جو کامل ہو اور جس میں کما حقہ مقصودِ نکاح یعنی وطی اور استمتاع پر قدرت ہو اور یہاں ایسا کامل احتباس نہیں ہے اس لئے یہ موجبِ نفقہ بھی نہیں ہے۔ ❷

(۱۱۹) لَا يَجْتَمِعُ الْعِوَضَانِ عَنْ مُعَوَّضٍ وَاحِدٍ. ❸

ترجمہ: ایک معوض کے دو عوض جمع نہیں ہو سکتے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی معوض کے بدلے دو عوض کا اجتماع نہیں ہوتا یعنی ایسا درست نہیں ہے کہ معوض ایک ہو اور عوض دو ہوں۔

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۲ ص ۴۴۲، ط: رحمانیہ

❷ وَأَمَّا الثَّانِي فَالْمَرْأَةُ صَغِيْرَةٌ لَا يَسْتَمْتِعُ بِهَا لِأَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاِحْتِبَاسِ مَا يَكُوْنُ وَسِيْلَةً إِلَى الْمَقْصُوْدِ مِنَ النِّكَاحِ وَأَنَّهُ مُمْتَنِعٌ بِسَبَبٍ مِنْهَا فَصَارَ كَالْعَدَمِ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۴ ص ۵، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۲ ص ۴۴۲، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ احناف کے نزدیک نفقہ احتباس کا بدلہ ہے نہ کہ ملکِ نکاح کا عوض، کیونکہ ملکِ نکاح کا عوض مہر ہے، اب اگر نفقہ بھی ملکیت کا عوض ہو جائے تو اس صورت میں ایک معوض یعنی ملکیت کے دو عوض یعنی مہر اور نفقہ لازم آئے گا، اور ایک معوض کے دو عوض نہیں ہو سکتے، لہٰذا نفقہ ملکیت کا عوض نہ ہوگا بلکہ احتباس کا بدلہ ہوگا۔ ❶

(۱۲۰) إِنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَلَيْسَتْ بِعِوَضٍ عِنْدَنَا. ❶

ترجمہ: ہمارے ہاں نفقہ عطیہ ہے عوض نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کا نان نفقہ یہ ایک صلہ یعنی عطیہ و احسان ہے، یہ ہمارے نزدیک عوض نہیں ہے، یعنی جب تک قاضی مقرر نہ کرے یا آپس میں میاں بیوی ایک مقدار پر مصالحت نہ کریں اس وقت تک یہ مؤکد نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ایک مدت گزر گئی جس میں شوہر نے بیوی کو نفقہ نہیں دیا اور بیوی نے اس گزشتہ مدت کے نفقے کا مطالبہ کیا تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا، البتہ اگر قاضی نے اس کے لئے نفقہ مقرر کیا تھا یا میاں بیوی نے آپس میں ایک مقدارِ نفقہ پر صلح کر لی تھی تو اس صورت میں شوہر پر گزری ہوئی مدت کا نفقہ واجب ہوگا، کیونکہ نفقہ عطیہ ہے جب تک قاضی مقرر نہ کرے یا آپس میں زوجین مصالحت نہ کریں اس وقت واجب نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ہمارے یہاں نفقہ عوض نہیں ہے کہ ذمہ میں لازم ہو بلکہ یہ تو عطیہ ہے جو ذمہ میں لازم نہیں ہوتا، البتہ اس کے حتمی ثبوت اور استحکام کے لئے قضائے قاضی اور مصالحت بین الزوجین

---

❶(قَوْلُهُ وَصَغِيرَةٍ لَا تُوطَأُ) أَيْ لَا نَفَقَةَ لِلصَّغِيرَةِ إِذَا كَانَتْ لَا تُطِيقُ الْجِمَاعَ، لِأَنَّ امْتِنَاعَ الِاسْتِمْتَاعِ لِمَعْنًى فِيهَا وَالِاحْتِبَاسُ الْمُوجِبُ هُوَ الَّذِي يَكُونُ وَسِيلَةً إِلَى الْمَقْصُودِ الْمُسْتَحَقِّ بِالنِّكَاحِ وَلَمْ يُوجَدْ بِخِلَافِ الْمَرِيضَةِ كَمَا سَيَأْتِي، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَهَا النَّفَقَةُ، لِأَنَّهَا عِوَضٌ عَنْ الْمِلْكِ عِنْدَهُ كَمَا فِي الْمَمْلُوكَةِ بِمِلْكِ الْيَمِينِ وَلَنَا أَنَّ الْمَهْرَ عِوَضٌ عَنْ الْمِلْكِ وَلَا يَجْتَمِعُ الْعِوَضَانِ عَنْ مُعَوَّضٍ وَاحِدٍ فَلَهَا الْمَهْرُ دُونَ النَّفَقَةِ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۴ ص ۱۹۶، ط: دار الكتاب الإسلامي

❶الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۲ ص ۴۴۴، ط: رحمانیہ

کی ضرورت ہوگی، بدون قضاء ومصالحت یہ نفقہ مستحکم نہیں ہوگا، چونکہ ہمارے یہاں نفقہ عطیہ ہے اور عطیات میں زور زبردستی نہیں چلتی۔ ❶

(۱۲۱) اَلصِّلاتُ تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ. ❷

ترجمہ: موت کی وجہ سے عطیات ساقط ہو جاتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی صلات ہیں یعنی کسی کو بلاعوض کسی عین کا مالک بنانا جیسے عطیہ، ہبہ وغیرہ یہ موت سے ساقط ہو جاتے ہیں، ان کا قرض وغیرہ واجب نہیں ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی کے لئے نفقہ مقرر کیا تھا اور چند مہینے گزر گئے جن میں شوہر نے خرچہ نہیں دیا تھا کہ میاں بیوی میں سے کوئی مر گیا تو نفقہ ساقط ہو جائے گا، کیونکہ نفقہ صلہ اور عطیہ ہے اور عطیات موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، لہٰذا نفقہ بھی موت کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا، جیسے اگر کسی نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی اور موہوب لہ کے قبضہ کرنے سے پہلے اس کا یا واہب کا انتقال ہو جائے تو دونوں صورتوں میں ہبہ ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ عطیات میں سے ہے اور تمام عطیات موت سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ ❸

---

❶(قَوْلُهُ وَإِذَا مَضَتْ مُدَّةٌ لَمْ يُنْفِقْ عَلَيْهَا الزَّوْجُ فِيهَا وَطَالَبَتْهُ بِذَلِكَ فَلا شَيْءَ لَهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْقَاضِي فَرَضَ لَهَا النَّفَقَةَ أَوْ صَالَحَتْ الزَّوْجَ عَلَى مِقْدَارِهَا فَيَقْضِي لَهَا بِنَفَقَةِ مَا مَضَى)، لِأَنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَلَيْسَتْ بِعِوَضٍ عِنْدَنَا فَلا يَسْتَحْكِمُ الْوُجُوبُ فِيهَا إِلَّا بِالْقَضَاءِ أَمَّا إِذَا فَرَضَ الْقَاضِي لَهَا النَّفَقَةَ فَلَمْ يُنْفِقْ عَلَيْهَا حَتَّى مَضَتْ مُدَّةٌ كَانَ لَهَا الْمُطَالَبَةُ بِذَلِكَ، لِأَنَّهَا تَصِيرُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ وَكَذَا إِذَا فَرَضَهَا الزَّوْجُ عَلَى نَفْسِهِ بِاصْطِلَاحِهَا، لِأَنَّ فَرْضَهُ آكَدُ مِنْ فَرْضِ الْحَاكِمِ، لِأَنَّ وِلَايَتَهُ عَلَى نَفْسِهِ أَقْوَى مِنْ وِلَايَةِ الْقَاضِي عَلَيْهِ.

الجوهرة النيرة: كتاب النفقات، ج۲ ص۸۷، ط: المطبعة الخيرية

❷الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۲ ص ۴۴۴، ط:رحمانیہ

❸(قَوْلُهُ وَبِمَوْتِ أَحَدِهِمَا تَسْقُطُ الْمَقْضِيَّةُ) أَيْ بِمَوْتِ أَحَدِ الزَّوْجَيْنِ تَسْقُطُ النَّفَقَةُ الْمَقْضِيُّ بِهَا، لِأَنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَالصِّلَاتُ تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ كَالْهِبَةِ وَالدِّيَةِ وَالْجِزْيَةِ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۴ ص ۲۰۵، ط: دار الكتاب الإسلامي

(۱۲۲) لَا رُجُوْعَ فِي الصِّلَاتِ بَعْدَ الْمَوْتِ. ❶

ترجمہ: عطیات میں موت کے بعد رجوع نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی عطیات ہیں ان میں واہب کے مرنے کے بعد واہب کے ورثاء کے لئے موہوب لہ سے رجوع کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ قبضہ کرنے سے اور موت سے حکم انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو پہلے سے ایک سال کا خرچہ دیدیا پھر شوہر کا انتقال ہو گیا، تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک اب اس عورت سے وہ خرچہ واپس نہیں لیا جائے گا، کیونکہ نفقہ عطیہ اور صلہ ہے اور عطیات میں موت کے بعد رجوع کرنا درست نہیں ہے، لہذا نفقہ میں بھی موت کے بعد رجوع درست نہ ہوگا، عطیات قبضہ کرنے سے مکمل ہو جاتے ہیں، صورتِ مسئلہ میں قبضہ بھی موجود ہے اور شوہر کی موت بھی متحقق ہے اس لئے شوہر کی جانب سے دیا گیا نفقہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ مکمل ہو گیا، اب اس میں رجوع نہیں ہو سکتا، جیسے ہبہ قبضہ اور موت سے مکمل ہو جاتا ہے پھر اس میں کوئی ردو بدل نہیں ہو سکتا۔ ❷

(۱۲۳) لَا يُبَاعُ مَالُ الْغَائِبِ بِالْاِتِّفَاقِ. ❸

ترجمہ: غائب کا مال بالاتفاق نہیں بیچا جا سکتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی غائب ہو تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج ۲ ص ۴۴۴، ط: رحمانية

❷ (وإن أسلفها) الزوج (نفقة) جميع (السنة ثم مات) هو أو هي (لم يسترجع) بالبناء للمجهول (منها) أى النفقة المسلفة (شيء) لأنها صلة وقد اتصل بها القبض، ولا رجوع في الصلات بعد الموت، لانتهاء حكمها كما في الهبة. وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف (وقال محمد: يحتسب لها نفقة ما مضى، وما بقي) يسترد (للزوج) قال في زاد الفقهاء والتحفة: الصحيح قولهما، وفي فتح القدير: الفتوى على قولهما.

اللباب في شرح الكتاب: كتاب النفقات، ج ۳ ص ۹۸، ط: المكتبة العلمية

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج ۲ ص ۴۴۵، ط: رحمانيه

مال نہیں بیچا جائے گا، اس لئے کہ اس میں غائب کا نقصان ہے اور اس میں غائب کے مال میں تصرف کرنا ہے جو درست نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ایک آدمی غائب تھا اور دوسرے آدمی کے پاس اس کا مال تھا اور دوسرا آدمی اس کے اس مال کا اور عورت کے اس کی بیوی ہونے کا اور بچوں کا اقرار بھی کرتا ہو، تو اس صورت میں قاضی اس غائب شخص کے مال میں سے اس کے بیوی بچوں اور والدین کا نفقہ مقرر کرے گا، اسی طرح اگر قاضی کو خود معلوم ہو کہ فلاں غائب شخص کا مال فلاں کے پاس ہے تو بھی قاضی اس کی بیوی بچوں کا نفقہ مقرر کرے گا، لیکن قاضی اس کا فیصلہ اُس وقت کرے گا جب وہ مال عورت کے حق کی جنس کا ہو، یعنی وہ روپے پیسے ہوں یا غلہ ہو یا اس کے پہننے کے لائق کپڑے ہوں، لیکن اگر وہ مال حقِ زوجہ کی جنس سے نہیں ہے اور اُسے فروخت کئے بغیر نفقہ کا تقرر ممکن نہ ہو تو پھر اس کا مال نہیں بیچا جائے گا، اس لئے کہ اصول ہے کہ غائب کا مال اُس کی عدم موجودگی میں فروخت نہیں کیا جا سکتا، جب حاضر اور موجود شخص کا مال بیچنا جائز نہیں ہے تو غائب کا کیسے جائز ہوگا، یہ اصول امام صاحب اور صاحبین سب کے ہاں متفق ہے کہ غائب کا فروخت نہیں کیا جائے گا۔ ❶

(۱۲۴) وَالْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ لَا يَجُوزُ. ❷

ترجمہ: غائب کے متعلق فیصلہ جائز نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ غائب کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غائب کا نقصان ہے، فیصلہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص حاضر ہو۔

---

❶ إِذَا كَانَ الْمَالُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ أَوْ تِبْرًا أَوْ طَعَامًا أَوْ كِسْوَةً مِنْ جِنْسِ حَقِّهَا أَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ خِلَافِ جِنْسِ حَقِّهَا لَا تُفْرَضُ النَّفَقَةُ فِيهِ، لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى الْبَيْعِ وَلَا يُبَاعُ مَالُ الْغَائِبِ بِالِاتِّفَاقِ، أَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلِأَنَّهُ لَا يُبَاعُ عَلَى الْحَاضِرِ فَكَذَا عَلَى الْغَائِبِ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِأَنَّهُ إِنْ كَانَ يَقْضِي عَلَى الْحَاضِرِ، لِأَنَّهُ يَعْرِفُ امْتِنَاعَهُ لَا يَقْضِي عَلَى الْغَائِبِ، لِأَنَّهُ لَا يَعْرِفُ امْتِنَاعَهُ.

البحر الرائق: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۴ ص۲۱۳، ط: دار الكتاب الإسلامی

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۲ ص۴۴۶، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ اصول میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق قاضی غائب کے مال سے بیوی، والدین اور صغیر اولاد کے علاوہ دیگر محرمات کے لئے نفقہ مقرر نہیں کرے گا، کیونکہ دیگر رشتے دار مثلاً چچا، بھائی، بھتیجے وغیرہ کا نفقہ قضاء قاضی سے واجب ہوتا ہے، اب اگر ان کے لئے قاضی غائب آدمی کے مال سے نفقہ واجب کرنے کا فیصلہ کر لے تو یہ قضاء علی الغائب ہوگا، اور قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے، لہذا دیگر محرمات کے لئے بھی غائب کے مال سے نفقہ کا فیصلہ جائز نہیں ہوگا۔ بیوی بچوں اور والدین کا نفقہ قضاء قاضی سے پہلے بھی ثابت ہے، قضاء کے بغیر بھی وہ اپنا نفقہ اور خرچہ لے سکتے ہیں، یہاں قاضی کا فیصلہ صرف اعانت کے لئے ہے، نفقہ کا وجوب یا لزوم اس سے ثابت نہیں ہوتا، نفقہ کا وجوب تو شریعت نے شوہر پر لازم کیا ہے۔ دیگر محارم کا نفقہ چونکہ مختلف فیہ ہے، شوافع وغیرہ اس کے عدم ثبوت کے قائل ہیں، اس لئے ان کے نفقہ کا وجوب قضائے قاضی پر موقوف ہے، مگر چونکہ وہ شخص غائب ہے اور قضاء علی الغائب درست نہیں ہے۔ ❶

(۱۲۵) إِنَّ أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَى الْفِعْلِ الْوَاجِبِ لَا يَجُوْزُ. ❷

ترجمہ: فعلِ واجب پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی کام کرنا واجب ہو اس کے لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب اس پر وہ کام شرعاً واجب ہے اور اس پر اگر اجرت لے گا تو اس کا استعمال اس کے لئے ناجائز ہوگا۔

---

❶ وَلَا يُقْضَى بِنَفَقَةٍ فِي مَالِ الْغَائِبِ إِلَّا لِهَؤُلَاءِ لِأَنَّ الْقَضَاءَ عَلَى الْغَائِبِ لَا يَجُوزُ فَنَفَقَةُ هَؤُلَاءِ وَاجِبَةٌ قَبْلَ الْقَضَاءِ فَلِهَذَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوهَا قَبْلَ الْقَضَاءِ بِدُونِ رِضَاهُ فَيَكُونُ الْقَضَاءُ فِي حَقِّهِمْ إِعَانَةً وَفَتْوَى مِنْ الْقَاضِي بِخِلَافِ غَيْرِ الْوِلَادِ مِنْ الْأَقَارِبِ لِأَنَّ نَفَقَتَهُمْ غَيْرُ وَاجِبَةٍ قَبْلَ الْقَضَاءِ، وَلِهَذَا لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوا مِنْ مَالِهِ شَيْئًا قَبْلَ الْقَضَاءِ إِذَا ظَفِرُوا بِهِ فَكَانَ الْقَضَاءُ فِي حَقِّهِمْ ابْتِدَاءَ إِيجَابٍ فَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ عَلَى الْغَائِبِ.

تبيين الحقائق: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۳ ص ۶۰، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل، ج ۲ ص ۴۴۷، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ شوہر نے اپنی بیوی یا معتدہ کو اجرت پر لیا تا کہ وہ اس کے بچے کو دودھ پلائے، تو اس عورت کے لئے یہ اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس عورت پر اپنے بچے کو دودھ پلانا دیانتاً واجب ہے، ''لقوله تعالى: وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ '' یہاں خبر بمعنی امر کے ہے، تو ماں پر دیانتاً دودھ پلانا لازم ہے، اب اگر وہ اس فعلِ واجب پر اجرت لے تو یہ درست نہیں ہے، لہذا اس عورت کے لئے دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہ ہوگا۔ ❶

(۱۲۶) إِنَّ نَفَقَةَ الْإِنْسَانِ فِيْ مَالِ نَفْسِهِ صَغِيْرًا كَانَ أَوْ كَبِيْرًا. ❷

ترجمہ: انسان کا نفقہ اس کے ذاتی مال سے ہوتا ہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا خرچہ اس کے اپنے مال سے ہوگا یعنی اگر انسان کے پاس مال موجود ہے تو اس پر خرچہ بھی اسی کے ذاتی مال سے کیا جائے گا کسی اور پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ باپ پر صغیر اولاد کا نفقہ واجب ہے، مگر یہ اس صورت میں ہے جب صغیر کی ملکیت میں مال نہ ہو، اگر صغیر کو میراث یا ہبہ وغیرہ میں مال ملا ہو اور وہ اس کا اپنی ذاتی ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ اسی کے مال سے واجب ہوگا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان کا خرچہ اس کے اپنے مال سے کیا جائے گا، لہذا جب صغیر کے پاس مال ہے تو

---

❶ (وَلَوِ اسْتَأْجَرَهَا) أَيِ الْأُمَّ (وَ) الْحَالُ (هِيَ زَوْجَتُهُ) غَيْرَ مُطَلَّقَةٍ (أَوْ مُعْتَدَّتُهُ مِنْ) طَلَاقٍ (رَجْعِيٍّ لِتُرْضِعَ وَلَدَهَا لَا يَجُوزُ) الِاسْتِئْجَارُ وَلَمْ تَسْتَحِقَّ الْأُجْرَةَ، لِأَنَّ الْإِرْضَاعَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهَا دِيَانَةً بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ) وَهُوَ أَمْرٌ بِصِيغَةِ الْخَبَرِ وَهُوَ آكَدُ وَاسْتِئْجَارُ الشَّخْصِ لِأَمْرٍ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِ لَا يَجُوزُ وَإِنَّمَا لَا تُجْبَرُ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ عَجْزِهَا فَعُذِرَتْ فَإِذَا أَقْدَمَتْ عَلَيْهِ ظَهَرَ قُدْرَتُهَا فَلَا تُعْذَرُ.

مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج ۱ ص ۴۹۷، ط: دار إحياء التراث العربي

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل، ج ۲ ص ۴۴۸، ط: رحمانیہ

ضابطے کے مطابق اس پر اسی کے مال سے خرچ کیا جائے گا۔ ❶

(۱۲۷) إِنَّ النَّفَقَةَ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْإِرْثِ بِالنَّصِّ. ❷

ترجمہ: از روئے نص نفقہ میراث سے متعلق ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نص سے یہ بات ثابت ہے کہ نفقہ کا تعلق ارث سے ہے یعنی جو وراثت کا مستحق ہوگا وہ نفقہ کا بھی مستحق ہوگا اور جو وراثت کا مستحق نہیں وہ نفقہ کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ نصرانی آدمی پر مسلمان بھائی کا نفقہ واجب نہیں ہے اور اسی طرح مسلمان پر نصرانی بھائی کا نفقہ بھی واجب نہیں ہے، ''لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ'' سے نفقہ کو میراث کے ساتھ متعلق کر کے یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ جن دو لوگوں میں میراث جاری ہوتی ہے ان میں نفقہ بھی ایک دوسرے پر واجب ہوتا ہے، چونکہ مسلمان اور نصرانی کے درمیان میراث جاری نہیں ہوتی، یعنی نصرانی مسلمان کی وراثت کا اور مسلمان نصرانی کی وراثت کا مستحق نہیں ہے، اور جو وراثت کا مستحق نہ ہو وہ نفقہ کا بھی مستحق نہیں ہوگا، لہذا مسلمان پر نصرانی کا اور نصرانی پر مسلمان بھائی کا نفقہ بھی واجب نہ ہوگا۔ ❸

---

❶ (فالأصل أن نفقة الإنسان في مال نفسه صغيرا كان أو كبيرا) وذلك لأن أحد الأمرين ليس في إيجاب النفقة على صاحبه، أولى من إيجاب نفقه صاحبه عليه، والفرق بين نفقة الصغير والزوجة بحيث لا تجب نفقة الصغير على الأب، إذا كان الصغير غنيًا بأى مال كان، وتجب نفقة الزوجة على الزوج وإن كانت الزوجة غنية، إذ نفقة الصغير واجبة للحاجة، فإذا انعدمت الحاجة، فلا تجب، كنفقة الخادم، ونفقة للزوجة بإزاء التمكين من الاستمتاع، فكان طريقه البدل والمعادلة، والبدل يوجد وإن وجد الغنى.

البناية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۵ ص۶۹۸، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل، ج۲ ص۴۴۹، ط: رحمانیہ

❸ (قَوْلُهُ وَلَا تَجِبُ نَفَقَةٌ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّينِ إلَّا لِلزَّوْجَةِ وَالْأَبَوَيْنِ وَالْأَجْدَادِ وَالْجَدَّاتِ وَالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْوَلَدِ) وَلَا تَجِبُ عَلَى النَّصْرَانِيِّ نَفَقَةُ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ وَلَا عَلَى الْمُسْلِمِ نَفَقَةُ أَخِيهِ النَّصْرَانِيِّ، لِأَنَّ النَّفَقَةَ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْإِرْثِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ).

الجوهرة النيرة: كتاب النفقات، ج۲ ص۹۲، ط: المطبعة الخيرية

(۱۲۸) إِنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ غَنِيٌّ بِكَسْبِهِ. ❶

ترجمہ: کمائی پر قادر شخص اپنی کمائی کے سبب مالدار ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کمانے پر قادر ہو یعنی تندرست ہو اور آلاتِ کسب بھی ہو اور مزدوری اور کمائی کی صلاحیت اور استعداد موجود ہو تو یہ شخص مالدار شمار ہوگا، اور اس کا نفقہ کسی پر لازم نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ آدمی پر اس کے ذی رحم محرم کے لئے نفقہ ہوگا جبکہ وہ صغیر ہو، یا فقیر ہو، یا بالغ ہو لیکن اپاہج ہو، یا نابینا ہو بہر حال ایسا عذر جس کی وجہ سے وہ کسب پر قادر نہ ہو تو اس کا نفقہ لازم ہوگا، کیونکہ ان کے حق میں عذر متحقق ہو گیا ہے، اور اگر ایسے اعذار نہ ہوں بلکہ وہ کمانے پر قادر ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا، کیونکہ قادر علی الکسب مالدار شمار ہوتا ہے اور مالدار کے لئے نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ ❷

(۱۲۹) اَلْغُرْمُ بِالْغُنْمِ. ❸

ترجمہ: تاوان بقدرِ نفع واجب ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جتنا نفع حاصل کرتا ہے اس پر تاوان بھی نفع کے بقدر ہوتا ہے، مثلاً اگر نفع ایک تہائی ملتا ہے تو اس پر تاوان بھی ایک تہائی واجب ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ ذی رحم محرم کو اسی مقدار میں نفقہ ملے گا جس مقدار میں اُسے میراث ملتی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ''وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ'' کے فرمان سے یہ بتلا دیا گیا ہے کہ نفقہ بقدرِ میراث ہوگا، اس لئے کہ تاوان اس حساب سے واجب ہوتا ہے جس حساب سے آدمی نفع اٹھائے، لہٰذا موروث کو جو مقدار میراث میں ملے گی اسی مقدار میں

---

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل، ج ۲ ص ۴۴۹، ط: رحمانیہ

❷ (وعلى الوارث ذي الرحم المحرم مثل ذلك) ثم لابد من الحاجة والصغر والأنوثة، والزمانة والعمى أمارة الحاجة لتحقق العجز، فإن القادر على الكسب غني بكسبه.
اللباب في شرح الكتاب: كتاب الحضانة، ج ۳ ص ۱۰۵، ط: المكتبة العلمية

❸ الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل، ج ۲ ص ۴۴۹، ط: رحمانیہ

خرچ کرنا اور نفقہ دینا بھی مالدار پر واجب ہوگا، اس لئے کہ تاوان بقدرِ نفع واجب ہوتا ہے۔ ❶

کتاب العتاق

(۱۳۰) إِنَّ اللَّفْظَ يَصْلُحُ مَجَازًا عَمَّا هُوَ دُوْنَ حَقِيْقَتِهِ لَا عَمَّا هُوَ فَوْقَهُ. ❷

ترجمہ: لفظ اپنی حقیقت سے کم تر کے لئے تو مجاز بن سکتا ہے لیکن اپنے سے بلند کے لئے مجاز نہیں بن سکتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس لفظ سے معنی مجازی مراد لینا درست ہوگا جو اپنے معنی حقیقی سے ادنی ہو، تو اعلی بول کر ادنی مراد لینا درست ہے، نہ کہ ادنی بول کر اعلی، مثلاً زید بول کر اسد مراد لینا درست ہے نہ کہ اسد بول کر زید، کیونکہ شجاع کا معنی اسد میں زیادہ پایا جاتا ہے اور زید میں کم پایا جاتا ہے، لہذا اعلی بول کر ادنی مراد لینا درست ہے نہ کہ ادنی بول کر اعلی مراد لینا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ لفظ اپنی حقیقت سے کم تر کے لئے تو مجاز بن سکتا ہے لیکن برتر کے لئے مجاز نہیں بن سکتا، لہذا ''أنت طالق'' کے ذریعے مجازاً ''أنت حرة'' مراد نہیں لیا جاسکتا، تاہم اس کے برعکس جائز ہے، یعنی ''أنت حرة'' کہہ کہ مجازاً ''أنت طالق'' مراد لیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ اصول ہے کہ لفظ اپنے سے کم تر کے لئے مجاز بن سکتا ہے۔ ❸

---

❶(لأن التنصيص على الوارث تنبيه على اعتبار المقدار) أى لأن التنصيص عليه بقوله تعالى (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِکَ) تنبيه على أن الشارع نبه على مقدار ذلک، لأنه رتب الحكم على المشتق، فيكون المشتق منه هو العلة، فيثبت الحكم بقدر (المنصوص) عليه. وعلى هذا لو أوصى لورثة فلان، وله بنون وبنات، فكانت الوصية لهم على قدر الميراث.(ولأن الغرم بالغنم) بضم الغين المعجمة فيهما، أى الغرم الذى هو الإنفاق فى مقابلة الغنم الذى هو الميراث.

البناية: كتاب الطلاق، باب النفقة، ج۵ ص ۷۰۵، ط: دار الكتب العلمية

❷الهداية: كتاب العتاق، ج۲ ص ۴۵۵، ط: رحمانیہ

❸وَلَنَا أَنَّ مِلْکَ الْيَمِينِ فَوْقَ مِلْکِ النِّكَاحِ فَكَانَ إِسْقَاطُهُ أَقْوَى وَاللَّفْظُ يَصْلُحُ مَجَازًا عَمَّا هُوَ دُونَ حَقِيقَتِهِ لَا عَمَّا فَوْقَهُ فَلِهَذَا امْتَنَعَ فِي الْمُتَنَازَعِ فِيهِ وَاتَّسَعَ فِي عَكْسِهِ.

مجمع الأنهر: كتاب الإعتاق، ج ۱ ص ۵۰۹، ط: دار إحياء التراث العربى

(۱۳۱) اَلْاِسْتِثْنَاءُ مِنَ النَّفْيِ إِثْبَاتٌ عَلَى وَجْهِ التَّأْكِيْدِ. ❶

ترجمہ: نفی سے استثناء کرنا تاکیدی طور پر اثبات ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نفی سے استثناء تاکیدی طور پر اثبات کا فائدہ دیتا ہے، یعنی اِلاَّ سے پہلے اگر نفی ہو تو اِلاَّ کے بعد اثبات ہوگا اور اگر اِلاَّ سے پہلے اثبات ہو تو اِلا کے بعد کلام منفی ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے غلام سے یہ کہا کہ "مَا أَنْتَ إِلَّا حُرٌّ" تو اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا، کیونکہ نفی کے بعد جو اثبات ہوتا ہے اس میں تاکید ہوتی ہے، جیسے "لا إلـه إلا الله" میں نفی کے بعد اثبات مؤکد ہے اور معنی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے، اس طرح "ما أنت إلا حر" کا معنی ہوگا کہ تم تو آزاد ہی ہو اور ظاہر ہے جب "أنـت حـر" کہنے سے غلام آزاد ہو جاتا ہے تو نفی سے استثناء کر کے تاکیدی جملہ کے ساتھ تو بطریقِ اولی آزاد ہوگا۔ ❷

باب العبد يعتق بعضه

(۱۳۲) إِنَّ التَّصَرُّفَ يَقْتَصِرُ عَلَى مَوْضِعِ الْإِضَافَةِ. ❸

ترجمہ: تصرف موضعِ اضافت تک محدود رہتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ متکلم کا تصرف اس جگہ تک محدود رہے گا جہاں تک متکلم منسوب کرے۔ تصرف وہیں تک منحصر رہتا ہے جہاں تک اس کا نفاذ اور اس کی نسبت ہو۔ موضعِ اضافت کے علاوہ آگے کی طرف اسی وقت متعدی ہوتا ہے جہاں منسوب اور مملوک یعنی ملکیت کی تجزی نہ ہو سکے۔

---

❶ الهداية: كتاب العتاق، ج ۲ ص ۴۵۵، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: وَعَتَقَ بِمَا أَنْت إِلَّا حُرٌّ) لِأَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ مِنْ النَّفْيِ إثْبَاتٌ عَلَى وَجْهِ التَّأْكِيدِ كَمَا فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ.

البحر الرائق: كتاب العتق، ج ۴ ص ۲۴۷، ط: دار الكتاب الإسلامي

❸ الهداية: كتاب العتاق، باب العبد يعتق بعضه، ج ۲ ص ۴۵۷، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر آقا نے اپنے بعض غلام کو آزاد کر دیا تو اتنی مقدار میں آزاد ہو جائے گا اور باقی آدھے کی جتنی قیمت ہے غلام کسب کر کے آقا کو دے گا، کیونکہ آقا نے غلام کے بعض کی طرف آزادی کی نسبت کی ہے اور تصرف اضافت کی جگہ پر منحصر ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی بعض میں آقا کا تصرف منحصر ہوگا یعنی بعض حصہ مفت آزاد ہو جائے گا اور باقی حصے میں محنت کر کے اس کی قیمت آقا کو دے گا۔ کوئی بھی انسان اپنی ملکیت میں تصرف کر سکتا ہے، غلام آقا کی ملک میں ہے، اور انسان کی ملکیت میں تجزی ممکن ہے کہ انسان بعض چیز کا مالک ہو اور بعض کا نہ ہو، تو مولا اپنی جتنی ملکیت کو ختم کرے گا اتنی ہی ملکیت ختم ہوگی، انسان کا تصرف وہیں تک منحصر رہتا ہے جہاں تک اس کا نفاذ اور اس کی نسبت ہو۔ جس طرح مولا اپنے نصف غلام کو بیچ سکتا ہے، ہبہ کر سکتا ہے، اسی طرح وہ آزاد بھی کر سکتا ہے، تو گویا کہ مولا کو اپنی ملک میں ہر طرح کا اختیار ہے، پس وہ جو بھی تصرف کرے گا وہ موضع تصرف تک محدود رہے گا۔ ❶

(۱۳۳) إِنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ سِعَايَةَ الْعَبْدِ عِنْدَهُ. ❷

ترجمہ: معتق کا خوشحال ہونا امام ابوحنیفہ کے یہاں اس کے کسب سے مانع نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مشترک غلام کے ایک

---

❶ فَصْلٌ (وَمَنْ أَعْتَقَ بَعْضَ عَبْدِهِ عَتَقَ وَسَعَى فِي بَقِيَّةِ قِيمَتِهِ لِمَوْلَاهُ) وَقَالَا: يَعْتِقُ كُلُّهُ لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لَا يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُمَا، فَإِضَافَةُ الْعِتْقِ إِلَى بَعْضِهِ كَإِضَافَتِهِ إِلَى كُلِّهِ كَمَا فِي الطَّلَاقِ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَتَجَزَّأُ فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَا أَعْتَقَ..... وَلِأَنَّ الْإِعْتَاقَ إِزَالَةُ مِلْكِهِ، وَالْمُتَصَرِّفُ إِنَّمَا يَتَصَرَّفُ فِيمَا يَدْخُلُ تَحْتَ وِلَايَتِهِ وَهُوَ إِزَالَةُ مِلْكِهِ فَيَتَقَدَّرُ بِهِ. وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّصَرُّفَ يَقْتَصِرُ عَلَى مَوْضِعِ الْإِضَافَةِ وَالتَّعَدِّي فِي الطَّلَاقِ وَالْقِصَاصِ لِعَدَمِ التَّجَزُّؤِ، أَمَّا الْمِلْكُ فَلِأَنَّهُ مُتَجَزِّءٌ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ، وَيُسَمَّى إِعْتَاقًا مَجَازًا.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب العتق، ج۴ ص۲۳، ط: مطبعة المجلس القاهرة

❷ الهداية: كتاب العتاق، باب العبد يعتق بعضه، ج ۲ ص ۴۵۸، ط: رحمانيه

مولا کا مالدار ہونا غلام کی سعی کرنے کے لئے مانع نہیں ہے، یعنی اگر چہ آقا مالدار ہو لیکن پھر بھی غلام سعی کر کے دوسرے آقا کو اس حصے کی قیمت ادا کرے گا پھر آزاد ہو گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر آقا نے اپنے غلام کے بعض حصے کو آزاد کر دیا تو اتنی مقدار میں غلام مفت آزاد ہو جائے گا اور امام صاحب کے نزدیک باقی حصے کی بقدر سعی کر کے قیمت ادا کرے گا، کیونکہ معتق کی مالداری غلام کی سعی کو نہیں روکتی، لہٰذا بقیہ حصہ کی آزادی کے لئے غلام سعی کرے گا، آزاد کرنے والا مالدار ہو یا تنگدست، اس لئے کہ مُعتِق مجرم نہیں ہے کہ اس پر بقیہ حصہ کا ضمان ڈالا جائے، کیونکہ اس نے جو بھی تصرف کیا ہے وہ اپنی ملکیت میں کیا ہے، اور انسان اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے، اس لئے شریکِ ثانی کو غلام سے کمائی کرانے کا پورا حق ہے۔ ❶

(۱۳۴) إِنَّ مَالِيَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ عِنْدَهُ. ❷

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک ام ولد کی مالیت متقوم نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ام ولد مال متقوم نہیں ہے، لہٰذا جس طرح مال غیر متقوم کو ہلاک کرنے کی صورت میں ضمان واجب نہیں ہوتا، تو اسی طرح ام ولد کو بھی ہلاک یعنی بصورتِ عتق کے ضمان نہیں آئے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ام ولد دو آدمیوں کے درمیان مشترکہ ہو پھر ایک شریک نے اس کو آزاد کر دیا جبکہ یہ مالدار تھا، تو امام صاحب کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہے کیونکہ ام ولد غیر متقوم ہے اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا، مولا کی وفات کے بعد اس کے

---

❶ (وَلَا يَرْجِعُ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ لَوْ ضَمِنَ وَالْوَلَاءُ لَهُ) أَيْ الْمُعْتِقِ (فِي الْحَالَيْنِ) وَمَبْنِيُّ هٰذَا الْخِلَافِ عَلَى أَصْلَيْنِ أَحَدُهُمَا تَجَزُّؤُ الْإِعْتَاقِ وَعَدَمُهُ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ وَالثَّانِي أَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ اسْتِسْعَاءَ الْعَبْدِ عِنْدَهُ وَيَمْنَعُ عِنْدَهُمَا.

مجمع الأنهر: كتاب الإعتاق، باب عتق البعض، ج ۱ ص ۵۱۷، ط: دار إحياء التراث العربي

❷ الهداية: كتاب العتاق، باب العبد يعتق بعضه، ج ۲ ص ۴۶۲، ط: رحمانیہ

کسی قرض خواہ اور وارث کے لئے کمائی نہیں کرسکتی۔ مال غیر متقوم کو ہلاک کرنے پر ضمان نہیں آتا، لہذا اُم ولد کو بھی آزاد کرنے پر ضمان نہیں آئے گا۔ ❶

---

❶(وقالا يضمن نصف قيمتها، لأن مالية أم الولد غير متقومة عنده) أى عند أبى حنيفة (ومتقومة عندهما) وهذا هو الأصل فى المسألة وقول سائر الفقهاء كقولهما (وعلى هذا الأصل تبتنى عدة من المسائل التى أوردناها فى "كفاية المنتهى") و"كفاية المنتهى" اليوم مفقود،ولكن المسائل التى تبتنى على الأصل مشهورة مذكورة فى الكتب، منها إذا مات أحدهما لا تسعى للآخر عنده، وعندهما تسعى، ومنها إذا ولدت بعد ذلك فادعاه أحدهما يثبت نسبه منه وعتق، ولا يضمن من قيمته شيئاً لشريكه عنده، وعندهما يضمن لشريكه نصف قيمته إن كان موسراً أو يسعى الولد فى النصف إذا كان معسراً، ومنها لو غصبه غاصب فماتت فى يده لا يضمنها عنده ويضمنها عندهما. وفى كوفى الرقبات يضمن عنده فى الغصب كما يضمن بالصبى الحر، حتى لو قربها إلى سبع فافترسها يضمن، لأنه ضمان جناية لا ضمان غصب، ويضمن بالقتل بالاتفاق، لأنه ضمان جناية.ومنها أنه لو باعها وسلمها فماتت فى يد المشترى لم يضمن عنده، وعندهما يضمن، ومنها أن الأمة الحبلى إذا بيعت فولدت لأقل من ستة أشهر ثم ماتت الأم عند المشترى فادعى البائع الولد يصلح، وعليه أن يرد جميع الثمن عنده، وعندهما يحبس ما يخصه من الثمن.

البناية: كتاب العتاق، باب العبد يعتق بعضه، ج٦ ص ٥٦، ط: دار الكتب العلمية

كتاب الأيمان

باب اليمين في الخروج والإتيان والركوب وغير ذلك

(۱۳۵) إِنَّ فِعْلَ الْمَأْمُوْرِ مُضَافٌ إِلَى الْآمِرِ. ❶

ترجمہ: مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ مامور جو کام بھی سرانجام دیتا ہے حکماً وہ آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے، یعنی حکم کے اعتبار سے مامور کا فعل ایسا ہے گویا کہ آمر نے خود یہ فعل سرانجام دیا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں مسجد سے نہیں نکلوں گا، پھر اس حالف نے کسی آدمی کو حکم دیا نکالنے کا اور اس مامور نے اس حالف کو کندھے پر اٹھا کر مسجد سے نکال دیا، تو یہ حالف حانث ہو جائے گا کیونکہ یہاں نکالنے کا فعل مامور سے صادر ہوا ہے اور مامور کا فعل ایسا ہے گویا کہ آمر کا فعل ہے، تو یہاں بھی مامور کا نکالنا گویا کہ آمر کا خود مسجد سے نکلنا ہے۔ ❷

(۱۳۶) إِنَّ مَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَى الْعُرْفِ. ❸

ترجمہ: قسموں کا مدار عرف پر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ قسم کا دارومدار عرف پر مبنی ہے، یعنی ایمان کا مدار عرف اور رواج پر ہے، قسم کا معنی اور مفہوم عرف کی روشنی میں سمجھا جائے گا۔

---

❶ الهداية: كتاب الأيمان، باب اليمين في الخروج والإتيان والركوب وغير ذلك، ج ۲ ص ۴۸۳، ط: رحمانیہ

❷ فَإِذَا حَلَفَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ مَثَلًا فَأَمَرَ إِنْسَانًا فَحَمَلَهُ، وَأَخْرَجَهُ حَنِثَ، لِأَنَّ فِعْلَ الْمَأْمُوْرِ مُضَافٌ إِلَى الْآمِرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا رَكِبَ دَابَّةً فَخَرَجَتْ.

البحر الرائق: كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول والخروج إلخ، ج ۴ ص ۳۳۵، ط: دار الكتاب الإسلامي

❸ الهداية: كتاب الأيمان، باب اليمين في الخروج، ج ۲ ص ۴۸۳، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بیوی نے باہر جانے کا ارادہ کیا اور شوہر نے کہا ''إِنْ خَرَجْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ '' پھر وہ بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد گھر سے نکلی تو شوہر حانث نہیں ہوگا یعنی طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ عرف میں اس جیسی حالت میں قسم کھانے سے مراد اسی وقت نکلنے سے روکنا ہوتا ہے جس کا بیوی نے ارادہ کیا تھا اور قسم کی بنیاد عرف پر ہے، اس مسئلہ میں یمینِ فور ہے، یعنی اگر اسی وقت بیوی نکلتی تو مطلقہ ہوتی، لیکن چونکہ عورت یمین کے کچھ دیر بعد نکلی ہے اس لئے طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ اس یمین کا مقصد صرف اُسی وقت روکنا تھا۔ ❶

باب اليمين فى الأكل والشرب

(۱۳۷) إِنَّ مِنْ شَرْطِ انْعِقَادِ الْيَمِيْنِ وَبَقَائِهِ التَّصَوُّرُ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ. ❷

ترجمہ: طرفین کے نزدیک قسم منعقد ہونے اور اس کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ قسم پوری کرنے کا تصور ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک یمین کے انعقاد اور بقاء کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا ممکن ہو، یعنی یمین تب منعقد ہوگی جب ایسی چیز کی قسم کھائی کہ اس کا پورا کرنا ممکن ہو ورنہ یمین منعقد نہ ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ اگر میں نے اس پانی کو جو اس پیالے میں ہے نہ پیا تو میری بیوی کو طلاق، جبکہ اس پیالے میں پانی موجود نہ تھا، تو طرفین کے نزدیک یہ آدمی حانث نہ ہوگا، یعنی اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یمین کے انعقاد کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا ممکن ہو، لیکن مذکورہ صورت میں چونکہ پیالے میں پانی ہے ہی

---

❶(وَ) شُرِطَ (لِلْحِنْثِ فِي إِنْ خَرَجْتِ مَثَلًا لِمُرِيدِ الْخُرُوجِ فِعْلُهُ فَوْرًا) يَعْنِي لَوْ أَرَادَتْ الْمَرْأَةُ الْخُرُوجَ مَثَلًا فَقَالَ الزَّوْجُ إِنْ خَرَجْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَجَلَسَتْ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجَتْ لَمْ يَحْنَثْ وَهَذِهِ تُسَمَّى يَمِينُ الْفَوْرِ تَفَرَّدَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِإِظْهَارِهَا وَوَجْهُهُ أَنَّ مُرَادَ الْمُتَكَلِّمِ الزَّجْرُ عَنْ ذَلِكَ الْخُرُوجِ عُرْفًا وَمَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَى الْعُرْفِ.

درر الحكام شرح غرر الأحكام: كتاب الأيمان، ج ۲ ص ۴۸

❷الهداية: كتاب الأيمان، باب اليمين فى الأكل والشرب، ج ۲ ص ۴۸۷، ط: رحمانیہ

نہیں تو اس کا پورا کرنا ممکن نہ ہوا، اور ہر وہ قسم جس کا پورا کرنا ممکن نہ ہو تو وہ یمین منعقد نہیں ہوتی، لہذا مذکورہ صورت میں بھی یمین منعقد نہ ہوگی، جب یمین منعقد نہ ہوگی تو یہ شخص حانث بھی نہ ہوگا۔ ❶

(۱۳۸) إِنَّ الصِّفَةَ فِي الْحَاضِرِ لَغْوٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ دَاعِيَةً إِلَى الْيَمِينِ. ❷

ترجمہ: حاضر میں صفت بیان کرنا لغو ہے جبکہ وہ صفت یمین کی طرف داعی نہ ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حاضر شے کی صفت بیان کرنا لغو ہے، اس کا اعتبار نہ ہوگا جب تک کہ وہ صفت یمین کی طرف داعی نہ ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں اگر کسی نے قسم کھائی کہ "لَا أُكَلِّمُ هَذَا الشَّابَّ" کہ میں اس نوجوان سے بات نہیں کروں گا، پھر حالف نے اس کے ساتھ بات کی جبکہ وہ نوجوان بوڑھا ہو چکا تھا، تو یہ شخص حانث ہو جائے گا، کیونکہ حالف نے محلوف علیہ کی شباب کے ساتھ صفت ذکر کی جبکہ محلوف علیہ حاضر تھا اور حاضر کی صفت بیان کرنا لغو ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی محلوف علیہ کی "صفتِ شباب" لغو ہو جائے گی، تو صرف ذات محلوف علیہ بن جائے گی یعنی یہاں اس شخص کی ذات مراد ہوگی اور ذات تو اب بھی وہی ہے جو جوانی میں تھی، لہذا حالف مذکورہ صورت میں حانث ہو جائے گا۔ لیکن اس اصول کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ صفت داعی نہ ہو، جیسے یہاں شباب کی صفت مقصود نہیں ہے بلکہ ذات مراد ہے چاہے وہ صفتِ شباب سے متصف ہو یا صفتِ ہرم۔ اور اگر صفت داعی ہو تو حاضر میں اس کا اعتبار ہوگا، جس طرح کوئی اکل وشرب میں کسی

---

❶ (وَأَمَّا) الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمَحْلُوفِ عَلَيْهِ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مُتَصَوَّرَ الْوُجُودِ حَقِيقَةً عِنْدَ الْحَلِفِ هُوَ شَرْطُ انْعِقَادِ الْيَمِينِ عَلَى أَمْرٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَبَقَاؤُهَا أَيْضًا مُتَصَوَّرَ الْوُجُودِ حَقِيقَةً بَعْدَ الْيَمِينِ شَرْطُ بَقَاءِ الْيَمِينِ حَتَّى لَا يَنْعَقِدَ الْيَمِينُ عَلَى مَا هُوَ مُسْتَحِيلُ الْوُجُودِ حَقِيقَةً وَلَا يَبْقَى إِذَا صَارَ بِحَالٍ يَسْتَحِيلُ وُجُودُهُ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَزُفَرَ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ هَذَا لَيْسَ بِشَرْطٍ لِانْعِقَادِ الْيَمِينِ وَلَا لِبَقَائِهَا وَإِنَّمَا الشَّرْطُ أَنْ تَكُونَ الْيَمِينُ عَلَى أَمْرٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَأَمَّا كَوْنُهُ مُتَصَوَّرَ الْوُجُودِ عَادَةً فَهَلْ هُوَ شَرْطُ انْعِقَادِ الْيَمِينِ؟. قَالَ أَصْحَابُنَا الثَّلَاثَةُ: لَيْسَ بِشَرْطٍ فَيَنْعَقِدُ عَلَى مَا يَسْتَحِيلُ وُجُودُهُ عَادَةً بَعْدَ أَنْ كَانَ لَا يَسْتَحِيلُ وُجُودُهُ حَقِيقَةً.

بدائع الصنائع: كتاب الأيمان، فصل فى شرائط ركن اليمين، ج۳ ص ۱۱، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الأيمان، باب اليمين فى الكلام، ج۲ ص ۴۸۹، ط: رحمانيه

خاص صفت سے متصف شے کی قسم کھائے اور صفت بیان کرے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ ❶

(۱۳۹) اَللُّغَاتُ لَا تُدْرَکُ قِیَاسًا. ❷

ترجمہ: قیاس سے لغات معلوم نہیں کی جاتیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ کا لغوی معنی قیاس کے ذریعے معلوم نہیں ہوسکتا، واضع لغت نے جو معنی وضع کیا ہے وہی مراد ہوگا۔ اگر کوئی شخص قسم کھائے اور اس میں لفظِ ''دھر'' ذکر کرے تو اس سے کتنی مدت مراد ہوگی، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں توقف کیا ہے، جبکہ صاحبین نے اسے ''الزمان'' ''حین'' پر قیاس کرتے ہوئے چھ ماہ کی مدت مراد لی ہے، حضرت امام صاحب فرماتے ہیں کہ لغات قیاس سے معلوم نہیں کی جاسکتیں اس لئے بہتر ہے کہ توقف اور سکوت اختیار کیا جائے، قیاس اور رائے سے کوئی معنی متعین نہ کیا جائے۔ ❸

---

❶ (ومن حلف لا يكلم هذا الشاب فكلمه وقد صار شيخًا) أى والحال أنه قد صار شيخًا، قد علم أن الجملة الفعلية الماضية إذا وقعت حالًا لا بد فيها من ذكر قد، وقد يحذف (حنث، لأن الحكم تعلق بالمشار إليه، إذ الصفة فى الحاضر لغو) وفى الغائب معتبرة، إلا إذا كانت الصفة داعية إلى اليمين، فحينئذ يعتبر. وتنعقد اليمين بتلك الصفة، كما إذا حلف لا يأكل بسرًا فأكل بعد ما صار رطبًا، أو حلف لا يأكل رطبًا فأكل بعد ما صار تمرًا لا يحنث لتقيد اليمين بصفة البسورة أو الرطوبة، لأن تلك الصفة داعية إلى اليمين.

البناية: كتاب الأيمان، باب اليمين فى الكلام، ج٦ ص ٢٠٣، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الأيمان، باب اليمين فى الكلام، ج٢ ص ٤٩٠، ط: رحمانيه

❸ وَأَمَّا الدَّهْرُ مُنَكَّرًا فَقَدْ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا أَدْرِى مَا هُوَ، وَقَالَا هُوَ كَالْحِينِ، وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ بَعْضُهُمْ مِنْ أَنَّ الِاخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ فِى الْعُرْفِ أَيْضًا لَهُمَا أَنَّ دَهْرًا يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِينِ وَالزَّمَانِ يُقَالُ مَا رَأَيْتُهُ مُنْذُ دَهْرٍ، وَمُنْذُ حِينٍ بِمَعْنًى وَاحِدٍ وَأَبُو حَنِيفَةَ تَوَقَّفَ فِى تَقْدِيرِهِ، لِأَنَّ اللُّغَاتِ لَا تُدْرَكُ قِيَاسًا وَالْعُرْفُ لَمْ يَعْرِفْ اسْتِمْرَارَهُ لِاخْتِلَافٍ فِى الِاسْتِعْمَالِ وَالتَّوَقُّفُ عِنْدَ عَدَمِ الْمُرَجِّحِ مِنْ الْكَمَالِ.

البحر الرائق: كتاب الأيمان، باب اليمين فى الأكل ولاشرب واللبس والكلام، ج٤ ص ٣٦٩، ط: دار الكتاب الإسلامى

باب الیمین فی تقاضی الدراھم

(۱۴۰) وَالْعَيْبُ لَا يُعْدِمُ الْجِنْسَ. ❶

ترجمہ: عیب جنس کو معدوم نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں عیب پیدا ہو جائے تو عیب کی وجہ سے وہ شے معدوم نہیں ہوتی یعنی شے کی جنس باقی رہے گی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ آج میں فلاں آدمی کے قرضے کو ضرور ادا کروں گا، پھر اس حالف نے اس کا قرضہ ادا کیا لیکن جب قرض خواہ نے دیکھا تو ان میں بعض دراہم کھوٹے تھے، تو حالف حانث نہ ہوگا کیونکہ پیسوں میں کھوٹ عیب ہے اور عیب شے کی جنس کو معدوم نہیں کرتا، لہذا یہاں بھی کھوٹ کی وجہ سے پیسے کی جنس معدوم نہ ہوگی، لہذا جنس دراہم اس نے ادا کر دیئے جن کی ادائیگی کی اس نے قسم کھائی تھی، اس وجہ سے حالف حانث نہ ہوگا۔ ❷

كتاب الحدود

(۱۴۱) إِنَّ تَقَادُمَ الْعَهْدِ يَمْنَعُ الشَّهَادَةَ دُوْنَ الْإِقْرَارِ. ❸

ترجمہ: زمانے کی قدامت مانع شہادت تو ہے، مانع اقرار نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ تقادم عہد یعنی زیادہ وقت اور زمانے کا گزر جانا یہ گواہی کی قبولیت سے مانع ہے یعنی اس کے بعد گواہوں کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس

---

❶ الهداية: كتاب الأيمان، باب اليمين فى تقاضى الدراهم، ج ٢ ص ٤٩٦، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَهُ الْيَوْمَ فَقَضَاهُ نَبَهْرَجَةً أَوْ زُيُوفًا أَوْ مُسْتَحَقَّةً بَرَّ، وَلَوْ رَصَاصًا أَوْ سَتُّوقَةً لَا) أَيْ لَا يَبَرُّ، لِأَنَّ الزِّيَافَةَ وَالنَّبَهْرَجَةَ عَيْبٌ وَالْعَيْبُ لَا يُعْدِمُ الْجِنْسَ، وَلِهَذَا لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ صَارَ مُسْتَوْفِيًا فَيُوجَدُ شَرْطُ الْبِرِّ.

البحر الرائق: كتاب الأيمان، باب اليمين فى الضرب والقتل وغير ذلك، ج ٤ ص ٣٩٦، ط: دار الكتاب الإسلامى

❸ الهداية: كتاب الحدود، ج ٢ ص ٥٠٠، ط: رحمانیہ

میں یہ الزام موجود ہے کہ پہلے گواہی کیوں نہیں دی، برخلاف اقرار کے کہ اگر مجرم اپنے جرم کا اقرار ایک عرصہ دراز کے بعد کرے پھر بھی اس کا اقرار قبول ہوگا، اور اس پر احکام نافذ ہوں گے، اس لئے کہ انسان اپنی ذات پر اقرار کرنے میں متہم نہیں ہوتا اور اس کا اقرار اس کی ذات کے حق میں حجت ہوتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ پہلی صورت میں تقادم عہد شہادت کے لئے اس وقت مانع ہے جب بلا عذر ہو، اگر کسی عذر معقول سے گواہی دینے میں تاخیر ہو جائے تو اس صورت میں گواہی قبول ہوگی، مثلاً گواہوں اور حاکم وقت کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو۔ جب گواہ گواہی دینے میں بلا عذرِ معقول تاخیر کریں تو اس کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں یا تو مشہود علیہ پر پردہ پوشی کی وجہ سے، یا ویسے بلا کسی وجہ کے تاخیر کی، تو اب جب ایک عرصہ گزرنے کے بعد گواہی دے تو اس صورت میں گواہوں کا فسق ظاہر ہو گیا اور فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی، اس کے برخلاف اقرار میں چونکہ یہ علت نہیں پائی جاتی اس لئے اقرار میں تقادم زمانہ مانع شہادت نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں جب چار مرتبہ زانی اپنے اوپر زنا کا اقرار کر لے تو پھر قاضی اس سے مکان کے بارے میں پوچھے گا "أین هو؟" اور کیفیت کے بارے میں پوچھے گا "کیف هو؟" زنا کے بارے میں پوچھے گا "ما الزنا؟" اور مفعول کے بارے میں پوچھے گا کہ "بمن زنی؟" جب وہ یہ ساری باتیں بتلا دے تو اس پر حد جاری کرے گا، لیکن زمانے کے بارے میں مُقِر سے قاضی نہیں پوچھے گا، کیونکہ اقرار میں تقادم زمانہ مانع نہیں "لأن المرء لا یتهم علی نفسه فیقبل" تاہم بہتر ہے کہ اس سلسلے میں بھی سوال کر لیا جائے کیونکہ ممکن ہے اس نے زنا بچپن میں کیا ہو یا حالتِ جنون میں کیا ہو تو ان صورتوں میں حد نہیں آتی۔ ❶

---

❶ وَلَوْ أَقَرَّ بِالزِّنَی مَرَّتَيْنِ وَشَهِدَ عَلَيْهِ أَرْبَعَةٌ لَا يُحَدُّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ (ثُمَّ سَأَلَ كَمَا مَرَّ) أَيْ سَأَلَهُ الْحَاكِمُ عَنْ مَاهِيَّتِهِ وَكَيْفِيَّتِهِ وَمَزْنِيَّتِهِ وَمَكَانِهِ (سِوَى الزَّمَانِ) لِأَنَّ التَّقَادُمَ مَانِعُ الشَّهَادَةِ لَا الْإِقْرَارُ لَكِنَّ الْأَصَحَّ أَنَّهُ يَسْأَلُهُ لِجَوَازِ أَنَّهُ زَنَى فِي صِبَاهُ أَوْ فِي حَالَةِ الْجُنُونِ كَمَا فِي بَعْضِ الْمُعْتَبَرَاتِ وَفِيهِ إِشْعَارٌ بِوُجُوبِ السُّؤَالِ.

مجمع الأنهر: كتاب الحدود، حد الزنا، ج ١ ص ٥٨٧، ط: دار إحياء التراث العربي

(۱۴۲) إِنَّ الْحَدَّ زَاجِرٌ لَا مُتْلِفٌ. ❶

ترجمہ: حد زاجر ہے ہلاک کرنے والی نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حدود کی مشروعیت زجر اور تنبیہ کے لئے ہوتی ہیں، یعنی حد سے مقصود صرف روکنا اور زجر کرنا مقصود ہے، محدود کو ہلاک کرنا مقصود نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں محدود پر جب حد جاری کی جائے گی تو کوڑوں کو اس کے الگ الگ اعضاء پر مارا جائے گا، تمام کوڑے ایک ہی جگہ پر نہیں مارے جائیں گے، اس لئے کہ بسا اوقات اگر ایک ہی جگہ پر کوڑے مارے جائیں تو اس سے محدود ہلاک بھی ہوسکتا ہے، حالانکہ حد سے مقصود ہلاکت نہیں ہے بلکہ ضرب اور زجر مقصود ہے۔ ❷

باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها

(۱۴۳) اَلْحُدُوْدُ الْخَالِصَةُ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالَى تَبْطُلُ بِالتَّقَادُمِ. ❸

ترجمہ: وہ حدود جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہیں قدیم ہونے سے باطل ہو جاتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حدود کی دو قسمیں ہیں:

۱...... جو محض بندے کا حق ہو ۲...... جو اللہ کا حق ہو۔

تو جو حدود از قبیل من حقوق اللہ ہیں تو تقادم زمانہ یعنی ایک زمانہ گزرنے کے بعد گواہی دینے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور حقوق العباد میں تقادم قبولِ شہادت سے مانع نہیں ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب الحدود، فصل في كيفية الحد وإقامته، ج۲ ص ۵۰۱، ط: رحمانیہ

❷ (وَنَزَعَ ثِيَابَهُ وَفَرَّقَ عَلَى بَدَنِهِ إِلَّا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَفَرْجَهُ) أَيْ وَنَزَعَ عَنْهُ ثِيَابَهُ إِلَّا مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ، لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ، لِأَنَّ التَّجْرِيدَ أَبْلَغُ فِي إِيصَالِ الْأَلَمِ إِلَيْهِ وَهَذَا الْحَدُّ مَبْنَاهُ عَلَى الشِّدَّةِ فِي الضَّرْبِ وَفِي نَزْعِ الْإِزَارِ كَشْفُ الْعَوْرَةِ فَيَتَوَقَّاهُ، وَإِنَّمَا يُفَرِّقُ الضَّرْبَ عَلَى أَعْضَائِهِ، لِأَنَّ الْجَمْعَ فِي عُضْوٍ وَاحِدٍ قَدْ يُفْضِي إِلَى التَّلَفِ، وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَا مُتْلِفٌ.

البحر الرائق: كتاب الحدود، باب حد الزنا، ج۵ ص ۱۰، ط: دار الكتاب الإسلامي

❸ الهداية: كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، ج۲ ص ۵۱۱، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر گواہوں نے ایک عرصہ گزرنے کے بعد کسی کے خلاف چوری یا شراب پینے یا زنا کی گواہی دی تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ حد سرقہ، حد زنا اور حد شُرب خمر یہ خالص حقوق اللہ ہیں اور حقوق اللہ تقادم زمانہ کی وجہ سے باطل ہوجاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی یہ حقوق تقادم زمانہ کی وجہ سے باطل اور ساقط ہوجائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گواہوں کو دو باتوں میں ایک کا اختیار تھا، (۱) یا تو وہ گواہی دے کر ثواب حاصل کریں، (۲) یا پھر گواہی کو چھپا کر ستر کا ثواب حاصل کریں، اب اگر گواہ نے پردہ پوشی کی نیت سے شروع میں شہادت ادا نہیں کی تھی پھر ایک زمانہ بعد ادائے شہادت پر اقدام کیا تو یہ اقدام بغض و کینہ اور عداوت پر مبنی ہوگا، اس وجہ سے شاہد ادائے شہادت میں متہم ہوگا۔ اور اگر شہادت ادا کرنے میں تاخیر کی وجہ سے پردہ پوشی اور ستر نہ ہو اور بلا وجہ تاخیر کی گئی ہو تو اس تاخیر کی وجہ سے شاہد فاسق اور گناہگار ہوگا، یہ دونوں صورتیں ادائے شہادت سے مانع ہیں، اس لئے یقین کے ساتھ اس کی شہادت مقبول نہیں ہوگی۔ ❶

باب حد الشرب

(۱۴۴) إِنَّ الْكُفْرَ مِنْ بَابِ الْاِعْتِقَادِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعَ السُّكْرِ. ❷

ترجمہ: کفر کا تعلق اعتقاد سے ہے، یہ نشہ کے ساتھ متحقق نہیں ہوگا۔

---

❶ (قَوْلُهُ: شَهِدُوا بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ سِوَى حَدِّ الْقَذْفِ لَمْ يُحَدَّ) أَيْ شَهِدُوا بِسَبَبِ حَدٍّ وَهُوَ الزِّنَا أَوْ السَّرِقَةُ أَوْ شُرْبُ الْخَمْرِ لَا بِنَفْسِ الْحَدِّ وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ مُتَقَادِمٍ مَعْنَاهُ مُتَقَادِمٌ سَبَبُهُ، وَالْأَصْلُ أَنَّ الْحُدُودَ الْخَالِصَةَ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى تَبْطُلُ بِالتَّقَادُمِ، لِأَنَّ الشَّاهِدَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ حِسْبَتَيْنِ أَدَاءُ الشَّهَادَةِ، وَالسَّتْرُ فَالتَّأْخِيرُ إنْ كَانَ لِاخْتِيَارِ السَّتْرِ فَالْإِقْدَامُ عَلَى الْأَدَاءِ بَعْدَ ذَلِكَ لِضَغِينَةٍ هَيَّجَتْهُ أَوْ لِعَدَاوَةٍ حَرَّكَتْهُ فَيُتَّهَمُ فِيهَا، وَإِنْ كَانَ التَّأْخِيرُ لَا لِلسَّتْرِ يَصِيرُ فَاسِقًا آثِمًا فَتَيَقَّنَّا بِالْمَانِعِ.

البحر الرائق: كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، ج۵ ص ۲۱، ط: دار الكتاب الإسلامي

❷ الهداية: كتاب الحدود، باب حد الشرب، ج۲ ص ۵۱۸، ط: رحمانيه

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کفر اور اسلام کا تعلق اعتقاد سے ہے نہ کہ ظاہری اعمال سے، یعنی کسی سے اگر ایسا فعل صادر ہو جائے جو اسلام کے منافی ہے تو جب تک اعتقاد اور دِل سے نہ ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص نشے کی حالت میں مرتد ہو گیا تو اس کی بیوی بائنہ نہ ہوگی، کیونکہ کفر اعتقاد کے باب میں سے ہے، ہر وہ حکم جو اعتقاد کے باب میں سے ہو وہ نشے کی حالت میں متحقق نہیں ہوتا، جب کفر ثابت نہ ہوا تو اس کی بیوی بھی بائنہ نہ ہوگی۔ ❶

باب حد القذف

(۱۴۵) وَالْكُفْرُ لَا يُنَافِيُ أَهْلِيَّةَ الْإِسْتِحْقَاقِ. ❷

ترجمہ: کفر اہلیتِ استحقاق کے منافی نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے اندر کسی حق کے بارے میں مطالبے کرنے کی جو صلاحیت اور اہلیت ہوتی ہے کفر اس کا منافی نہیں ہے، یعنی کفر کی وجہ سے وہ اہلیت ختم نہ ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مقذوف مسلمان ہے اور اس کا بیٹا کافر ہے، تو یہ کافر بیٹا اپنے باپ کے قاذف پر حد جاری کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں مطالبے کرنے کی اہلیت موجود ہے، کفر اہلیتِ استحقاق کے منافی نہیں ہے، قاذف نے تہمت لگا کر مقذوف کے بیٹے کو عار دلائی ہے اور اس کی غیرت کو للکارا ہے، بیٹے کا کفر استحقاقِ حد سے مانع نہیں ہے، کیونکہ کفر کی وجہ سے مقذوف سے اِس کا رشتہ ختم نہیں ہوا ہے، والد کی طرح بیٹے کو

---

❶ وَأَمَّا ارْتِدَادُهُ فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ فَلَا تَبِينُ مِنْهُ امْرَأَتُهُ، لِأَنَّ الْكُفْرَ مِنْ بَابِ الِاعْتِقَادِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعَ السُّكْرِ قَالَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ هَذَا فِي الْحُكْمِ أَمَّا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى، فَإِنْ كَانَ فِي الْوَاقِعِ قَصَدَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ ذَاكِرًا لِمَعْنَاهُ كَفَرَ وَإِلَّا فَلَا.

البحر الرائق: كتاب الحدود، باب حد الشرب، ج۵ ص ۳۰، ط: دار الكتاب الإسلامی

❷ الهداية: كتاب الحدود، باب حد القذف، ج۲ ص ۵۱۹، ط: رحمانیہ

بھی تہمت سے عار لاحق ہوئی ہے اس لئے کفر کے باوجود یہ حد کا مطالبہ کرسکتا ہے، اس لئے کہ اصول ہے کہ کفر اہلیتِ استحقاق کے منافی نہیں ہے۔ ❶

(۱۴۶) اَلْحُدُوْدُ لَا یُوْرَثُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِیِّ. ❷

ترجمہ: ہمارے یہاں حدود حدِ میراث نہیں بنتی، امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حدود میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس لئے اگر مقذوف مر جائے تو ورثاء اس کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مقذوف مر جائے تو حد باطل ہو جائے گی یعنی وراثت میں جاری نہیں ہوگی کہ ورثاء اس کے قیام کا مطالبہ کریں، اس لئے کہ ہمارے یہاں حد قذف حق الشرع ہے، اس لئے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، کیونکہ حق الشرع میں وراثت جاری نہیں ہوتی، لہذا مقذوف کی موت سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ❸

---

❶(وَالْكُفْرُ لَا يُنَافِي أَهْلِيَّةَ الِاسْتِحْقَاقِ) أَيْ اسْتِحْقَاقَ أَهْلِيَّةِ الْخُصُومَةِ لِأَنَّ اسْتِحْقَاقَهَا بِاعْتِبَارِ لُحُوقِ الشَّيْنِ وَذَلِكَ مَوْجُودٌ فِي الْوَلَدِ الْكَافِرِ وَالْمَمْلُوكِ لِأَنَّ النِّسْبَةَ لَا تَنْقَطِعُ بِالرِّقِّ وَالْكُفْرِ.

العناية: كتاب الحدود، باب حد القذف، ج۵ ص ۳۲۵، ط: دار الفكر

❷الهداية: كتاب الحدود، باب حد القذف، ج۲ ص ۵۱۹، ط: رحمانيه

❸(ومن قذف غيره فمات المقذوف بطل الحد. وقال الشافعي رَحِمَهُ اللَّهُ لا يبطل) الحد بموت المقذوف (ولو مات) أي المقذوف (بعد ما أقيم بعض الحد بطل الباقي عندنا خلافا له) أي للشافعي رَحِمَهُ اللَّهُ (بناء على أنه يورث عنده) أي بنى هذا الخلاف بناء على أن حد القذف يورث عند الشافعي (وعندنا لا يورث، ولا خلاف أن فيه) أي في حد القذف (حق الشرع وحق العبد) وهذا لا خلاف فيه. أما كونه حق الشرع فمن حيث إن نفعه يقع عاما بإخلاء العالم عن الفساد، لأنه ليس ثمة آدمي مختص به. وأما كونه حق العبد فلأن فيه صيانة العرض ودفع العار عن المقذوف ثم حق الله تعالى لا يجري فيه الإرث ولا يجري فيه التداخل ولا يسقط بإسقاط العبد.

البناية: كتاب الحدود، باب حد القذف، ج٦ ص ۳۷۱، ط: دار الكتب العلمية

فصل فی التعزیر

(۱۴۷) لَا مَدْخَلَ لِلْقِيَاسِ فِي الْحُدُوْدِ. ❶

ترجمہ: حدود میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جتنی بھی حدود ہیں اور ان میں جو بھی سزائیں ہیں وہ شریعت کی جانب سے مقرر ہیں، قیاس کے ذریعے کوئی حد مقرر کرنا درست نہیں ہے یعنی شریعت نے جن جن جرموں کی سزا متعین کردی ہے وہ سزا ان کے ساتھ خاص ہے، دیگر جرموں کو ان پر قیاس کر کے سزا جاری کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حدود میں قیاس کا کوئی دخل نہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی پاک دامن شخص پر زنا کے علاوہ کوئی اور تہمت لگائی، مثلاً ''اے فاسق'' کہہ دیا، یا ''اے کافر'' کہہ دیا یا ''اے خبیث'' یا ''اے چور'' کہہ دیا تو اس پر حد قذف جاری نہ ہوگی، بلکہ صرف اس کی تعزیر کی جائے گی، کیونکہ اگر اس پر حد قذف جاری کردیں تو یہ قیاس سے ثابت کرنا ہوگی اور قیاس سے حدود کا اثبات نہیں ہوتا، کیونکہ ان تہمات میں شریعت نے کوئی حد متعین نہیں کی، اس لئے قیاس سے ہم کوئی حد مقرر نہیں کریں گے۔ حدود شریعت کی طرف سے متعین سزائیں ہوتی ہیں اور رائے کے ذریعے حدود میں متعین سزائیں نہیں مقرر کی جاسکتیں، جب حد ممتنع ہے تو تعزیر ثابت ہوگی، اس لئے قاضی وقت جو سزا مناسب سمجھے وہ دے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ج۲ ص ۵۲۲، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ وَمَنْ قَذَفَ مَمْلُوكًا أَوْ كَافِرًا بِالزِّنَا أَوْ مُسْلِمًا بِيَا فَاسِقُ يَا كَافِرُ يَا خَبِيثُ يَا لِصُّ يَا فَاجِرُ يَا مُنَافِقُ يَا لُوطِيُّ يَا مَنْ يَلْعَبُ بِالصِّبْيَانِ يَا آكِلَ الرِّبَا يَا شَارِبَ الْخَمْرِ يَا دَيُّوثُ يَا مُخَنَّثُ يَا خَائِنُ يَا ابْنَ الْقَحْبَةِ يَا زِنْدِيقُ يَا قَرْطَبَانُ يَا مَأْوَى الزَّوَانِي أَوْ اللُّصُوصِ يَا حَرَامُ زَادَهْ عُزِّرَ) لِأَنَّهُ جِنَايَةُ قَذْفٍ فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَقَدْ امْتَنَعَ وُجُوبُ الْحَدِّ لِفَقْدِ الْإِحْصَانِ فَوَجَبَ التَّعْزِيرُ وَفِيمَا عَدَاهُمَا قَدْ آذَاهُ وَأَلْحَقَ الشَّيْنَ بِهِ وَلَا مَدْخَلَ لِلْقِيَاسِ فِي الْحُدُودِ فَوَجَبَ التَّعْزِيرُ وَهُوَ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ.

البحر الرائق: كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ج۵ ص ۴۶، ط: دار الكتاب الإسلامي

(۱۴۸) فِعْلُ الْمَأْمُوْرِ لَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ. ❶

ترجمہ: مامور کا فعل سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کسی دوسرے کو کسی کام پر مامور کرے تو مامور کا فعل اس شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوگا کہ وہ فعل صحیح سالم بجالائے، کیونکہ مامور کے بس میں جو ہے وہ اسی پر مامور ہے، اور جو اس کے بس میں نہیں ہے وہ اس کا ذمہ دار نہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر قاضی نے کسی شخص پر جلاد کو حد جاری کرنے کی وجہ سے کوڑے لگانے کا حکم دیا یا تعزیر کا حکم دیا، اور وہ شخص اس مامور کے ہاتھ سے مرگیا تو اس کا خون رائیگاں چلا جائے گا اور کوئی ضمان نہ ہوگا، کیونکہ یہ مامور کا فعل ہے اور مامور کا فعل سلامتی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا، لہذا اس جلاد یا قاضی کا فعل بھی سلامتی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوگا، جیسے اگر کسی نے کسی کو پچھنا لگایا جانور کو نشتر لگایا اور وہ آدمی یا جانور مرگیا تو لگانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا، کیونکہ وہ مامور تھا، اور مامور کا فعل سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہے، لیکن اگر کسی شخص نے بیوی کو مارا اور وہ مرگئی تو شوہر پر ضمان واجب ہوگا، اس لئے کہ شوہر کو تادیباً مارنے کی اجازت سلامتی کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ ❷

(۱۴۹) اَلْإِطْلَاقَاتُ تَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ. ❸

ترجمہ: اطلاقات سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہوتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی اجازت ہو وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ج۲ ص۵۲۳، ط: رحمانیہ

❷ (ومن حده الإمام أو عزره فمات) منه (فدمه هدر) لأنه فعل ما فعل بأمر الشرع، وفعل المأمور لا يتقيد بشرط السلامة كالفصاد والبزاغ، بخلاف الزوج إذا عزر زوجته، لأنه مطلق فيه والإطلاقات تتقيد بشرط السلامة كالمرور في الطريق.

اللباب في شرح الكتاب: كتاب الحدود، ج۳ ص۲۰۰، ط: المكتبة العلمية

❸ الهداية: كتاب الحدود، باب حد القذف في التعزير، ج۲ ص۵۲۳، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو تادیباً مارا اور وہ اس مار کی وجہ سے مر گئی تو اس کا خون رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ شوہر ضامن ہوگا، کیونکہ شوہر کو جو اجازت دی گئی ہے وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہے، لہذا مرنے کی صورت میں اس پر ضمان آئے گا۔ اسی طرح راستے میں چلتے ہوئے شخص نے کسی کو ٹھوکر ماری اور وہ مر گیا تو مارنے والا ضامن ہوگا، اس لئے کہ راستے میں چلنا اگرچہ مباح ہے، لیکن وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہے۔ ❶

---

❶(والإطلاقات تتقيد بشرط السلامة) فإذا فاتت السلامة يلزم الضمان (كالمرور في الطريق) والاصطياد إذا أتلف من ذلك الوجه شيء يلزم الضمان بكونه مقيدا بشرط السلامة. بخلاف ما لو جامع امرأته فماتت أو أفضاها حيث لا يضمن عند أبي حنيفة وأبي يوسف ذكره في المحيط مع أنه مباح، فينبغي أن يتقيد بشرط السلامة، لأنه ضمن المهر للجماع، فلو وجبت الدية يجب ضمانان بمقابلة فعل واحد.

البناية: كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ج٦ ص٣٩٨، ط: دار الكتب العلمية

کتاب السرقة

باب ما يقطع فيه وما لا يقطع

(۱۵۰) لَا اِعْتِبَارَ بِالتَّابِعِ. ❶

ترجمہ: تابع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک متبوع ہے اور دوسرا تابع، تابع کا کوئی اعتبار نہیں یعنی حکم متبوع پر مرتب ہوتا ہے تابع پر نہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں اگر کسی نے آزاد بچے کو چوری کیا اور اس بچے پر بقدرِ نصاب زیور موجود ہو پھر بھی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ اصل صبی حر ہے اور حر مال نہیں ہے، اور اس پر جو زیور ہے وہ تابع ہے اور تابع کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے چور کہے کہ میں نے اس بچے کو چپ کرانے کے لئے اٹھایا تھا، یا میں اِسے اس کے والدین یا دایہ کے پاس لے جا رہا تھا، تو شبہ بھی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چور کا مقصود زیور تھا بچہ نہیں تھا اس لئے زیور تابع نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو چور زیور لے جاتا اور بچہ چھوڑ جاتا، حالانکہ اس نے آزاد بچے کو اٹھایا ہے۔ ❷

کتاب السير

(۱۵۱) إِنَّ مِلْكَ الْيَمِيْنِ وَمِلْكَ النِّكَاحِ لَا يَظْهَرُ فِيْ حَقِّ فُرُوْضِ الْأَعْيَانِ. ❸

ترجمہ: فرضِ عین میں ملکِ یمین اور ملکِ نکاح کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

---

❶ الهداية: كتاب السرقة، باب ما يقطع فيه وما لا يقطع، ج۲ ص۵۲۷، ط: رحمانیہ

❷ (وَمَا عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ تَابِعٌ) لَا يُقَالُ: يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَقْصُودُهُ مِنَ الْأَخْذِ هُوَ الْحُلِيُّ فَلَا يَكُونُ تَابِعًا لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ ذَلِكَ مَقْصُودَهُ لَأَخَذَ الْحُلِيَّ وَتَرَكَ الصَّبِيَّ.

العناية: كتاب السرقة، باب ما يقطع فيه وما لا يقطع، ج۵ ص۳۶۹، ط: دار الفكر

❸ الهداية: كتاب السير، ج۲ ص۵۴۳، ط: رحمانیہ

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملکِ یمین اور ملکِ نکاح کی وجہ سے آقا اور شوہر کے جو حقوق لاگو ہوتے ہیں یہ فرض عین کے حق میں ظاہر نہیں ہوں گے، یعنی فرضِ عین پر عمل کیا جائے گا گو کہ آقا یا شوہر اجازت نہ دیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے شہر پر دشمنوں نے اچانک حملہ کر دیا تو اس وقت تمام لوگوں پر دفاع کرنا واجب ہے، حتی کہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلیں گے، کیونکہ ایسی حالت میں تمام لوگوں کا نکلنا فرض عین ہے، اور فرض عین میں آقا اور شوہر کا حق ظاہر نہیں ہوتا، جیسے نماز اور روزہ فرضِ عین ہیں، ان کی ادائیگی کے لئے کسی کی اجازت یا رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح جب جہاد فرضِ عین ہو جائے تو پھر کسی اور کا حق ظاہر نہیں ہوگا، اور سب پر اس کی ادائیگی لازم ہوگی، چاہے مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ ❶

باب كيفية القتال

(۱۵۲) اَلضَّرَرُ الْعَامُ يُدْفَعُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ ضَرَرٌ خَاصٌّ. ❷

ترجمہ: ضررِ عام کو دور کیا جائے گا اگر چہ اس میں ضررِ خاص ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی جگہ ضرر عام ہو تو اس کو ختم کیا جائے گا اگر چہ اس ضررِ عام کے دفع کرنے میں ضررِ خاص بھی ہو، اس لئے کہ ضررِ عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ کفار پر تیر چلانے میں کوئی مضائقہ نہیں

---

❶ (وَفَرْضُ عَيْنٍ إِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ فَتَخْرُجُ الْمَرْأَةُ وَالْعَبْدُ بِلَا إِذْنِ زَوْجِهَا وَسَيِّدِهِ) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِإِقَامَةِ الْكُلِّ فَيَجِبُ عَلَى الْكُلِّ وَحَقُّ الزَّوْجِ وَالْمَوْلَى لَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ فُرُوضِ الْأَعْيَانِ كَالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ النَّفِيرِ لِأَنَّ بِغَيْرِهِمْ كِفَايَةً فَلَا ضَرُورَةَ إِلَى إِبْطَالِ حَقِّهِمَا.

تبيين الحقائق: كتاب السير، ج۳ ص ۲۴۱، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب السير، باب كيفية القتال، ج۲ ص ۵۴۵، ط: رحمانیہ

ہے اگر چہ ان میں کوئی مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہو، کیونکہ رمی میں ضرر عام کا دفع ہے اور ضرر عام کو دفع کرنے میں ضرر خاص کو نہیں دیکھا جاتا، یعنی اگر جہاد کے دوران تیر چلانے یا پتھر برسانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس سے مقصود کفار کو مارنا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانا ضررِ عام کو دور کرنا ہے جبکہ ایک مسلمان کا قتل ضررِ خاص ہے، لہذا ضررِ عام کو دور کرنے کے لئے ضررِ خاص کو برداشت کریں گے، اگر ایک دو مسلمانوں کی رعایت رکھ کر کفار پر حملہ نہ کیا گیا تو جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کفار کی ہمت بڑھ جائے گی، لہذا ان کے حوصلے پست کرنے کے لئے ان پر حملہ ضروری ہے۔

اگر کفار پر رمی کے دوران مسلمان قیدی یا تاجر یا بچے زخمی ہو گئے یا مر گئے تو مجاہدین پر کوئی دیت اور تاوان وغیرہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ جہاد کرنا فرض ہے، اور فرائض کی ادائیگی میں تاوان اور ضمان واجب نہیں ہوتا، کیونکہ فرائض مامور بہ ہیں جبکہ ضمان منہی عنہ پر آتا ہے، مامور بہ اور منہی عنہ میں تضاد ہے، یہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ مجاہدین پر تاوان نہ آنے کی وجہ یہ ضابطہ ہے ''وَالْغَرَامَاتُ لَا تَقْتَرِنُ بِالْفُرُوْضِ'' تاوان فرائض سے متعلق نہیں ہوتا۔ ❶

(۱۵۳) اَلْمُبِيْحُ لِلْقَتْلِ عِنْدَنَا هُوَ الْحِرَابُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ. ❷

ترجمہ: ہمارے نزدیک قتل کو مباح کرنے والی چیز جنگ کرنا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک کفار کے قتل کرنے کو مباح کرنے والی چیز حراب یعنی جنگ کرنا ہے، یعنی جو بھی کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑے گا اس کا قتل کرنا مباح ہے، اور کفار میں سے جو لوگ لڑائی نہیں کر سکتے ان کا قتل مباح نہیں ہے۔

---

❶ وَأَمَّا جَوَازُ رَمْيِهِمْ، وَإِنْ تَتَرَّسُوا بِبَعْضِنَا فَلِأَنَّ فِي الرَّمْيِ دَفْعَ الضَّرَرِ الْعَامِّ بِالذَّبِّ عَنْ بَيْضَةِ الْإِسْلَامِ وَقَتْلُ الْمُسْلِمِ ضَرَرٌ خَاصٌّ وَلِأَنَّهُ قَلَّ مَا يَخْلُو حِصْنٌ عَنْ مُسْلِمٍ فَلَوْ امْتَنَعَ عَنْ اعْتِبَارِهِ لَانْسَدَّ بَابُهُ أَطْلَقَ فِي بَعْضِنَا فَشَمِلَ الْأَسِيرَ، وَالتَّاجِرَ، وَالصِّبْيَانَ لَكِنْ نَقْصِدُ الْكُفَّارَ بِالرَّمْيِ دُونَ الْمُسْلِمِينَ لِأَنَّهُ إنْ تَعَذَّرَ التَّمْيِيزُ فِعْلًا فَقَدْ أَمْكَنَ قَصْدًا، وَالطَّاعَةُ بِحَسَبِ الطَّاقَةِ، وَأَمَّا مَا أَصَابُوهُ مِنْهُمْ لَا دِيَةَ عَلَيْهِمْ وَلَا كَفَّارَةَ، لِأَنَّ الْجِهَادَ فَرْضٌ، وَالْغَرَامَاتُ لَا تَقْتَرِنُ بِالْفُرُوضِ.

البحر الرائق: كتاب السير، ج۵ ص ۷۲، ط: دار الكتاب الإسلامی

❷ الهداية: كتاب السير، باب كيفية القتال، ج ۲ ص ۵۴۷، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مجاہدینِ اسلام کفار کی عورتوں کو، بچوں کو، اپاہج کو، اندھے کو اور شیخ فانی کو قتل نہیں کریں گے، کیونکہ مذکورہ اشخاص لڑائی نہیں کر سکتے اور جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی نہیں کرتے ان کا قتل مباح نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اصل علت ''جنگ کرنا'' ہے، جو جنگ کے قابل نہیں یا جنگ کرتے نہیں ان کا قتل جائز نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں علت ''کفر'' ہے اور ان سب میں کفر موجود ہے اس لئے قتل درست ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اگر ان میں سے کوئی صاحبِ رائے ہو اور لڑائی میں اس سے مشورہ لیا جاتا ہو یا عورت اپنے علاقے کی سردار ہو اور اس کے حکم پر لوگوں کا کفار کے ساتھ دینے اور تعاون کرنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ان کا قتل مباح ہوگا۔ ❶

باب الغنائم وقسمتها

(۱۵۴) اَلْمِلْکُ لِلْغَانِمِیْنَ لَا یَثْبُتُ قَبْلَ الْإِحْرَازِ بِدَارِ الْإِسْلَامِ عِنْدَنَا. ❷

ترجمہ: ہمارے ہاں دار الاسلام میں احراز سے پہلے غانمین کے لئے ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب تک مجاہدین حضرات کفار کے مال کو دار الاسلام لے جا کر محفوظ نہیں کریں گے اس وقت تک ملکیت ثابت نہیں ہوگی، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں قبل الاحراز بھی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مجاہدین کے درمیان مال غنیمت دارِ

---

❶(قَوْلُهُ: وَقَتْلِ امْرَأَةٍ وَغَیْرِ مُكَلَّفٍ وَشَیْخٍ فَانٍ وَأَعْمَى وَمُقْعَدًا إِلَّا أَنْ یَكُونَ أَحَدُهُمْ ذَا رَأْيٍ فِي الْحَرْبِ أَوْ مَلِكًا) أَيْ نُهِينَا عَنْ قَتْلِ هَؤُلَاءِ، لِأَنَّ الْمُبِيحَ لِلْقَتْلِ عِنْدَنَا هُوَ الْحِرَابُ وَلَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُمْ وَلِهَذَا لَا يُقْتَلُ يَابِسُ الشِّقِّ، وَالْمَقْطُوعُ الْيَمِينِ، وَالْمَقْطُوعُ يَدُهُ وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ، وَالرَّاهِبُ الَّذِي لَمْ يُقَاتِلْ وَأَهْلُ الْكَنَائِسِ الَّذِينَ لَا يُخَالِطُونَ النَّاسَ، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ الصِّبْيَانِ، وَالنِّسَاءِ وَحِينَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مَقْتُولَةً قَالَ هَاهُ مَا كَانَتْ هَذِهِ تُقَاتِلُ فَلِمَ قُتِلَتْ.

البحر الرائق: كتاب السير، ج۵ ص ۸۴، ط: دار الكتاب الإسلامي

❷الهداية: كتاب السير، باب العنائم وقسمتها، ج۲ ص ۵۵۳، ط: رحمانیہ

حرب میں تقسیم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس کو دار الاسلام منتقل نہ کرلیں، کیونکہ دار الاسلام کی طرف منتقلی سے پہلے مجاہدین کی ملکیت مال غنیمت پر ثابت نہیں ہوتی، اسی لئے مالِ غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم صحیح ہے، وجہ وہی ضابطہ ہے کہ ہمارے یہاں مالِ غنیمت کو دار الاسلام میں لے جا کر محفوظ کرنے سے پہلے اس میں غازیوں کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں قبل الاحراز بھی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔ ❶

فصل فی کیفیة القسمة

(۱۵۵) اَلْمُعْتَبَرُ عِنْدَنَا حَالَةُ الْمُجَاوَزَةِ وَعِنْدَهُ حَالَةُ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ. ❷

ترجمہ: ہمارے یہاں سرحد پار کرنے کی حالت کا اعتبار ہے اور امام شافعی کے ہاں جنگ ختم ہونے کی حالت کا اعتبار ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ غازی جس حالت میں دار الاسلام

---

❶ (وَقِسْمَةُ الْغَنِيمَةِ فِي دَارِهِمْ لَا لِلْإِيدَاعِ) أَيْ حَرُمَ قِسْمَةُ الْغَنِيمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ لِغَيْرِ الْإِيدَاعِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يَجُوزُ قِسْمَتُهَا فِي دَارِ الْحَرْبِ بَعْدَ اسْتِقْرَارِ الْهَزِيمَةِ وَهَذَا بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْمِلْكَ لَا يَثْبُتُ قَبْلَ الْإِحْرَازِ بِدَارِ الْإِسْلَامِ عِنْدَنَا وَعِنْدَهُ يَثْبُتُ وَيُبْتَنَى عَلَى هَذَا الْأَصْلِ مَسَائِلُ مِنْهَا إِذَا لَحِقَهُمْ مَدَدٌ قَبْلَ الْإِحْرَازِ بِالدَّارِ وَلَا يُشَارِكُونَهُمْ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا يُشَارِكُونَهُمْ وَمِنْهَا أَنَّ وَاحِدًا مِنَ الْغَانِمِينَ لَوْ وَطِئَ أَمَةً مِنَ السَّبْيِ فَوَلَدَتْ فَأَعَادَهُ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ عِنْدَهُ وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَعِنْدَنَا لَا يَثْبُتُ لِفَقْدِ الْمِلْكِ وَيَجِبُ الْعُقْرُ وَتُقَسَّمُ الْأَمَةُ وَالْوَلَدُ وَالْعُقْرُ بَيْنَ الْغَانِمِينَ وَمِنْهَا جَوَازُ بَيْعِهِ فَعِنْدَهُ يَجُوزُ وَعِنْدَنَا لَا وَمِنْهَا مَا إِذَا مَاتَ وَاحِدٌ قَبْلَ الْإِحْرَازِ بِالدَّارِ يُورَثُ نَصِيبُهُ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا لَا يُورَثُ وَمِنْهَا مَا لَوْ أَتْلَفَ وَاحِدٌ مِنَ الْغُزَاةِ شَيْئًا مِنَ الْغَنِيمَةِ لَا يَضْمَنُ عِنْدَنَا وَعِنْدَهُ يَضْمَنُ وَمِنْهَا مَا لَوْ قَسَمَ الْإِمَامُ الْغَنِيمَةَ لَا عَنِ اجْتِهَادٍ وَلَا لِحَاجَةِ الْغُزَاةِ لَا يَصِحُّ عِنْدَنَا وَعِنْدَهُ يَصِحُّ.

تبيين الحقائق: كتاب السير، باب الغنائم وقسمتها، ج۳ ص ۲۵۱، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷ الهداية: كتاب السير، باب العنائم، فصل في كيفية القسمة، ج۲ ص ۵۶۰، ط: رحمانيه

کی سرحد پار کر کے قتال کی نیت سے دار الحرب میں داخل ہوگا ہمارے یہاں اسی حساب سے وہ مستحقِ غنیمت ہوگا، چنانچہ اگر کوئی شخص گھوڑا لے کر جہاد کرنے کی غرض سے داخل ہوا لیکن پھر اس کا گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اسے فارس کا حصہ ملے گا اور وہ مالِ غنیمت سے دو حصے پائے گا، اور اگر کوئی شخص پیدل دار الحرب میں داخل ہوا پھر اس نے گھوڑا خرید لیا تو وہ راجل یعنی پیدل چلنے والے کی طرح ایک حصہ پائے گا، جبکہ امام شافعی کے ہاں وہ پہلی صورت میں ایک حصہ اور دوسری صورت میں دو حصے پائے گا، ہمارے نزدیک اصل اعتبار سرحد پار کرنے کا ہے، اسی حالت سے کفر پر لرزہ طاری ہوتا ہے، بعد کی حالت تو دوام کی ہے، اور دوام کا اعتبار نہیں، وجود کا اعتبار ہے۔ جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے ہاں قتال کی حالت کا اعتبار ہے کہ جس میں وہ دشمن سے لڑ رہا تھا اُس وقت اس کی کیا حالت تھی اُسے دیکھا جائے گا۔ ❶

(۱۵۶) اَلْغَنِيْمَةُ مَا أُخِذَ قَهْرًا وَغَلَبَةً لَا اِخْتِلَاسًا وَسَرِقَةً. ❷

---

❶(قوله ومن دخل دار الحرب فارسا فنفق فرسه استحق سهم فارس) وسواء استعاره أو استأجره للقتال فحضر به فإنه يسهم له وإن غصبه وحضر به استحق سهمه من وجه محظور فيتصدق به وقوله فنفق أى مات يقال نفقت الدابة ومات الإنسان وتنبل البعير كله بمعنى هلك وسواء بقى فرسه معه حتى حصلت الغنيمة أو مات حين دخل به أو أخذه العدو أو كسر أو عرج قبل حصرل الغنيمة أو بعدها فإنه يستحق سهم فارس.

وقال الشافعي إذا مات فرسه قبل القتال فهو راجل والأصل أن المعتبر عندنا حالة المجاوزة وعنده حالة الحرب، لأنه هو السبب وقلنا المجاوزة نوع قتال، لأنه يلحقهم الخوف بها وإن دخل فارسا ثم باع فرسه أو رهنه أو آجره أو وهبه أو أعاره ففى ظاهر الرواية يبطل سهم الفرس ويأخذ سهم راجل لأن الإقدام على هذه التصرفات يدل على أنه لم يكن قصده بالمجاوزة القتال فارسا ولأن بيعه له رضا بإسقاط حقه وليس كذلك إذا نفق فرسه، لأنه لم يوجد منه رضا بإسقاط حقه.

الجوهرة النيرة: كتاب السير، بيع الغنائم قبل القسمة، ج۲ ص۲۶۸، ط: المطبعة الخيرية

❷الهداية: كتاب السير، باب الغنائم، فصل فى كيفية القسمة، ج۲ ص۵۶۳، ط: رحمانيه

ترجمہ: غنیمت وہ مال ہے جو زبردستی اور غلبے کے ساتھ لیا گیا ہو نہ کہ اچک کر اور چوری سے لیا جائے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ غنیمت وہ مال ہوتا ہے جو مسلمان کفار سے زبردستی اور غلبہ کے طور پر وصول کریں۔ چوری کر کے یا اچک کر حاصل کیا جانے والا مال، مالِ غنیمت نہیں کہلائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر ایک یا دو آدمی دار الحرب میں امام کی اجازت کے بغیر داخل ہو کر لوٹ مار کریں اور کچھ مال حاصل کرلیں تو اس میں خمس نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ انہوں نے یہ مال لوٹ مار کر کے لیا ہے، یہ مالِ غنیمت نہیں ہے۔ غنیمت وہ مال ہوتا ہے جو قہر، زور اور غلبہ سے حاصل کیا جائے نہ کہ چوری اور اچکنے سے۔ چونکہ یہ لوٹ مار کا مال ہے اس لئے اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ ❶

باب العشر والخراج

(۱۵۷) إِنَّ وَضْعَ الْخَرَاجِ مِنْ شَرْطِهِ أَنْ يُقِرَّ أَهْلُهَا عَلَى الْكُفْرِ. ❷

ترجمہ: خراج مقرر کرنے کی شرط یہ ہے کہ صاحبِ ارض کفر پر مُصِر ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین پر ٹیکس مقرر کیا جائے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ مالکِ زمین کفر پر ڈٹا ہوا ہو، اگر ایسا نہ ہو تو پھر ٹیکس مقرر نہیں کیا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ ہر وہ زمین جو قہر اور عنوۃً فتح کی

---

❶(وإذا دخل الواحد) من المسلمين (أو الاثنان إلى دار الحرب مغيرين بغير إذن الإمام، فأخذوا شيئاً، لم يخمس)، لأنه مال مباح أخذ على غير وجه الغنيمة لأنها مأخوذة قهراً وغلبة، لا اختلاساً وسرقة، والخمس وظيفة الغنيمة، قيد بكونه بغير إذن الإمام لأنه إذا كان بالإذن ففيه روايتان، والمشهور أنه يخمس، لأنه لما أذن لهم فقد التزم نصرتهم.

اللباب فی شرح الکتاب: کتاب السیر، ج۴ ص ۱۳۴، ط: المکتبۃ العلمیۃ

❷الهداية: کتاب السیر، باب العشر والخراج، ج۲ ص ۵۷۴، ط: رحمانیہ

جائے، یا اس کے باشندوں سے صلح کی جائے اور وہ حالتِ کفر پر ہی ڈٹے ہوئے ہوں اسلام قبول نہ کریں، تو انہیں اسی زمین میں ٹھہرایا جائے گا اور ان سے خراج وصول کیا جائے گا، اس لئے کہ خراج میں عقوبت کا معنی ہے اور اس میں تغلیظ بھی ہے، اگر چہ پیداوار نہ ہو تب بھی ان پر خراج لازم ہے۔ برخلاف اس کے کہ وہاں کے باشندے مشرف بہ اسلام ہو جائیں یا وہ زمین طاقت وقوت کے بل بوتے پر فتح کر کے غازیوں میں تقسیم کردی جائے تو وہ عشری زمین کہلائے گی، مسلمانوں کے حسبِ حال عشر ہے اور اس میں عبادت کا معنی موجود ہے، پھر عشر اخف اور آسان ہے کہ اس کا تعلق پیداوار سے ہے، اگر پیداوار نہ ہو تو عشر بھی لازم نہ ہوگا۔ (۱)

باب الجزية

(۱۵۸) اَلْعُقُوْبَاتُ إِذَا اجْتَمَعَتْ تَدَاخَلَتْ كَالْحُدُوْدِ. (۲)

ترجمہ: جب عقوبات جمع ہو جائیں تو ان میں حدود کی طرح تداخل ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کئی سزائیں جمع ہو جائیں تو ان میں تداخل ہوگا یعنی ایک سزا جاری ہوگی جیسے حدود جب جمع ہو جائیں تو ان میں تداخل ہو کر ایک حد کا حکم ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر خراجی زمین پر دو سال جمع ہو گئے یعنی پہلے سال کا جزیہ نہیں دیا تھا کہ دوسرا سال شروع ہو گیا تو اب ان میں تداخل ہوگا یعنی ایک ہی

---

(۱) (وَكُلُّ أَرْضٍ أَسْلَمَ أَهْلُهَا عَلَيْهَا أَوْ فُتِحَتْ عَنْوَةً وَقُسِّمَتْ بَيْنَ الْغَانِمِينَ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ) لِأَنَّ وَضْعَ الْعُشْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ ابْتِدَاءً أَلْيَقُ بِهِ مِنَ الْخَرَاجِ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْعِبَادَةِ عَلَى مَا بَيَّنَاهُ فِي الزَّكَاةِ، وَلِأَنَّهُ أَخَفُّ لِأَنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِالْخَارِجِ، فَإِنْ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ شَيْئًا وَجَبَ عُشْرُهُ وَإِلَّا فَلَا (وَمَا فُتِحَ عَنْوَةً وَأُقِرَّ أَهْلُهَا عَلَيْهَا أَوْ صَالَحَهُمْ فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ سِوَى مَكَّةَ شَرَّفَهَا اللّٰهُ تَعَالَى لِأَنَّ وَظِيفَةَ الْأَرْضِ فِي الْأَصْلِ الْخَرَاجُ، وَإِنَّمَا صِرْنَا إِلَى الْعُشْرِ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ تَخْفِيفًا عَلَيْهِ وَتَكْرِمَةً لَهُ وَفِيمَا عَدَا ذَلِكَ تَبْقَى خَرَاجِيَّةً، وَلِأَنَّ وَضْعَ الْخَرَاجِ عَلَى الْكَافِرِ ابْتِدَاءً أَلْيَقُ بِهِ، وَأَمَّا مَكَّةُ فَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَصَّهَا، وَذَلِكَ لِأَنَّهُ حَيْثُ افْتَتَحَهَا عَنْوَةً تَرَكَهَا وَلَمْ يَضَعْ عَلَيْهَا الْخَرَاجَ.

الاختيار لتعليل المختار: كتاب السير، باب الخراج، ج۴ ص۱۴۳، ط: مطبعة المجلس القاهرة

(۲) الهداية: كتاب السير، باب الجزية، ج۲ ص ۵۸۱، ط: رحمانیہ

جزیہ لیا جائے گا، کیونکہ جزیہ لینا یہ ان کے کفر پر اڑے رہنے کی سزا ہے اور سزاؤں کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ جمع ہو جائیں تو تداخل ہوتا ہے، جیسے حدود کا معاملہ ہے کہ اگر ایک شخص نے کئی لوگوں پر تہمت لگائی اور اس پر کئی حد قذف واجب ہوئیں تو صرف ایک ہی مرتبہ اُسے حد لگائی جائے گی اور حدود میں تداخل ہوگا، اسی طرح جزیہ سزا ہے جب کئی جزیہ جمع ہو جائیں گے تو ان میں تداخل ہوگا۔ ❶

باب أحكام المرتدين

(١٥٩) إِنَّ مِلْكَ الْمُرْتَدِّ يَزُوْلُ عَنْ أَمْوَالِهِ بِرِدَّتِهِ عِنْدَهُ. ❷

ترجمہ: امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرتد کی ملکیت اس کے اموال سے رِدّت کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) تو امام صاحب کے نزدیک اس کے ارتداد کی وجہ سے ملکیت زائل ہو کر موقوف ہو جائے گی، اگر یہ شخص دوبارہ اسلام قبول کر لے تو اس کی ملکیت بحال ہو جائے گی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مرتد جو کچھ فروخت کرے یا خریدے یا غلام آزاد کرے یا کوئی چیز ہبہ کرے تو اس کے یہ تمام تر تصرفات موقوف رہیں گے، اگر دوبارہ اسلام لے آیا تو تمام تصرف درست ہو جائیں گے یعنی نافذ ہوں گے ورنہ باطل ہوں گے، کیونکہ

---

❶ اَلْوَاجِبُ عَلَيْهِمْ بِطَرِيقِ الْعُقُوبَةِ وَالْعُقُوبَاتُ الَّتِي تَجِبُ لِحَقِّ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا اجْتَمَعَتْ تَدَاخَلَتْ كَالْحُدُودِ وَفِي حَقِّنَا خَلَفٌ عَنِ النُّصْرَةِ وَهَذَا الْمَعْنَى يَتِمُّ بِاسْتِيفَاءِ جِزْيَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْهُ فَلَا حَاجَةَ إِلَى اسْتِيفَاءِ مَا مَضَى وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ لَيْسَ هُوَ الْمَالُ بَلِ الْمَقْصُودُ اسْتِذْلَالُ الْكَافِرِ وَاسْتِصْغَارُهُ لِأَنَّ إِصْرَارَهُ عَلَى الشِّرْكِ فِي دَارِ التَّوْحِيدِ جِنَايَةٌ فَلَا يَنْفَكُّ عَنْ صَغَارٍ يَجْرِي عَلَيْهِ وَهَذَا الْمَقْصُودُ يَحْصُلُ بِاسْتِيفَاءِ جِزْيَةٍ وَاحِدَةٍ فَلَوْ أَخَذْنَاهُ بِالْمَوَانِيذِ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا لِمَقْصُودِ الْمَالِ وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّ الْمَالَ غَيْرُ مَقْصُودٍ وَلِهَذَا لَا يَبْقَى بَعْدَ مَوْتِهِ وَإِسْلَامِهِ.

المبسوط للسرخسي: كتاب السير، باب فى توظيف الخراج، ج١٠ ص٨٢، ط: دار المعرفة

❷ الهداية: كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج٢ ص٥٨٥، ط: رحمانيه

مرتد کے اموال سے اس کی ملکیت زائل ہوکر اس کے تصرفات موقوف ہو جاتے ہیں، چونکہ وہ اسلام کے محاسن سے واقف ہے اور اس کا دوبارہ اسلام سے وابستہ ہونا ممکن اور متوقع ہے اس لئے اِس کی ملکیت موقوف ہوگی، اگر اسلام قبول کر لے تو ملکیت بحال ہو جائے گی اور یوں سمجھا جائے گا کہ وہ مرتد ہی نہیں ہوا۔ اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کر دے یا اس حال میں طبعی موت مر جائے یا دار الحرب چلا جائے تو اس کا ارتداد پختہ ہو جائے گا اور اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔ ❶

---

❶(ويـزول ملك المرتد عن أمواله بردته) لزوال عصمة دمه، فكذا عصمة ماله. قال جمال الإسلام: وهذا قول أبى حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد: لا يزول، والصحيح قول الإمام، وعليه مشى الإمام البرهانى، والنسفى، وغيرهما، تصحيح. وإنما يزول ملكه عند أبى حنيفة (زوالا مراعى) أى موقوفا إلى أن يتبين حاله، لأن حناله متردد بين أن يسلم فيعود إلى العصمة. وبين أن يثبت على ردته فيقتل (فإن أسلم عادت) حرمة أمواله (على حالها) السابق، وصار كأنه لم يرتد (وإن مات، أو قتل على ردته) أو لحق بدار الخرب وحكم بلحاقه (انتقل ما كان اكتسبه فى حال إسلامه إلى ورثته المسلمين) ، لوجوده قبل الردة، فيستند الإرث إلى آخر جزء من أجزاء إسلامنه، لأن ردته بمنزلة موته، فيكون توريث المسلِم من المسلِم (وكان ما اكتسبه فى حال ردته فيئا) للمسلمين، فيوضع فى بيت المال، لأن كسبه حال ردته كسب مباح الدم ليس فيه حق لأحد، فكان فيئا كمال الخربى.

اللباب فى شرح الكتاب: كتاب السير، ج۴ ص ۱۵۰، ط: المكتبة العلمية

کتاب اللقیط

(۱۶۰) إِنَّ الْحُكْمَ لِلْغَالِبِ. ❶

ترجمہ: غالب پر حکم لگتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حکم کا دار و مدار غالب پر ہوتا ہے، کیونکہ مغلوب معدوم کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے حکم کا دار و مدار غالب واکثریت پر ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ لقیط بچہ پر حریت یعنی آزادی کا حکم لگایا جائے گا، کیونکہ لقیط میں حریت غالب ہے اور حکم غالب پر لگتا ہے، اس لئے کہ بنو آدم حرالاصل ہیں، ہمارے ماں باپ حضرت آدم وحواء علیہما السلام آزاد تھے، دارالاسلام آزاد لوگوں کا ملک ہوتا ہے اور وہاں کے اکثر باشندے آزاد ہوتے ہیں، لہذا ان کے تابع ہو کر لقیط بھی آزاد ہوگا، اس لئے کہ اعتبار غالب کا ہے۔ ❷

(۱۶۱) اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ. ❸

ترجمہ: جو نفع لیتا ہے وہی ضمان بھی ادا کرتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ خراج یعنی ضمان فائدے کی وجہ سے آتا ہے یعنی جو نفع حاصل کرتا ہے تاوان بھی اسی پر آتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ لقیط کا خرچہ بیت المال پر ہوگا،

---

❶ الهداية: كتاب اللقيط، ج۲ ص۵۹۴، ط: رحمانیہ

❷ وَهُوَ الْمَذْهَبُ أَنَّهُ حُرٌّ مُسْلِمٌ إِمَّا بِاعْتِبَارِ الدَّارِ لِأَنَّ الدَّارَ حُرِّيَّةٌ، وَإِسْلَامٌ فَمَنْ كَانَ فِيهَا فَهُوَ حُرٌّ مُسْلِمٌ بِاعْتِبَارِ الظَّاهِرِ أَوْ بِاعْتِبَارِ الْغَلَبَةِ لِأَنَّ الْغَالِبَ فِيمَنْ يَسْكُنُ دَارَ الْإِسْلَامِ الْأَحْرَارُ الْمُسْلِمُونَ، وَالْحُكْمُ لِلْغَالِبِ أَوْ بِاعْتِبَارِ الْأَصْلِ فَالنَّاسُ أَوْلَادُ آدَمَ، وَحَوَّاءَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ،وَكَانَا حُرَّيْنِ فَلِهَذَا كَانَ اللَّقِيطُ حُرًّا.

المبسوط للسرخسي: كتاب اللقيط، ج۱۰ ص۲۱۰، ط: دار المعرفة

❸ الهداية: كتاب اللقيط، ج۲ ص۵۹۵، ط: رحمانیہ

کیونکہ اس کی وراثت بیت المال میں جمع ہوگی ،خراج ضمان کے سبب ہوتا ہے،لہذا جب لقیط کا مال اور وراثت بیت المال کے لئے ہے تو اس کا نان نفقہ بھی بیت المال سے ہوگا۔اس لئے کہ ''الغرم بالغنم '' کا ضابطہ مشہور ہے، یہی وجہ ہے کہ لقیط کی جنایت کا ضمان بھی بیت المال پر آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ لقیط اگر مال چھوڑ کر مرتا تو اس کی میراث بیت المال کو ملتی ،تو جب نفع بیت المال لے گا تو تاوان بصورتِ نان نفقہ اور جنایت میں وہ بھی بیت المال دے گا۔ ❶

كتاب المفقود

(۱۶۲) إِنَّ اِسْتِصْحَابَ الْحَالِ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً فِي الْاِسْتِحْقَاقِ. ❷

ترجمہ: استصحاب حال استحقاق کے لئے حجت نہیں بن سکتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہاں استصحاب حال حجتِ دافعہ ہے نہ کہ حجتِ لازمہ، یعنی استصحاب حال کی وجہ سے ضرر کو تو دور کیا جائے گا لیکن کسی پر کوئی چیز لازم نہیں کی جائے گی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مفقود کا کوئی وارث اس کے مفقود ہونے کی حالت میں مر جائے تو یہ مفقود کسی کا وارث نہیں بنے گا، کیونکہ اس وقت میں مفقود کو زندہ شمار کرنا استصحاب حال کی وجہ سے ہے، اور استصحابِ حال استحقاق میں حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ استصحابِ حال ہمارے یہاں دفع کے لئے حجت بن سکتا ہے لیکن استحقاق کے لئے حجت نہیں بن سکتا، اس لئے ہم نے کہا کہ مفقود کی موت کے حکم سے پہلے مرنے والے اس کے ورثہ کا حق

---

❶(وَنَفَقَتُهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ) رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَلِأَنَّهُ عَاجِزٌ مُحْتَاجٌ لَا مَالَ لَهُ وَلَا قَرِيبَ وَمَالُ بَيْتِ الْمَالِ مُعَدٌّ لِلصَّرْفِ إِلَى مِثْلِهِ فَصَارَ كَالْمُقْعَدِ الَّذِي لَا مَالَ لَهُ وَلَا قَرِيبَ وَلِأَنَّ مِيرَاثَهُ لِبَيْتِ الْمَالِ فَتَجِبُ نَفَقَتُهُ مِنْهُ لِأَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ وَلِهَذَا كَانَتْ جِنَايَتُهُ فِيهِ.

تبيين الحقائق: كتاب اللقيط، ج۳ ص۲۹۷، ط: المطبعة الكبرى الأميرية

❷الهداية: كتاب المفقود، ج۲ ص۶۰۴، ط:رحمانیہ

اس کی میراث سے دفع کردیا اوران لوگوں کی میراث سے اس کا استحقاق ختم کردیا۔ ❶

نوٹ: استصحابِ حال کے متعلق تفصیلی مباحث کے لئے راقم کی تالیف "فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ" کا مطالعہ کریں۔

كتاب الشركة

(١٦٣) اَلْوَكِيْلُ هُوَ الْأَصْلُ فِي الْحُقُوْقِ. ❷

ترجمہ: حقوق کے مطالبہ میں وکیل اصل ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بیع وشراء اور دیگر تصرفات میں اصل وکیل ہوتا ہے اور تمام حقوق اُسی کی طرف لوٹتے ہیں، اسی کی ذمہ داری ہے بیع میں مبیع وصول کرنا اور ثمن کا مطالبہ بھی اسی سے کیا جاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ عقد شرکت میں شریکین میں سے جو شریک بھی کوئی چیز خریدے گا تو بائع ثمن کا مطالبہ اسی سے کرے گا نہ کہ دوسرے شریک سے، کیونکہ یہ شراء کا وکیل ہے اور وکالت میں اصل یہ ہے کہ حقوق وکیل کی طرف لوٹیں، پھر یہ وکیل اپنے مؤکل سے ثمن کا مطالبہ کرے گا۔ ❸

---

❶(لا يصلح حجة في الاستحقاق) واستصحاب الحال عبارة عن بقاء ما كان على ما كان لعدم الدليل المزيل فيصلح الاستصحاب عندنا حجة للدفع لا للاستحقاق. فلهذا اعتبر المقصود حياً في مال غيره حتى لا يرث من المفقود في حال فقده، ولا يرث المفقود عن أحد بل يوقف نصيبه من حال مورثه، فإذا مضت المدة أو علم موته يرد الموقوف لأجله إلى وارث مورثه الذي ورث من ماله.

البناية: كتاب المفقود، ج٧ ص٣٦٧، ط: دار الكتب العلمية

❷الهداية: كتاب الشركة، ج٢ ص٦١٠، ط: رحمانیہ

❸(قوله: وما اشتراه كل واحد منهما للشركة طولب بثمنه دون الآخر) لما بينا أنها تتضمن الوكالة دون الكفالة، والوكيل هو الأصل في الحقوق.

الجوهرة النيرة: كتاب الشركة، شركة العنان، ج١ ص٢٨٨، ط: المطبعة الخيرية

(۱۶۴) اَلْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ مَعَ يَمِيْنِهِ. ❶

ترجمہ: منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا اختلاف ہو جائے تو اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوگا، اس کی اصل یہ حدیث ہے:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ. ❷

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر شریکین میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ آپ نے فلاں چیز خریدی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے خریدی ہے، تو اس میں مشتری دوسرے پر لزوم مال کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا اس کا انکار کرتا ہے اور اصول ہے کہ منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ ❸

(۱۶۵) اَلشِّرْكَةُ فِي الرِّبْحِ مُسْتَنِدَةٌ إِلَى الْعَقْدِ دُوْنَ الْمَالِ عِنْدَنَا. ❹

ترجمہ: ہمارے نزدیک نفع میں شرکت عقد کی طرف منسوب ہے نہ کہ مال کی طرف۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک شرکت فی الربح کا دارومدار عقد پر ہے، یعنی متعاقدین کے درمیان شرکتِ نفع کا تعلق عقد سے ہے مال سے نہیں ہے، جبکہ امام شافعی اور امام زفر رحمہما اللہ کے نزدیک شرکت فی الربح کا دارومدار مال پر ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ احناف کے نزدیک شرکت صنائع میں مال مخلوط کے بغیر بھی عقد شرکت درست اور جائز ہے لیکن امام زفر و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک

---

❶ الهداية: كتاب الشركة، ج۲ ص ۶۱۰، ط: رحمانیہ

❷ سنن الترمذی: أبواب الأحكام، باب ما جاء أن البينة على المدعى إلخ، رقم الحديث: ۱۳۴۱

❸ (قوله: ثم يرجع علي شريكه بحصته منه) يعني إن أدى من مال نفسه أما إذا نقد من مال الشركة لا يرجع كذا في المستصفى فإن كان لا يعرف أنه أدى من مال نفسه إلا بقوله فعليه البينة، لأنه يدعي وجوب المال في ذمة الآخر وهو منكر فيكون القول قول المنكر مع يمينه.
الجوهرة النيرة: كتاب الشركة، شركة العنان، ج۱ ص۲۸۸، ط: المطبعة الخيرية

❹ الهداية: كتاب الشركة، ج۲ ص ۶۱۲، ط: رحمانیہ

بدون خلط شرکت جائز نہیں ہے۔ ہمارے یہاں شرکتِ نفع کا تعلق عقد سے ہے مال سے نہیں ہے، کیونکہ اس عقد کا نام ہی شرکت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دراہم ودنانیر عقود میں متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے، لہذا ان سے تجارت کر کے حاصل ہونے والا نفع عقد سے متعلق ہوگا مال سے نہیں۔ نیز عقد شرکت میں بدون مال ملائے بذریعہ تصرف دونوں فریق کی شرکت درست ہے، لہذا نفع میں بھی دونوں کی شرکت صحیح ہوگی۔ معلوم ہوا کہ نفع میں شرکت کا اصل اعتبار عقد کا ہے مال کا نہیں۔ ❶

فصل فی الشركة

(۱۶۶) اَلتَّوْكِيْلُ فِيْ أَخْذِ الْمَالِ الْمُبَاحِ بَاطِلٌ. ❷

ترجمہ: مباح مال لینے کے لئے وکیل بنانا باطل ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مباح ہو یعنی ہر ایک کے لئے اس کا وصول کرنا جائز ہو تو اس کی وصولی کے لئے کسی دوسرے کو وکیل بنانا درست نہیں، کیونکہ اس میں وکالت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ ایندھن جمع کرنے اور شکار وغیرہ کرنے میں شرکت جائز نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص ایندھن جمع کرے یا شکار کرے اور کوئی دوسرا محض شرکتِ زبانی کی بنا پر اس میں شریک ہو بلکہ ایندھن صرف جمع کرنے والے کا ہوگا اور شکار صرف شکاری کا ہوگا۔ ہر مباح چیز کو لینے اور اٹھانے کا یہی حکم ہے، کیونکہ

---

❶ (قَوْلُهُ وَعَدَمِ الْخَلْطِ) أَيْ تَصِحُّ وَإِنْ لَمْ يَخْلِطَا الْمَالَيْنِ، لِأَنَّ الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ مُسْتَنِدَةٌ إِلَى الْعَقْدِ دُونَ الْمَالِ، لِأَنَّ الْعَقْدَ يُسَمَّى شَرِكَةً وَلَا بُدَّ مِنْ تَحْقِيقِ مَعْنَى هَذَا الِاسْمِ فِيهِ فَلَمْ يَكُنْ الْخَلْطُ شَرْطًا، وَلِأَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ لَا يَتَعَيَّنَانِ فَلَا يُسْتَفَادُ الرِّبْحُ بِرَأْسِ الْمَالِ وَإِنَّمَا يُسْتَفَادُ بِالتَّصَرُّفِ، لِأَنَّهُ فِي النِّصْفِ أَصِيلٌ وَفِي النِّصْفِ وَكِيلٌ، وَإِذَا تَحَقَّقَتْ الشَّرِكَةُ فِي التَّصَرُّفِ بِدُونِ الْخَلْطِ تَحَقَّقَتْ فِي الْمُسْتَفَادِ بِهِ وَهُوَ الرِّبْحُ بِدُونِهِ وَصَارَتْ كَالْمُضَارَبَةِ.

البحر الرائق: كتاب الشركة، شركة العنان، ج۵ ص ۱۹۱، ط: دار الكتاب الإسلامي

❷ الهداية: كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، ج۲ ص ۶۱۳، ط: رحمانیہ

شرکت وکالت کے معنی کو متضمن ہوتی ہے، حالانکہ مالِ مباح کو لینے کے لئے وکیل بنانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ بدوں وکالت بھی مالِ مباح کو لینا جائز ہے۔ ❶

(۱۶۷) اَلْوَكَالَةُ تَبْطُلُ بِالْمَوْتِ. ❷

ترجمہ: وکالت موت کی وجہ سے باطل ہو جاتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر وکیل مر جائے تو وکالت وکیل کی موت کی وجہ سے باطل ہو جائے گی، کیونکہ مردے میں وکالت کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اب وکالت کا کوئی فائدہ ہے کیونکہ اب وکیل تو کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر دو شریکوں میں سے ایک مر جائے یا مرتد ہو کر دار الحرب چلا جائے اور قاضی اس کے دار الحرب جانے کا فیصلہ کر دے تو شرکت باطل ہو جائے گی، کیونکہ شرکت وکالت کو متضمن ہوتی ہے اور وکالت موت کی وجہ سے باطل ہوتی ہے، اور جب وکالت باطل ہوگئی تو اس وکالت کو جو چیز متضمن ہے وہ بھی باطل ہوگی، لہذا شرکت بھی باطل ہو جائے گی۔ ❸

---

❶ (قوله: ولا تجوز الشركة في الاحتطاب والاصطياد والاحتشاش) لأن الشركة متضمنة معنى الوكالة والتوكيل في أخذ المباح باطل لأن أمر الموكل به غير صحيح، والوكيل يملكه بدون أمره فلا يصلح نائبا عنه، ولأن كل واحد منهما يملك ما أخذه بالأخذ فلا يكون لصاحبه عليه سبيل.

الجوهرة النيرة: كتاب الشركة، شركة الوجوه، ج ۱ ص ۲۹۰، ط: المطبعة الخيرية

❷ الهداية: كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، ج ۲ ص ۶۱۵، ط: رحمانیہ

❸ (قَوْلُهُ وَتَبْطُلُ الشَّرِكَةُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا، وَلَوْ حُكْمًا) لِأَنَّهَا تَتَضَمَّنُ الْوَكَالَةَ وَلَا بُدَّ مِنْهَا لِتَحَقُّقِ الشَّرِكَةِ عَلَى مَا مَرَّ وَالْوَكَالَةُ تَبْطُلُ بِالْمَوْتِ، وَالْمَوْتُ الْحُكْمِيُّ الِالْتِحَاقُ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا إِذَا قَضَى الْقَاضِي بِهِ، لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتِ.

البحر الرائق: كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، ج۵ ص ۱۹۹، ط: دار الكتاب الإسلامي

مؤلف کی کاوشوں پر ایک طائرانہ نظر





ادارۃ المعارف کراچی (احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا۔ کراچی)
021-35123161,021-35032020,0300-2831960

مولانا محمد ظہور صاحب (جامعہ سراج الاسلام، پارہوتی، مردان)
0334-8414660,0313-1991422

مولانا محمد نعمان صاحب کے علمی و تحقیقی بیانات و دروس کے لئے اس وٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں: 03112645500